معاشرے میں پھیلے فواحش

ایک جائزہ

تالیف

جمشید عالم عبد السلام سلفی

مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

معاشرے میں پھیلے فواحش

ایک جائزہ

تالیف

جمشید عالم عبدالسلام سلفی

ناشر

مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

نام کتاب......................معاشرے میں پھیلے فواحش ایک جائزہ

تالیف..............................جمشید عالم عبد السلام سلفیؔ

ناشر.......مکتبة السلام انتری بازار، شہرت گڑھ سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

کمپوزنگ..................................ابو معاذ سلفیؔ

اشاعت اوّل (برقی نسخہ)........................مارچ ۲۰۲۰ء

اشاعت دوم.............................دسمبر ۲۰۲۴ء

باہتمام..............................حافظ محبوب عالم سلفیؔ

تعداد اشاعت................................گیارہ سو

صفحات......................................۲۴۸

قیمت.....................................260روپے

ملنے کے پتے:

❁ مکتبة السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

Email Id : maktabsalam2@gmail.com Mob : 9628953010/6393225101

❁ المعهد الإسلامي أنوار العلوم گنجہڑا، مہتھا بازار، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

❁ پبلک کتاب گھر پیرامرعہواں، اٹوابازار، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا۔ رابطہ نمبر: 7800197429

❁ دار الکتاب العلمی تھوتھی پیٹ، تمل ناڈو، انڈیا۔ رابطہ نمبر: 9629006652

فہرست

حرفِ اوّل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على حبيبنا محمد بن عبد الله و على آله وصحبه أجمعين و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أمابعد :

ایک صالح اور پُرامن معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ افرادِ معاشرہ بھی نیک طینت اور صالح ہوں، ان کے اندر نیکی کی خو پائی جائے، وہ حقیقی معنوں میں دوسروں کے لیے ہمدرد اور غم گسار ہوں، لوگوں کی عزت و آبرو اُن سے محفوظ ہو اور وہ خود بھی اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کرتے ہوں۔ ان خوبیوں کے حامل وہی افراد ہوں گے، جن کے دلوں میں اللہ کا تقویٰ اور اس کا ڈر بسا ہو گا، ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں اللہ کے معزز و مقرب بندے ہوتے ہیں اور نتیجے میں انھیں ہر طرح کا سکون و وقار حاصل ہوتا ہے، خواہ وہ مال و دولت کے اعتبار سے تہی دست، عہدہ و خاندانی وجاہت کے اعتبار سے کم تر اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے اعتبار سے مفلوک الحال ہی کیوں نہ ہوں، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فضیلت و برتری کا معیار جنسیت، قومیت، دولت و ثروت، حسن و جمال، حسب و نسب اور خاندانی وجاہت کو نہیں قرار دیا ہے، کیوں کہ یہ ساری چیزیں انسان کے اختیار میں نہیں ہیں، اللہ نے معزز ہونے کے لیے تقویٰ کو معیار ٹھہرایا ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿...إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ...﴾ ”بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔“ [الحجرات:١٣]

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری اور اس کے منہیات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ایسے تمام امور سے اجتناب کرنا جو اس کی ناراضی اور غضب ناکی کا سبب بنتے ہیں اور ایسے تمام امور کو انجام دینا جن کے چھوڑنے سے انسان اللہ کے عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ متقی اور پرہیزگار وہی ہیں، جن کے عقائد اور ظاہری و باطنی اعمال احکامِ الٰہی اور نبوی فرمان کے تابع ہوتے ہیں۔

ہمارے سماج و معاشرے میں جہاں گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کی بہتات ہے، وہیں بہت سے اچھے بھلے لوگوں کے یہاں بھی یہ کمی پائی جاتی ہے کہ نیکی کے کام تو وہ کرتے ہیں، مگر محرمات و منہیات کے کاموں میں بھی خود کو ملوث کیے رہتے ہیں، کھلے طور پر فواحش و منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بعض اعمالِ صالحہ کو بڑے

شوق و جذبے سے انجام دیتے ہیں، مگر اللہ کو ناراض کرنے والے بُرے اعمال سے بھی باز نہیں آتے ہیں، جب کہ نیک اعمال کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ بُرے کاموں سے بچنا اور فواحش و منکرات سے دوری اختیار کرنا بھی ضروری ہے، کیوں کہ آدمی بُرے اعمال واطوار سے بچے بغیر اللہ کا متقی بندہ اور محترم انسان نہیں بن سکتا ہے، لہٰذا اس جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک طرف تو ہم خوب خوب نیک اعمال کرتے جائیں اور دوسری طرف اپنے دامن کو ایسے گناہوں سے بھی آلودہ کرتے جائیں کہ جن سے ہمارے نیک اعمال اکارت ہو جائیں یا ہماری نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے اور ہم خسارے سے دوچار ہوں۔

آج کل ہمارا معاشرہ فواحش و منکرات کا آماج گاہ بنا ہوا ہے، بے حیائی اور فحاشی عام ہوتی جارہی ہے، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے بے تحاشا پھیلاؤ کی وجہ سے معاشرے میں فحاشی اور عریانیت کو کافی فروغ حاصل ہوا ہے، مذہبی اور اخلاقی تعلیمات اور سماجی روایات کو پیروں تلے روندا جارہا ہے۔ افرادِ معاشرہ کے اندر بڑھتی ہوئی فحاشی اور عریانیت کے پیشِ نظر ہمارے بڑے بھائی مولانا جمشید عالم عبد السلام سلفی/ حفظہ اللہ نے زیرِ نظر کتاب ترتیب دیا ہے، جس میں معاشرے کے اندر پھیلے ہوئے فواحش اور اس کے مظاہر کا بخوبی جائزہ لیا گیا ہے، بطور خاص جنسی بے راہ روی، بے پردگی اور فیشن پرستی وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے اور عام فہم اور شگفتہ اسلوب میں شرعی نصوص کے ذریعہ ان برائیوں کی تردید کی گئی ہے، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے، اس سلسلے میں مناسب ہدایات کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے تاکہ افرادِ معاشرہ اپنے اندر پائی جانے والی اس طرح کی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرکے اللہ کے مقرب بندے بن سکیں اور سماج و معاشرے میں ایک باکردار انسان کی حیثیت حاصل کرسکیں۔

اللہ رب العالمین مؤلف حفظہ اللہ کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے اور اس کتاب کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، اس کے نفع کو عام کرے اور مؤلف و ناشر سمیت کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے جملہ معاونین کی مغفرت کا ذریعہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

وصلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم

خادم کتاب وسنت
محبوب عالم عبد السلام سلفی
۳۰/ نومبر ۲۰۲۴ء

پیشِ لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين. أما بعد :

ایک مسلمان جب اپنے رب کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے اس کے حکموں کی بجاآوری میں لگا رہتا ہے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھتا ہے اور اپنے رسول کی اتباع و پیروی کرتا ہے تو یقینی طور پر اس کی دنیوی زندگی مسرت و شادمانی میں گزرتی ہے اور پھر آخرت میں بھی اس کے لیے یقینی کامیابی ہوگی، لیکن جوں ہی وہ رب کی نافرمانی کرتا ہے، اپنے رسول کے فرامین سے منھ پھیرتا ہے اور گناہوں کی ڈگر پر چل نکلتا ہے تو حزن وملال، مصائب وآلام، تکالیف و آزمائش اور متعدّد پریشانیاں اسے گھیر لیتی ہیں اور نتیجے میں وہ یقینی طور پر اپنی دنیا کی تباہی و بربادی کے ساتھ اپنا آخرت بھی تباہ وبرباد کرلیتا ہے۔

ہمارے اس دور میں اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی فواحش اور بے حیائی سے متعلق بھی بہت زیادہ بے احتیاطی پائی جارہی ہے، کھلے عام لوگ فواحش ومنکرات کے مرتکب ہورہے ہیں، مسلمانوں کی اخلاقی پستی اور مسلمان عورتوں کا غیر محرم مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے، جب کہ اس طرح کے فواحش اور بے حیائی کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ افرادِ معاشرہ کی اسی بے احتیاطی اور بداعمالی کا نتیجہ وثمرہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بہت سی نت نئی بیماریاں جنم لے چکی ہیں اور آئے دن لوگ اپنی بداعمالی کی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتوں، پریشانیوں اور آزمائشوں کا شکار ہورہے ہیں اور لاعلاج بڑی بڑی بیماریاں معاشرے میں پھیل رہی ہیں، پھر بھی لوگ خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، فواحش و معصیات سے رکنے اور گناہوں سے توبہ واستغفار کرنے کے بجائے اسی میں اور بھی مست ومگن ہیں۔

اللہ رب العالمین کا بے پایاں شکر واحسان ہے کہ پیشِ نگاہ کتاب آپ قارئین کے ہاتھوں میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ زیرِ نظر کتاب کے اندر سماج و معاشرے میں پھیلے فواحش سے

متعلق تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور معاشرے میں پھیلے فواحش کی مختلف صورتوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں فواحش کی تفصیلی وضاحت کے بعد سب سے بڑی بے حیائی اور گناہِ عظیم شرک کی ہلاکت و سنگینی کو بیان کیا گیا ہے نیز معاشرے میں شرک اور بدکاری کے پھیلاؤ کی قبیح صورتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی عریانیت و بے حجابی، مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط اور میل جول اور دورِ جدید کی بے حیا کثافتوں پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب دراصل ان قسط وار مضامین کا مجموعہ ہے، جو ۲۰۰۵ء میں ماہنامہ مجلہ "نداء الصفا" ڈومریاگنج کے کئی شماروں میں شائع ہوا تھا اور اب دوبارہ اپنے چھوٹے بھائی عزیزم حافظ محبوب عالم عبدالسلام سلفی (مدیر مکتبۃ السلام) اور بعض دیگر احباب کے اصرار و ترغیب پر میں نے اسے نئے سرے سے ترتیب دیا ہے اور اس میں ضروری ترمیم و تہذیب کے ساتھ ساتھ کافی کچھ حذف و اضافہ سے کام لیا ہے۔ عزیزی موصوف سلمه اللهُ تعالىٰ ووفقه لما يحب ويرضاه نے اس کی ترتیب و تہذیب اور اس کی تیاری میں کافی محنت صرف کی ہے، کئی کئی بار پروف پڑھ کر زبان و بیان کی باریکیوں کو کافی حد تک درست کر دیا ہے نیز طرزِ استدلال اور اسلوبِ بیان میں کافی کچھ ترمیم و اضافہ کر کے اس سے فائدہ اٹھانا آسان کر دیا ہے، جس سے اس کی خوبیاں دوچند ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین!

کتاب کی تیاری میں بنیادی کوشش یہ کی گئی ہے کہ فواحش کی حرمت اور اس سے متعلق دیگر باتوں کی وضاحت کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں کی جائے اور بے جا طور پر عقل و قیاس کے گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ آیاتِ کریمہ اور احادیثِ نبویہ کی تشریح و وضاحت اور ان سے استدلال کرتے وقت مشہور کتبِ تفسیر و شروحِ حدیث کو سامنے رکھا گیا ہے، بطور خاص قرآنی آیات کی تفسیر و تفہیم کے لیے فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالسلام بُھٹوی، حافظ صلاح الدین یوسف حفظہما اللہ اور شیخ عبدالرحمان کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیروں سے کافی استفادہ کیا گیا ہے، ساتھ ہی علامہ ابن جریر طبری، حافظ ابن کثیر اور شیخ عبدالرحمان سعدی رحمۃ اللہ علیہم کی مہتم بالشان تفاسیر سے بھی کافی استفادہ کیا گیا ہے اور جا بجا ان کے حوالے بھی درج کیے گئے ہیں۔ نیز احادیث کو ان کی مراجعِ اصلیہ یا پھر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جب کہ

احادیث کی مکمل تخریج سے صرفِ نظر کیا گیا ہے، بلکہ صرف صحیحین کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اگر چہ وہ حدیث کئی کتبِ احادیث میں موجود ہی کیوں نہ ہو اور اگر مستدل حدیث کتبِ سنن وغیرہ کی روایت ہے تو ماسوا چند جگہوں کے صرف کسی ایک کتابِ حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث سے نقل کردہ احادیث کی صحت سے متعلق ماضی قریب کے محدث کبیر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات سے استفادہ کیا گیا ہے اور زیادہ تر انھیں کی تحقیق پر اعتماد کیا گیا ہے، بطور خاص شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف "سلسلة الأحاديث الصحيحة" سے احادیث کی تصحیح و تشریح کے لیے کافی مدد لی گئی ہے۔ اللہ رب العالمین جزائے خیر عطا فرمائے شیخ شفیق الرحمان ضیاء اللہ مدنی حفظہ اللہ کو جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات و مشغولیات سے وقت نکال کر کتاب کو از اول تا آخر پڑھا، اپنے مفید ملاحظات اور مشوروں سے نوازا نیز پوری دقتِ نظری سے نظرِ ثانی اور مراجعہ کی ذمہ داری نبھائی۔

کتاب کو معنوی اور صوری ہر لحاظ سے بہتر اور عام فہم بنانے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے پھر بھی بحیثیت انسان اور میری اپنی علمی کم مائیگی کے باوصف غلطیوں کا امکان موجود ہے، اس لیے قارئینِ کرام اور بالخصوص اہلِ علم حضرات سے بصد احترام گزارش ہے کہ اگر کتاب میں کہیں کوئی کمی و کوتاہی اور غلطی نظر آئے تو ضرور باخبر کریں تاکہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔ اللہ آپ کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ رب العالمین میرے تمام معاونین و مساہمین کو ان کے حسنِ تعاون اور حسنِ عمل کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے، ہمیں اخلاص اور حسنِ عمل کی دولت سے مالا مال فرمائے، میری اس ادنیٰ سی کاوش کو شرفِ قبولیت بخش کر مقبولِ عام فرمائے اور تمام قارئین کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اسے مجھ سمیت میرے والدین، اساتذۂ کرام، اولاد اور دیگر سبھی معاونین و متعلقین کے اجر و ثواب کا ذریعہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمين تقبل يا ذا الجلال والإكرام!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالبِ دعا

جمشید عالم عبد السلام سلفیؔ

01/03/2020

مقدمہ

انسانی زندگی میں سیرت وکردار کی اہمیت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران : ١٠٢) **﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِى تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾** (النساء : ١) **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾** (الأحزاب : ٧٠-٧١)

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

قرآن کریم میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

- **﴿وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى﴾** ”اور جو کوئی بھی اس کے پاس ایمان کی حالت میں آئے گا اور اس نے

نیک اعمال کیے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہیں، جن کے لیے بلند و بالا درجے ہیں۔ ہمیشگی والی جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ (ہمیش) رہیں گے اور یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک ہوا۔" [طٰہٰ:۷۵-۷۶]

- ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ﴾ "بے شک اس نے فلاح پالی، جس نے پاکی حاصل کرلی۔" [الاعلیٰ:۱۴]
- ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ "یقیناً وہ شخص کامیاب ہوا، جس نے اسے (یعنی اپنے نفس کو) پاک کیا اور یقیناً وہ نامراد ہوا، جس نے اسے خاک میں ملا دیا۔" [الشمس:۹-۱۰]

اللہ رب العزت کے مذکورہ بالا فرامین سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں سے، جس نے اپنے آپ کو فاسد عقائد و خیالات، کفر و شرک کی گندگی، اخلاقِ رذیلہ اور بُرے اعمال و کردار سے پاک و صاف کرلیا، یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی اور اس کے لیے ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والی جنت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی مکارمِ اخلاق کی تکمیل، عقائدِ حسنہ و اعمالِ صالحہ کی توضیح و تبلیغ اور نفوس کو اخلاق و کردار کی کوتاہیوں، شرک و توہمات کی آلائشوں اور ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک و صاف کرنا تھا، نیز بیش تر عبادات کا مقصود بھی تطہیر و تزکیہ ٹھہرایا گیا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ)) "یقیناً بہتر اخلاق کو پورا کرنے کے لیے میری بعثت ہوئی ہے۔"[1]

جس دور میں ہمارے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت پوری دنیا شرک و توہمات کے گرداب میں گھری ہوئی تھی، لوگ فواحش و منکرات اور شرم ناک افعال و اعمال کے خوگر تھے۔ آپ

[1] مسند احمد: ۸۹۵۲، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:۴۵

نے ان کی اصلاح فرمائی، ان کے اندر انسانی عظمت و بلندی کو بیدار کیا، نفوس کو شرک و معصیت اور رذالت و گندگی سے پاک و منزہ فرمایا۔ معاشرے کی صالحیت کے لیے عزت کی محافظت، کردار سازی، اخلاق کی بلندی، ذہن و دماغ اور عادات و اطوار کی پاکیزگی پر خاصا زور دیا، جس کی تاثیر سے عرب کی وہی وحشی و اجڈ قوم اس قدر مہذب و سلیقہ مند ہوئی اور اسی منتشر و بدحال معاشرہ میں امن و سکون، الفت و یگانگت اور طہارت و پاکیزگی کی ایسی فضا قائم ہوئی کہ چشمِ فلک نے ویسا ماحول اور ویسی شخصیات کا آج تک مشاہدہ نہیں کیا۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زمانہ جس قدر گزرتا گیا لوگوں کے اندر اخلاقی گراوٹ پیدا ہونے لگی، بے حیائی و عریانیت عام ہو گئی، بدعات و خرافات کا زور بڑھا اور آج جب کہ ہم پندرہویں صدی ہجری میں سانس لے رہے ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو وفات پائے ہوئے تقریباً چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، دنیا ترقیوں کی معراج پر ہے، نت نئی ایجادات و اختراعات ہو رہی ہیں، رہنے سہنے کے لیے ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں، کہنے کو تو یہ دور ترقی یافتہ دور ہے، علمی تفوق و برتری کا دور ہے، سائنسی تحقیق و ریسرچ کا دور ہے، مگر دورِ حاضر میں بیش تر ممالک کے اندر اور خود مسلم سماج و معاشرے کے اندر زمانۂ جاہلیت کی وہی قدیم بیماریاں پھر سے لوٹ آئی ہیں، اخلاقی حدبندیاں پامال ہو رہی ہیں، عفت و عصمت سرِ بازار نیلام ہو رہی ہے، خواہشِ نفس کی طلب میں آرام کوشی، شراب نوشی، ہم جنس پرستی، بے حجابی، لہو و لعب اور فواحش و منکرات کی بہتات ہے اور ہر کوئی ایک دوسرے سے تخویف و بے اعتمادی کا شکار ہے، اس لیے ایسے پُرفتن اور نازک دور میں نفوسِ انسانی کے تزکیہ و تطہیر کی بڑی ضرورت ہے۔

اوپر کی آیات میں دل و نفس کو اخلاقِ رذیلہ اور شرک و معصیت کی آلودگیوں سے پاک و صاف رکھنے والوں کے لیے فوز و فلاح کی بات کہی گئی ہے اور بطور انعام ہمیشگی والی پُرآسائش جنت دینے کی بشارت دی گئی ہے، اس لیے ہمیں ہر طرح کی ظاہری و باطنی فواحش اور آلودگیوں سے پاک و مطہر

ہو کر حصولِ جنت کی تگ و دو کرنی چاہیے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انعام و اکرام سے نوازنے کے لیے تیار ہے بس کوشش اور طلب کی ضرورت ہے۔

آج معاشرے کے اندر ''فواحش'' کا جو سیلاب آیا ہوا ہے اور اس کے پھیلاؤ کی جو عام صورتِ حال ہے، اس کا سبب لوگوں کے اندر غیرت و حمیت، شرم و حیا، تقدس و عزتِ نفس اور حسنِ اخلاق کا نہ پایا جانا اور زندگی کے تمام تر معاملات میں اسلامی تعلیمات سے دوری اختیار کرنا ہے۔ کھلم کھلا فواحش کے مرتکبین، خواہشِ نفس کے غلام اور شیطانِ لعین کے پیرو ہوتے ہیں اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہے، کیوں کہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے فواحش و منکرات اور بُرے اعمال و افعال سے اجتناب و دوری اختیار کرنا لازمی شرط ہے۔ کامل تزکیہ، مکمل طہارت، اخلاق و کردار کی صالحیت، فکر و نظر کی بلندی اور عظمت و وقار کی بازیابی اعمالِ حسنہ کی تعمیل اور بُرے اعمال سے اجتناب و دوری ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

اخلاق کی بلندی و عمدگی کا حصول اور اخلاقی گراوٹ سے اجتناب و دوری اختیار کرنا انسان کا لازمی فریضہ ہے، کیوں کہ انسان اس کے بغیر نہ کمالِ انسانیت کو پا سکتا ہے اور نہ اس کی زندگی میں استحکام و مضبوطی آ سکتی ہے، بلکہ ایسا شخص انسانیت سے عاری ڈھلمل یقین سمجھا جاتا ہے۔ کسی بھی انسان کی حقیقت و حیثیت کی پرکھ اس کے عادات و اطوار سے کی جاتی ہے۔ انسان جتنا ہی اعلیٰ اخلاق اور عمدہ خصائل و عادات کا مالک ہو گا، وہ اتنا ہی مہذّب اور ذی مرتبت سمجھا جائے گا۔ ایک تہذیب یافتہ اور بااخلاق شخص کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی بے ہودگی اور ناشائستہ حرکات و سکنات سے دور ہو گا۔ کذب و افترا، بے حیائی و فحاشی، بری عادات و اطوار، گالی گلوچ، کینہ و کپٹ، غیبت و چغل خوری اور ہر طرح کی برائیوں سے گریزپا ہو گا یعنی اخلاقِ حسنہ کا خوگر اور نیکیوں کی طرف مائل ہو گا۔ پروفیسر عطیہ الابراشی کے بقول:

''مہذب آدمی عدل و انصاف کا دامن کبھی نہیں چھوڑتا، شر کی طرف کبھی مائل نہیں ہوتا، نہ محبت

میں مبالغہ کرتا ہے، نہ دشمنی میں انتہا کو پہنچتا ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ برائیوں کا ذکر کرے اور اچھائیوں کو بھول جائے۔ وہ کسی پر حسد نہیں کرتا، ناگوار باتوں کو گوارا کرلیتا ہے، غم کی پروا نہیں کرتا کہ اس سے کسی کو مفر نہیں، موت سے گھبراتا نہیں کہ وہ بہر حال آنی ہے۔"[1]

اس کے بالمقابل بداخلاق، وحشی اور غیر مہذب شخص میں ہر طرح کی برائیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہیں، بدخو و بدکردار ہوا کرتا ہے اور ہمیشہ نِت نئی برائیوں کے کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسا شخص لباسِ حیا سے ننگ وعاری ہوتا ہے اور بے حیا ہونے کی وجہ سے جو جی میں آتا ہے کر گزرتا ہے، اسے نہ کسی ملامت کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ وہ اللہ سے خوف کھاتا ہے۔ جیسا کہ نبوی فرمان ہے:

((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) "بے شک پہلی نبوتوں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ ہو تو جو جی میں آئے وہ کرو۔"[2]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ))

"جس چیز میں فحش یعنی بے حیائی ہوگی وہ اسے عیب دار بنادے گی اور جس چیز میں حیا ہوگی وہ اسے خوب صورت بنادے گی۔"[3]

موجودہ دور کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ شرم وحیا سے عاری لوگ بھی اپنے آپ کو سب سے بڑا مہذب انسان سمجھتے ہیں اور اپنے بُرے کرتوت کو صحیح و درست ثابت کرنے کے لیے مہذب اور خوش نما لیبل کا استعمال کرتے ہیں، جب کہ ناموں کی تبدیلی سے کسی بھی شے کی حقیقت و حیثیت بدلا نہیں کرتی ہے۔ در حقیقت حیا ایک ایسی ایمانی صفت ہے، جو انسان کو نیکی کی طرف مائل کرتی ہے، شریفانہ

[1] فلسفۂ تعلیم و تربیت ص:۸۳ [2] صحیح بخاری: ۶۱۲۰، ۳۴۸۴، ۳۴۸۳

[3] سنن ترمذی: ۱۹۷۴، سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۵، مسند احمد: ۱۲۶۸۹، السراج المنیر ۲/ ۱۰۷۵

عادات و اطوار کو اپنانے پر ابھارتی ہے، اسے مہذب اور باسلیقہ بناتی ہے اور برائیوں نیز اخلاق سے گری ہوئی خلافِ مروّت کاموں سے روکتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ علماء کے حوالے سے حیا کے متعلق لکھتے ہیں:

”قَالَ العلماءُ : حَقِيقَةُ الحَيَاءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى تَرْكِ القَبِيحِ، وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الحَقِّ. وَرَوَيْنَا عَنْ أَبِي القاسم الْجُنَيْدِ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: الحَيَاءُ: رُؤْيَةُ الآلاءِ – أَيْ النِّعَمِ – ورُؤْيَةُ التَّقْصِيرِ، فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمَّى حَيَاءً“ ”علماء کہتے ہیں کہ حقیقت میں حیا ایسے کردار کا نام ہے، جو قبیح چیزوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرے اور صاحبِ حق کو حق پہنچانے میں سرزد ہونے والی کمی و کوتاہی سے روکے۔ ہم نے ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ: نعمتوں اور کوتاہیوں کو دیکھ لینے کا نام حیا ہے، چناں چہ ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی حالت کو حیا کہتے ہیں۔“[1]

اسی لیے احادیث میں حیا کو ایمان کا جزو، اسلام کا اخلاق اور سراپا خیر ہی خیر قرار دیا گیا ہے کہ جس طرح ایمان کی وجہ سے مومن شخص برائیوں سے دور رہتا ہے اور اس کا ایمان اسے برائیوں سے روکنے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح حیا بھی انسان کو فواحش و منکرات اور معاصی و سیئات سے دور رکھتی ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ)) ”حیا سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے۔“[2]

مطلب یہ کہ حیا قابلِ تعریف ایمانی وصف ہے، یہ اپنے ساتھ خیر ہی خیر لے کر آتی ہے اور اس کی وجہ سے کسی حیادار شخص کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ حیا اور ایمان کو ایک دوسرے کا قرین قرار دیا گیا ہے کہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں، ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا متقاضی ہے اور ایک کا نہ پایا جانا دوسرے کے نہ پائے جانے کو مستلزم ہے، یعنی اگر انسان کے اندر ایمان پائی جاتی ہے تو اس

[1] ریاض الصالحین مع ترجمہ و فوائد ۱/ ۵۷۵

[2] صحیح بخاری: ۶۱۱۷، صحیح مسلم: ۳۷

میں حیا بھی ہو گا اور اگر ایمان نہیں ہے تو حیا بھی نہیں ہو گا، اسی طرح انسان اگر حیا کے جوہر سے متّصف ہے تو ایمان بھی اس کے اندر ہو گا اور اگر حیا نہیں ہے تو ایمان بھی اس کے اندر نہیں ہو گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْحَيَاءَ وَالإِيْمَانَ قُرِنا جميعًا، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الآخَرُ))

"بے شک حیا اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں، جب ان دونوں میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔"[1]

انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا، وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ)) "ہر دین کے لیے ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔"[2]

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ، وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ))

"حیا اور کم گوئی ایمان کی دو شاخیں ہیں، جب کہ بد کلامی اور کثرتِ کلام نفاق کی دو شاخیں ہیں۔"[3]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث کے تحت حدیث میں وارد الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الْعِيُّ کا معنی کم گوئی اور الْبَذَاءُ کا معنی فحش گوئی کے ہیں، نیز الْبَيَانُ کا معنی کثرتِ کلام ہے، مثلاً وہ مقررین جو لمبی تقریریں کرتے ہیں اور لوگوں کی تعریف میں ایسی فصاحت بگھارتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔"

حدیث میں حیا کو ایمان کی ایک شاخ قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ – أَوْ: بِضْعٌ وَسِتُّونَ – شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا

---

[1] مستدرک حاکم، شعب الإیمان للبیہقی، بحوالہ: السراج المنیر ۲/ ۱۰۷۳

[2] سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۹۴۰ [3] ترمذی: ۲۰۲۷، مسند أحمد: ۲۲۳۱۲، السراج المنیر ۲/۱۰۷۴

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ))
"ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شعبے ہیں اور ان میں سب سے افضل "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرنا ہے اور سب سے چھوٹا کسی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔"[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک انصاری آدمی کے پاس سے ہوا اس حال میں کہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا، اسے ملامت کر رہا تھا کہ تم بہت شرماتے ہو، گویا وہ کہہ رہا تھا کہ تم اس کی وجہ سے اپنا نقصان کر لیتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا:
((دَعْهُ، فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ)) "اسے چھوڑ دو، کیوں کہ حیا ایمان سے ہے۔"[2]

مذکورہ بالا احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوا کہ حیا ایمان کا جزو اور ایمان کا حصہ ہے، حیا کے بغیر انسان کمالِ ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا، حیا وہ صفت ہے، جو انسان کو نیکیوں کی راہ پر گامزن کرتی ہے، برائیوں سے متنفر اور اس سے گریزاں رہنے کی تاکید کرتی ہے، اس لیے ہمیں حیا کی صفت کو اپنانی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ صفتِ حیا کو پسند فرماتا ہے اور جس خوبی کو اللہ پسند فرمائے اس کی عظمت و فضیلت کا کیا کہنا۔ یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو میدان میں بغیر تہ بند کے غسل کرتے ہوئے دیکھا تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر آپ نے فرمایا:
((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ)) "یقیناً اللہ عزوجل حیادار اور پردہ پوشی کرنے والا ہے، حیا اور پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے، لہذا جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے تو چاہیے کہ وہ پردہ پوشی کرے۔"[3]

حیا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور وہ حیا کو پسند کرتا ہے، اس لیے ہمیں اللہ سے اسی طرح حیا کرنی

[1] صحیح مسلم:۳۵
[2] صحیح بخاری:۶۱، ۶۱۱۸، صحیح مسلم:۳۶
[3] سنن ابوداود:۴۰۱۲، نسائی:۴۰۶، السراج المنیر۱۳۲۶/۲

چاہیے جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ اس کی وضاحت ایک حدیث میں کی گئی ہے، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**اسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ**)) قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلَّهِ. قَالَ: ((**لَيْسَ ذَاكَ، وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى، وَتَتَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَالْبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ**)) "اللہ سے حیا کرو، جیسا اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔" ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ سے حیا کرنے کا جو حق ہے وہ یہ ہے کہ تم سر اور اس میں جتنی چیزیں ہیں ان سب کی حفاظت کرو اور پیٹ اور اس کے متعلق جو چیزیں ہیں ان کی حفاظت کرو اور یہ کہ تم موت اور بوسیدہ ہو جانے کو یاد کیا کرو اور جسے آخرت کی چاہت ہو وہ دنیا کی زیب و زینت کو ترک کر دے، پس جس کسی نے ایسا کیا تو اس نے اللہ سے ایسے حیا کیا، جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔"[1]

دنیاوی زیب و زینت اور دنیا داری سے بچتے ہوئے اللہ کی حرام کردہ امور سے بچا جائے یہی اللہ سے حیا کرنے کا مطلب ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حیا ایسی صفت و خوبی نہیں ہے کہ خیر کو انجام دینے کے لیے مانع ہو، اگر کسی کی ظاہری حیا شرعی امور کی تعلیم و تعلم اور اس کی ادائیگی میں آڑے آئے اور انسان کو اوامر و واجبات کی ادائیگی سے روک دے اور شرم و حیا کو بنیاد بنا کر انسان اپنے عمدہ خصائل و عادات کا اظہار نہ کر سکے تو وہ قابلِ مذمت ہے اور اسے حیا نہیں بلکہ خجالت اور بزدلی کہتے ہیں اور اس طرح کا معاملہ انسان کے اندر مروّت، خود اعتمادی اور جرأت نہ پائے جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حق کے اظہار و استفسار اور دینی امور کو جاننے کے سلسلے میں حیا آڑے نہیں آنا چاہیے، بلکہ بلا

[1] سنن ترمذی: ۲۴۵۸، السراج المنیر ۲/ ۱۰۷۳

جھجھک حق کو جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ، لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ)) ”انصار کی عورتیں کتنی اچھی عورتیں ہیں کہ حیا انھیں دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکتی۔“[1]

ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)) ”اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ حق بات سے حیا نہیں کرتا، کیا عورت پر غسل ہے جب وہ محتلم ہو؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اگر وہ منی کو دیکھے۔“[2]

اللہ رب العزت کا بے پایاں شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم انسانوں کو ایسی فطرت و طبیعت ودیعت کر رکھی ہے، جو ہمیں برائیوں سے آگاہ و متنبہ کرتی ہے، فواحش و منکرات کو انجام دینے سے بچاتی ہے اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب دلاتی ہے، یعنی کہ فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ برائیوں سے دور رہے، بے حیائی کے قریب نہ جائے اور حسنات کی طرف مائل ہو۔ یہ اور بات ہے کہ انسان کسی روک ٹوک اور احساس کے بغیر شعوری یا غیر شعوری طور پر روز افزوں برائیوں میں لت پت ہوتا چلا جائے، جس کی وجہ سے اس کی قوتِ حس اور ضمیر ہی مردہ ہو جائے اور برائیاں اسے خوبی معلوم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ)) ”نیکی اچھے اخلاق کو کہتے ہیں اور گناہ وہ ہے، جو تیرے سینے میں کھٹک پیدا کرے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔“[3]

[1] صحیح مسلم: ۳۳۲، ورواہ البخاری فی کتاب العلم باب الحیاء فی العلم معلقاً [2] صحیح بخاری: ۶۱۲۱ [3] صحیح مسلم: ۲۵۵۳

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''پس آپ یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں۔ اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' [الروم:۳۰]

آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقی طور سے ہر انسان کی فطرت، توحید و اسلام اور اطاعتِ الٰہی کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس میں اچھائیوں کے قبول کرنے کی خو پائی جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ ماحول کی خرابی، تربیتِ صحیحہ کے فقدان اور مسلسل گناہوں کی آلائش میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے انسانی فطرت کی آواز دب جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ)) ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''[1]

مطلب یہ کہ بچہ جیسا ماحول اور جیسی تربیت پاتا ہے وہ اسی میں ڈھل جاتا ہے۔ اگر اس کی اچھی تربیت کی جاتی ہے تو وہ اچھی خوبیوں کا مالک ہوتا ہے اور اگر غلط ڈھنگ سے اس کی تربیت کی جاتی ہے تو وہ برائیوں کا عادی اور خوگر ہو جاتا ہے۔

الغرض انسان کو اپنی فطرت کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہمہ وقت حسنِ اخلاق اور افعالِ حسنہ کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اسی کو اپنی عادت بنا لینی چاہیے۔ کتاب و سنت میں جن اچھائیوں کا حکم دیا گیا ہے انھیں بجا لایا جائے اور اسی کو ترجیح دی جائے نیز جن برائیوں سے روکا گیا ہے ان سے دور

[1] صحیح بخاری:۱۳۵۸، ۴۷۷۵، صحیح مسلم:۲۶۵۸

رہا جائے، یہی حسنِ خلق کا مطلب ہے۔

حسنِ اخلاق کو اپنانے کے سلسلے میں ہمارے لیے ہمارے رہبر و رہنما اور اسوہ و قدوہ رسولِ کریم ﷺ عمدہ و بہترین اور قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ قرآنی شہادت کے مطابق آپ ﷺ اخلاق کے عمدہ اور بلند ترین مرتبہ پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ ”اور بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبے پر ہیں۔“[1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبوی اخلاق کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

((أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَتْ: فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ الْقُرْآنَ)) ”کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ (قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یقیناً نبی ﷺ کا خُلق قرآن تھا۔“[2]

مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم کا عملی نمونہ تھا، بلکہ پورا کا پورا قرآن ہی آپ کا اخلاق تھا، چناں چہ نبی کریم ﷺ نے اعلیٰ سیرت و اخلاق کا عمدہ نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي: أُفٍّ، وَلَا: لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا: أَلَّا صَنَعْتَ؟)) ”میں نے دس سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا، نہ کبھی یہ کہا: یہ کام تم نے کیوں کیا؟ اور نہ یہ کہا: تم نے کیوں نہیں کیا؟“[3]

یہ حسنِ اخلاق اور عمدہ کردار کی بلند ترین مثال ہے کہ اس قدر لمبی مصاحبت اور ہم نشینی کے باوجود رسول کریم ﷺ نے کبھی انھیں اُف تک نہیں کہا، ڈانٹنا تو دور کی بات ہے، جب کہ وہ ابھی بچے تھے اور روز مرہ کے معمولات میں ضرور ان سے بھول چوک ہوتی رہی ہوگی اور اس قدر عمدہ اخلاق

[1] سورۃ القلم:۱۰ [2] صحیح مسلم:۷۴۶ [3] صحیح بخاری:۶۰۳۸ وغیرہ، صحیح مسلم:۲۳۰۹

وکردار کے وصف سے متّصف ہوتے ہوئے بھی نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنے اخلاق کی درستی کے طلب گار رہتے تھے۔ چناں چہ رات کی نماز کی دعائے استفتاح میں آپ یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

((.....وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ.....)) ".....اور اخلاقِ حسنہ کی طرف میری رہنمائی فرما، صرف تو ہی اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے اور اخلاق قبیحہ کو مجھ سے دور فرمادے، صرف تو ہی مجھ سے برے اخلاق کو پھیر سکتا ہے۔....."[1]

حسنِ اخلاق سے متعلق نبی کریم ﷺ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي)) "اے اللہ! تو نے میری تخلیق اچھی فرمائی ہے اس لیے میرے اخلاق کو بھی اچھا بنادے۔"[2]

لہذا ہمیں بھی اپنے نبی کی اتباع کرنی چاہیے اور اپنے اخلاق کو نبوی اخلاق وکردار کے مطابق درست رکھتے ہوئے اس کی درستی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔

انسانی زندگی میں پاک وصاف سیرت وکردار کی بڑی اہمیت ہے، جس کا اخلاق وکردار جس قدر بلند ہوگا وہ اُتنا ہی معتبر اور ذی وقار ہوگا۔ روز مرہ کی زندگی میں جہاں اور دیگر وسائلِ حیات ماند پڑ جاتے ہیں وہاں کردار کی بلندی کام آتی ہے۔ کہتے ہیں زبان شیریں ملک گیری زبان ٹیڑھی ملک بانکا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا، وَلَا مُتَفَحِّشًا. وَكَانَ يَقُولُ) : ((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا))

"نبی ﷺ نہ تو طبعًا بدگو تھے اور نہ بہ تکلف بدگوئی کرنے والے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے: "تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو تم میں اخلاق میں سب سے اچھے ہوں۔"[3]

[1] صحیح مسلم:۷۷۱ [2] مسند احمد:۳۸۲۳، السراج المنیر ۲/۱۰۷۵ [3] صحیح بخاری:۳۵۵۹، ۶۰۳۵، صحیح مسلم:۲۳۲۱

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُونَ، وَالْمُتَشَدِّقُونَ، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ؟ قَالَ: الْمُتَكَبِّرُونَ)) ''یقیناً میرے نزدیک (دنیا میں) تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے، جو سب سے اچھے اخلاق والے ہیں، اور (دنیا میں) میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور فضول بولنے والے، زبان دراز اور تکبر کرنے والے ہوں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ہم نے ''ثرثارون'' (باتونی/فضول بک بک کرنے والوں) اور ''متشدقون'' (لمبی چوڑی گفتگو کرنے والوں) کو تو جان لیا، مگر یہ ''متفیہقون'' کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تکبر کرنے والے۔''[1]

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللهَ عَزَّ وجلَّ كَرِيمٌ يُحِبُّ الكَرَمَ وَمَعاليَ الأَخْلاقِ ويُبْغِضُ سَفْسَافَها)) ''یقیناً اللہ عزوجل مہربان ہے، مہربانی اور بلند اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور برے (گھٹیا) اخلاق سے نفرت کرتا ہے۔''[2]

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ)) ''میں اس شخص کے لیے جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں، جس نے لڑائی جھگڑا چھوڑ دیا اگرچہ وہ حق پر ہو اور اس شخص کے لیے جنت

[1] جامع ترمذی: ۲۰۱۸، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۷۹۱
[2] مستدرک حاکم سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۱۳۷۸

کے بیچوں بیچ میں ایک گھر کا ضامن ہوں، جس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا اگرچہ وہ ہنسی مذاق ہی میں ہو، اور اس شخص کے لیے جنت کے بلند ترین حصے میں ایک گھر کا ضامن ہوں، جس نے اپنے اخلاق کو اچھا کیا۔"[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا)) "مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے، جو ان میں سب سے بہتر اخلاق والا ہے۔"[2]

مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں سب سے اچھا، ایمان میں سب سے کامل اور روزِ قیامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا، جو لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، عفو و درگزر اور صبر و تحمل سے کام لے، کسی بھی حال میں تہذیب و شائستگی کا دامن نہ چھوڑے، جو خود اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے، جس کے اخلاق و کردار سب سے اچھے ہوں، جس کے عادات و اطوار کتاب و سنت کے مطابق ہوں۔ اور ایسا شخص اپنے حسنِ اخلاق و کردار کے ذریعے بڑے بڑے معرکے سر کرلیتا ہے اور اپنے حسنِ کردار کے ذریعہ اپنے مخالف کو بھی اپنا ہم نوا بنالیتا ہے اور جب اخلاق بگڑتا ہے تو دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ اسی لیے لوگوں کو حسنِ اخلاق سے پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((اتَّقِ اللَّهِ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ)) "اللہ سے ڈرو، جہاں کہیں بھی رہو اور برائی (ہو جانے) کے بعد نیکی کرو، نیکی برائی کو مٹادیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔"[3]

[1] سنن ابوداود: ۴۸۰۰، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۷۳
[2] سنن ابوداود: ۴۶۸۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۸۴
[3] سنن ترمذی: ۱۹۸۷، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۳۷۳

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَفْشِ السَّلَامَ وابْذُلِ الطَّعَامَ وَاسْتَحْيِ مِنَ اللهِ استحياءَكَ رجُلاً مِن أهلِكَ، وَإِذَا أَسأَتَ فَأَحْسِنْ، ولْتُحَسِّنْ خُلُقَكَ مَا استَطَعْتَ)) ''سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ اور اللہ سے اس قدر حیا کرو، جتنا کہ تم اپنے گھر کے ایک فرد سے کرتے ہو۔ اور جب تم سے برائی ہو جائے تو فوراً نیکی کرو اور تم سے جس قدر ہو سکے اپنے اخلاق کو اچھا بناؤ۔''[1]

دعوتی میدان میں بھی خواہ تکلم و خطابت کے ذریعے ہو یا تحریر و نگارش کے ذریعے ہو، مدعو کو جس قدر زبان و بیان کی حلاوت، سیرت و کردار کی بلندی اور اخلاق کی عمدگی سے متاثر کیا جا سکتا ہے، اِس کے بالمقابل اور دیگر وسائل اُتنا زود اثر نہیں ہوتے۔ کردار کی پختگی، انسانی شخصیت میں چار چاند لگا دیتی ہے اور اخلاق و کردار کی پستی، شخصیت کی وجاہت کو زمیں بوس کر دیتی ہے۔ انسان کو جو عزت و سربلندی حاصل ہوتی ہے اس میں کردار کا نمایاں رول ہوتا ہے۔ آدمی دنیاوی ترقی کے منازل چاہے جس قدر طے کر لے، اوج و بلندی کے جس مقام پر بھی پہنچ جائے، مگر سیرت و کردار کی درستی کے بغیر اس کی ظاہری کامیابی کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہوتی۔ آدمی کا اخلاق و کردار، اس کی شخصیت کی پہچان ہے، اس کی زندگی کا قیمتی گوہر ہے، اس کے بلند ترین حوصلوں کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہے اور اس کی حقیقی حیثیت کو متعیّن کرنے کا بے نظیر پیمانہ ہے۔ اِس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی شخصیت کو معتبر و باوقار بنائیں اور ہر طرح سے اپنی سیرت و کردار کو بلند کرنے کے لیے کوشاں رہیں، اخلاقی گراوٹ سے بچیں، لوگوں کے ساتھ بھلائی کریں، خندہ پیشانی سے ملیں، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں، سخت کلامی سے پرہیز کریں، مسکراہٹ اپنا شیوہ بنائیں، کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو ہمیشہ کے لیے ہماری شخصیت میں گھن لگا دے، معمولی معمولی باتوں پر آپس میں بغض و عداوت کی فضا نہ قائم کریں، فواحش و منکرات کے قریب نہ جائیں، ہر طرح کی معاشرتی برائی، درشت مزاجی،

[1] اخرجہ البزار، دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۳۵۵۹

بدکلامی، فحش گوئی سے دور رہتے ہوئے اِن صفات سے متّصف لوگوں سے بھی ربط و تعلق نہ رکھیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنَّكَمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بأموالِكُمْ، ولكنْ يَسَعُهم مِنْكُم بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الخُلُقِ)) ''یقیناً تم لوگ اپنے مالوں کے ذریعہ لوگوں میں رسائی نہیں حاصل کر سکتے ہو، لیکن خندہ روئی اور حسنِ اخلاق کے ذریعہ ان کے یہاں رسائی حاصل کر سکتے ہو۔''[1]

عام طور پر انسانوں میں اخلاقی گراوٹ، فحش گوئی اور فحش کاری کی وجہ سے آتی ہے اور شریعتِ اسلامیہ نے ان دونوں سے اور ان کے اسباب و دواعی سے بھی منع فرمایا ہے۔ گویا انسان کا کردار صرف دو چیزوں سے بگڑتا ہے: ایک زبان اور دوسرے شرم گاہ، ہر طرح کی برائی کا صدور اِنہی دونوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اس لیے ان دونوں کی حفاظت انتہائی ناگزیر ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں ان دونوں پر کنٹرول حاصل ہے اور وہ ان کی حفاظت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اگر ہم ان دونوں پر کنٹرول رکھ لیں تو ہر طرح کی برائی سے بچ جائیں گے۔ زبان کے غلط استعمال اور شرم گاہ کی بے راہ روی سے بچیں تو ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت کی حقیقی کامیابی بھی یقینی طور پر محفوظ ہو جائے گی۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ)) ''قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسنِ خلق سے بڑھ کر وزنی کوئی اور چیز نہیں ہوگی اور بے شک اللہ فاحش اور بدگو سے نفرت کرتا ہے۔''[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل انسانوں کو جنت میں لے جانے کا بہ کثرت سبب بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ)) ''اللہ کا خوف اور اچھے اخلاق۔'' نیز پوچھا گیا کہ کون سا عمل لوگوں کو جہنم میں لے جانے کا بہ کثرت سبب بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الْفَمُ

[1] مسند ابویعلیٰ و بزار، بحوالہ: السراج المنیر ۲/۱۰۷۶

[2] سنن ترمذی: ۲۰۰۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۸۷۶

وَالْفَرْجُ)) ”منہ اور شرم گاہ۔“[1]

یعنی جنت میں جانے کا بہ کثرت سبب جہاں اللہ کا خوف و ڈر اور حُسنِ اخلاق بنے گا، وہیں بداخلاقی اور بدفعلی جہنم میں جانے کا بہ کثرت سبب بنے گی، کیوں کہ جن کے زبان کا ٹانکا ٹوٹ جاتا ہے، ان کے دیدے کا پانی بھی مر جاتا ہے اور پھر کترنی زبان پر بندش لگانا مشکل ہی نہیں محال ہو جاتا ہے اور جن کے شہوانی ہوس کی آگ جل اٹھتی ہے پھر وہ بجھائے نہیں بجھتی اور انسان کارِ بد کا عادی مجرم بن جاتا ہے۔ تو پھر ان دونوں کو بے لگام چھوڑنا جہنم میں جانے کا بہ کثرت سبب کیوں کر نہ بنے؟ مومن کے صفات اور خوبیوں کی وضاحت کرتے ہوئے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ)) ”مومن طعن و تشنیع کرنے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا وفحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا ہے۔“[2]

انسانوں کو زبانی آفتوں سے محفوظ و سالم رکھنے ہی کے لیے قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں بار بار اس بات کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ ہر انسان کے ساتھ نگراں فرشتے ہوتے ہیں، جو انسان کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو ریکارڈ کرتے رہتے ہیں اور چھوٹے بڑے تمام اعمال کو لکھتے رہتے ہیں، علاوہ ازیں بروزِ محشر اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء کو قوتِ گویائی عطا فرمائے گا اور انسان کے خود اپنے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَٰفِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾

”حالاں کہ بے شک تم پر نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت معزز ہیں، اعمال لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں، جو کچھ تم کرتے ہو۔“ [الانفطار:١٠-١٢]

- ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

[1] سنن ترمذی:٢٠٠٤، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:٩٧٧

[2] سنن ترمذی:١٩٧٧، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:٣٢٠

أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ ”اور کسی ایسی چیز کے پیچھے مت پڑو جس کے بارے میں تمھیں کوئی علم نہ ہو، کیوں کہ یقیناً کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔“ [الاسراء:٣٦]

- ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ”آج ہم ان کے منھوں پر مہر لگادیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے، جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔“ [یٰسین:٦٥]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ”ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ہنسے اور آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (قیامت کے دن) اپنے رب کے ساتھ، بندے کی گفتگو سے ہنسا ہوں۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ (اللہ) فرمائے گا: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کہے گا: مجھے اپنی ذات کے خلاف اپنے سوا کسی اور کی گواہی منظور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر اللہ فرمائے گا: آج کے دن تیرے خلاف تیری ہی گواہی اور کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر اس کے منھ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا: ”تم بولو!“ آپ نے فرمایا: تو وہ اس کے سبھی اعمال کے بارے میں بولیں گے۔ آپ نے فرمایا: پھر بندہ اور اس کے اعضا کے مابین بولنے کی اجازت دی جائے گی۔ تو وہ بندہ اپنے اعضا سے کہے گا: دور ہو جاؤ، تمھاری بربادی ہو، میں تو تمھارا ہی دفاع کیا کرتا تھا۔“[1]

اِس لیے ضروری ہے کہ کجی وانحراف سے دور رہ کر اللہ رب العالمین کا تقویٰ اختیار کیا جائے، حق و صداقت پر مبنی سچی و سیدھی بات کی جائے، فحش گوئی اور کذب بیانی سے دوری اختیار کی جائے، زبان

[1] صحیح مسلم:٢٩٦٩

کو لگام دیا جائے اور سچوں کی رفاقت و ہم نشینی اختیار کی جائے۔کتاب و سنت میں بارہا ان باتوں کی تلقین کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔“ [الاحزاب:۷۰]
- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔“ [التوبۃ:۱۱۹]

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ اور اوپر کی ذکر کردہ احادیثِ نبویہ میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی جو بات کہی گئی ہے، وہ بہت ہی اہم ہے۔اگر آدمی تقویٰ اختیار کر کے متقی بن جائے تو فواحش و منکرات اور ہر طرح کی پھیلی برائیاں جڑ ہی سے ختم ہو جائیں گی اور انسان ان کا مرتکب ہی نہیں ہوگا۔تقویٰ نام ہے، دل کی اس کیفیت کا کہ آدمی اپنے ہر عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے اور اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزارے اور دنیا کے بجائے آخرت کی حقیقی زندگی کو اپنے پیشِ نگاہ رکھے۔جناب طلق بن حبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”التقویٰ أن تعمل بطاعة الله رجاء رحمة الله علیٰ نور من الله، وأن تترك معصية الله علیٰ نور من الله تخاف عقاب الله“ ”تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ تو اللہ کی اطاعت، اللہ کی دی ہوئی روشنی کے مطابق کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے اور اللہ کی نافرمانی، اللہ کی دی ہوئی روشنی کے مطابق ترک کر دے، اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے۔“[1]

تقویٰ کے بارے میں ایک عربی شاعر عبداللہ ابن المعتز کہتے ہیں:

خَلِّ الذُّنوبَ صَغِيرَها ... و كَبِيرَها ذاك التُّقىٰ
واصنَعْ كماشٍ فَوقَ أَرْ ... ضِ الشَّوكِ يَحْذَرُ مَا يَرىٰ
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرةً ... إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصىٰ

[1] تفسیر ابن کثیر ۱/۱۲۳

”چھوٹے اور بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دو یہی تقویٰ ہے۔ ایسے رہو جیسے کانٹوں والی راہ پر چلنے والا انسان بچ بچا کر چلتا ہے۔ چھوٹے گناہ کو بھی ہلکا نہ جانو، بے شک پہاڑ کنکروں ہی سے بنتا ہے۔“

دنیا و جہان کی کامیابی کے لیے زبان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ بے حیائی سے بچتے ہوئے شرم گاہوں کی حفاظت کرنا اور شہوانی خواہشات پر کنٹرول رکھنا بھی ضروری ہے۔ کامیابی سے ہم کنار ہونے والے مومنین کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۞ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۞ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۞ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۞ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۞ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۞ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾

”یقیناً کامیابی حاصل کرلی ایمان والوں نے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغویات سے منھ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور ان (کنیزوں) کے جو اُن کی ملکیت میں ہیں، تو یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔“ [المومنون:۱-۷]

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَوَكَّلَ لِي مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، تَوَكَّلْتُ لَهُ بِالْجَنَّةِ)) ”جو شخص مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (شرم گاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت میں جانے کی ضمانت دیتا ہوں۔“[1]

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح بخاری: ۶۸۰۷، ۶۴۷۴

((مَنْ وَقَاهُ اللَّهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) ”جس کو اللہ نے اس زبان کی شر سے بچالیا، جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے اور جسے اس شرم گاہ کے شر سے بچالیا، جو اس کے دو پیروں کے درمیان ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“[1]

زبان و شرم گاہ کے غلط استعمال یعنی فواحش سے بچنے پر زبانِ نبوی سے کتنی عظیم بشارت دی گئی ہے کہ اگر بندہ ان کی گمراہیوں اور ان کے فتنوں اور آزمائش سے اپنے آپ کو بچالے تو زبانِ نبوی سے اس کے لیے دخولِ جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، مگر افسوس صد افسوس! کہ آج ہمارے معاشرے میں فواحش و منکرات کی بہتات ہے اور کم ہی لوگ ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ اور ان کی قوم کے احوال کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر نبی کی قوم اپنے اپنے نبیوں کو ہر ممکن طریقے سے تکلیف و اذیت دینے کی کوشش میں لگی رہی اور اس کے لیے کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں کیا، انھیں مجنون، پاگل، دیوانہ، ساحر اور مسحور جیسے برے القاب و خطابات سے نوازا، مگر انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت و کردار کا یہ پہلو نمایاں رہا ہے کہ وہ سیرت و کردار، خوش اخلاقی اور بلند کرداری کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، ان کی زندگی کا کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ ان سے قول و کردار میں کسی طرح کی کمی اور سقم آیا ہو اور یہ حقیقتِ واقعہ ہے کہ لاکھ دشمنی کے باوجود قوم والوں کی طرف سے ان کی سیرت و کردار پر انگشت نمائی نہیں کی گئی، مگر بڑے دکھ و افسوس کی بات ہے کہ اس انبیائی وصف کی پیروی کرنے سے ہماری اکثریت محروم نظر آرہی ہے، ہم نے عزت و آبرو کی حفاظت صرف خواتین کے ساتھ خاص کرلیا ہے اور عام طور پر مردوں کے لیے دوسرا معیار رکھتے ہیں، مردوں کی بے راہ روی چنداں مضرِ اخلاق نہیں سمجھتے اور ان کی اخلاقی گراوٹ کو بسر و چشم قبول کر لیتے ہیں اور اگر کسی دنیا دار اور بہ ظاہر کسی بڑی شخصیت کے اندر اخلاقی گراوٹ پائی جاتی ہے تو ہم اس کے اخلاق و کردار کی اصلاح اور اس کے غلط رویے کی نکیر و تردید کرنے یا اس کے برے کرتوتوں کو برا

[1] سنن ترمذی: ۲۴۰۹، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۵۱۰

سمجھنے کے بجائے خوب خوب اس کی آؤ بھگت کرنے لگتے ہیں، اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور اس کے علم و ہنر سے خائف ہو کر یا انتظامی امور میں اس کی مہارت کے تلے دب کر یا اس کی بارعب شخصیت سے مرعوب ہو کر یا محض معمولی دنیوی فائدے کی خاطر اس کی ساری بدکرداریوں سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں اور ایک طرح سے ایسے بدکردار لوگوں کے معاون بن جاتے ہیں۔ جب کہ ہماری شرعی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنی وسعت و طاقت کے مطابق ہاتھ یا زبان کے ذریعے برائی کو روکیں اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم ایسوں کی برائی کے متعاون تو نہ بنیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہم نے حصولِ دنیا کو اپنا مطمحِ نظر بنا لیا ہے، ہمارے نزدیک کامیاب وہی ہے، جو زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کر لے۔ وہی عزت دار ہے، جس کا دامن مال و منال سے بھرا ہو، بھلے ہی وہ بدکردار ہی کیوں نہ ہو، ہم نے بہتیرے ایسوں کو ہی عملاً اپنا سربراہ تسلیم کر لیا ہے، جو بدکرداری میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ ظاہری وضع قطع میں نظر آنے والے ہمارے بہتیرے سفید پوش شرم و حیا اور حسنِ اخلاق کے معاملے میں اس قدر پستی کا شکار ہوتے ہیں کہ معمولی معمولی بات پر بھی رسہ کشی شروع کر دیتے ہیں اور سب و شتم کی بوچھاڑ کرنے لگتے ہیں، اپنی درشت مزاجی، بدکلامی اور زبان کی سختی کو احقاقِ حق کا نام دے لیتے ہیں، متانت و سنجیدگی اور حلاوت و شیرینی تو دور کی بات، سیدھے منھ بات کرنا گوارا نہیں کرتے، بات بات پر جھڑکنے اور غیظ و غضب کے بے محابا اظہار کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور اگر بھولے سے اپنا سیرت و کردار درست اور روشن رکھتے بھی ہیں تو اپنے مفاد کی خاطر یا اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے بدکرداروں کی پُشت پناہی اپنا لازمی وطیرہ بنا لیتے ہیں۔

ہمارا سماجی ڈھانچہ اور آپسی ماحول اس قدر پراگندہ ہے اور لوگوں کی ذہنیت اس حد تک بگڑ چکی ہے کہ ہمارے اس بگڑے ہوئے ماحول میں ایک بِن بیاہی ماں بننے والی کنواری دوشیزہ کی عفت و عصمت اس کے جاہ و حشمت اور ظاہری وضع قطع کی وجہ سے بے داغ سمجھی جاتی ہے اور وہیں ایک عفت و عصمت کی پیکر خاتون کو اس کی غربت و افلاس کی وجہ سے اپنے رخسار پر لگے معمولی خراش

کے لیے اپنی بے گناہی کا ثبوت فراہم کرنا پڑ رہا ہے۔

ہمارے نزدیک وہی محبوب، عفت و عصمت کا پیکر اور باحیا ہوتے ہیں، جو عادی قسم کے فاحش و بدکار ہوتے ہیں۔ نیک و بد کے درمیان امتیاز کا ہمارا پیمانہ صرف وضع قطع رہ گیا ہے، شخصیت کے اندر ظاہری وضع قطع میں کوئی کمی یا خامی ہے تو ہم انھیں قبول نہیں کر سکتے ہیں، مگر کسی کا ظاہری وضع قطع اگر درست ہے، وہ مالی حیثیت سے مضبوط ہے اور کاسہ لیسی کے ہنر سے بہرہ ور ہے تو پھر وہ کتنا ہی بڑا بے حیا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ہم اسے ہاتھوں ہاتھ لینے کے لیے تیار رہتے ہیں اور انھیں اپنا مربی و رہبر بنانے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ افسوس کہ سیرت و کردار کی درستی، اخلاق و کردار کی بلندی اور حسنِ اخلاق کی باتیں صرف کتابوں اور زبان و تقریر کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں اور عملی طور پر معیارِ عفت و عصمت، صرف اور صرف دولت و شہرت اور وضع قطع کی حد تک سمٹ کر رہ گیا ہے۔

ہمیں اپنے معیارِ زندگی، سوچ و فکر کے زاویے اور عفت و عصمت کے نظریے کو بدلنے اور عزت و آبرو کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ اگر زبان و شرم گاہ کی حفاظت میں کوتاہی ہوگی یا اسے بے لگام چھوڑ دیا گیا تو پھر یہی دونوں اعضا فتنہ و فساد کا شکار ہو کر جہنم میں جانے کا باعث بنیں گے، ظاہری چمک دمک اور مال و جائداد کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اگرچہ اعتبار حاصل ہو جائے، مگر آسماں کی عدالت میں دھر لیے جائیں گے۔ یہاں لوگوں کو بے وقوف بنا کر اگرچہ اپنی ہوسِ بے جا کو ٹھنڈا کر لیں، مگر جب الٰہی پکڑ ہوگی تو پھر کوئی جائے پناہ اور فرار کی راہ نہ ہوگی۔

تحفظِ عصمت کی خاطر اسلام نے کسی کی دل آزاری کے طور پر اسے برے القاب سے پکارنے، اس کے ساتھ ہنسی و مَخول کرنے نیز طعن و تشنیع، غیبت و چغل خوری، لغو گوئی و فحش کلامی، فسق و فجور، کبر و نَخوت، بُغض و کینہ، سب و شتم، بلاوجہ تجسس، حسد اور بدگمانی جیسے قبیح افعال و اعمال سے منع فرمایا ہے، تاکہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے، کسی کے دامنِ عصمت کو داغ دار کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہے اور آبگینۂ عصمت کو تار تار کرنے کی کوئی سبیل نہ بچے۔ اس سلسلے میں سورۂ حجرات کی

درج ذیل آیات بڑی اہمیت کی حامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے لوگوں پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور ٹوہ میں نہ لگو اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ سو تم خود اس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔“ [سورۂ حجرات:۱۱-۱۲]

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اہلِ ایمان کو عام معاشرتی آداب سکھائے گئے ہیں اور سماجی و معاشرتی اصلاح کی خاطر مندرجہ ذیل چھ برائیوں سے روکا گیا ہے:

❶ کسی کا مذاق اڑانا۔
❷ کسی پر عیب لگانا۔
❹ کسی سے بدگمان ہونا۔
❺ کسی کی جاسوسی کرنا۔

❸ کسی کو بُرے لقب سے پکارنا۔ ❻ کسی کی غیبت کرنا۔

آیتِ کریمہ میں بیان ہوئی مذکورہ چھ برائیوں میں سے پہلی تین برائیاں آپسی مجلسوں میں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں اور دوسرے فریق کو اس کا علم بھی ہوتا ہے اور کڑھن بھی محسوس کرتا ہے، جب کہ بعد کی تین برائیوں کا تعلق بھی دوسرے لوگوں سے ہوتا ہے، مگر وہ اس سے بے خبر ہوتے ہیں اور پیٹھ پیچھے لوگ اس کی برائیاں کرتے پھرتے ہیں۔

یہ ساری برائیاں انسان کو بد اخلاقی پر ابھارتی ہیں اور ان کے اندر خساست، بزدلی اور کمینگی پیدا کرتی ہیں، اس سے آپس میں اختلاف و نزاع اور دشمنی پیدا ہوتی ہے، جس سے آپسی الفت و محبت ناپید ہوجاتی ہے، بلکہ بسا اوقات ان برائیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان جنگ و جدال اور قتل و غارت بپا ہوجاتی ہے، لہٰذا سیرت و کردار کو سنوارنے کے لیے ضروری ہے کہ بد اخلاقی کے ان مظاہر سے دوری اختیار کی جائے اور اپنی سیرت و کردار کو اس طرح کی رذالتوں سے پاک و صاف رکھا جائے۔ ہمیں اپنی زندگی میں سدھار پیدا کرنے، اپنے آپ کو کتاب و سنت کی روشن تعلیمات کے مطابق ڈھالنے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار کو حرزِ جاں بنا کر اپنے اندر پائی جانے والی اخلاقی گراوٹ کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

رب العالمین! ہمیں ہر طرح کی فواحش و منکرات اور زبان و شرم گاہ کی آفات و بے لگامی سے بچا، ہمیں اپنی نعمتوں والی جنت کا مستحق بنا، ہماری عزت و آبرو کی حفاظت فرما، ہمیں زبان و شرم گاہ کی گمراہیوں سے محفوظ رکھ، بُروں کی صحبت و ہم نشینی سے دور رہنے اور ان کی پُشت پناہی کرنے سے بچا اور صالحین کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ **اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا إتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا إجتنابه. آمين! تقبل يا رب العالمين!**

•••✦ ✿ ✿ ✦•••

بابِ اوّل

فواحش اور اس کی حرمت و مذمت

فصلِ اوّل: فواحش کی توضیح ووضاحت

فواحش کا لغوی مفہوم

فواحش کے لیے قرآن کریم میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں: ❶ **فَاحِشَةٌ یا الْفَاحِشَةُ** ❷ **الْفَوَاحِشَ** ❸ **الْفَحْشَاءُ**۔ نیز احادیث میں اس کے لیے زیادہ تر الفُحش، فَاحِش اور متفحش جیسے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔ ان کا اصل مادہ فَحُشَ/فَحَشَ یَفْحُشُ فُحْشاً وفَحَاشَةً ہے۔ جس کا لغوی معنیٰ ہے قول وفعل کا انتہائی برا ہونا، قابلِ مذمت ہونا، بدزبان ہونا۔

فاحشة، فاحش کی تانیث ہے، جس کے معنیٰ بُرا اور قابلِ نفرت قول یا فعل، قول یا جواب میں حد سے گزرنا، شرم ناک حد تک پہنچا ہوا بخل، گندی بات، گندا کام، بدکاری، گندا ذہنی، حد سے بڑھی ہوئی بدی، انتہائی مذموم حرکت، ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے اور قبیح گناہ کے ہیں۔ اور فواحش اس کی جمع ہے۔ نیز سراء اور ضراء کی طرح "فَحْشَاءُ" اسم مصدر ہے، جس کے معنیٰ بھی انتہائی مذموم حرکت، غیر شریفانہ کام، بدکاری وبدفعلی اور گناہ کے ہیں۔ نیز ہر وہ چیز جس کا ذکر باعثِ شرم وعار اور سننا انتہائی قبیح ہو، اس پر بھی "فَحْشَاءُ" کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح بدزبان اور بے حیا وبے شرم انسان کو "متفحش" کہتے ہیں، بات چیت کرنے یا کسی کو تُرکی بہ ترکی جواب دینے میں حد سے تجاوز کرنے والے کو "رجل فاحش" کہتے ہیں اور "فاحش متشدد" بخل میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے شخص کے لیے بولتے ہیں۔ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ويعنى بالفاحشةِ: الفعلةُ القَبيحةُ الخارجةُ عما أذِن اللهُ عز وجلَّ فيه. وأصلُ الفُحشِ: القُبحُ، والخُروجُ عَنِ الحدِّ والمِقدارِ في كلِّ شيءٍ. ولذلك قِيلَ للطويل المفْرِطِ الطُّولِ: إنه لفاحشُ الطُّول، يُرادُ به: قبيحُ الطولِ، خَارجٌ عنِ

الْمِقْدارِ المُستَحسن. ومنه قيل للكلامِ القبيحِ غيرِ القصدِ: كلامٌ فاحشٌ، وقيل للمتكلمِ به: أَفْحشَ فِي كلامِه، إذا نَطَقَ بفُحشٍ" "فاحشة سے مراد اللہ عزوجل کے حکم سے باہر کرنے والا قبیح فعل ہے۔ فحش اصل میں قبح و خرابی اور ہر چیز میں مقدار و حد سے نکلنے کو کہتے ہیں۔ اسی لیے "إنه لفاحش الطول" حد سے زیادہ لمبے شخص کے لیے بولا جاتا ہے، یعنی وہ قابلِ تعریف مقدار سے نکل کر قبیح حد تک لمبا ہے۔ اسی سے غیر مقصود قبیح کلام کے لیے "كَلامٌ فَاحِشٌ" بولا جاتا ہے اور جب کوئی فحش کلامی کرتا ہے تو اس کے لیے "أَفْحَشَ فِي كَلَامِهِ" بولا جاتا ہے۔" [دیکھیے: جامع البیان ۶/ ۶۱]

اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی طور پر فواحش ان اقوال و افعال کو کہتے ہیں، جو قباحت میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوں۔ چناں چہ تمام طرح کی بے حیائی اور سیئات و قبائح کو فواحش کہا جاتا ہے، لیکن زیادہ تر قوتِ شہوانیہ کی بے اعتدالی اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کی وجہ سے جن گناہوں کا صدور ہوتا ہے، انھیں فواحش کہا جاتا ہے، خواہ وہ قولی ہوں یا فعلی۔ موجودہ دور کی جدید اختراعات کہ جس میں حیا باختگی پائی جاتی ہو اور جدید تہذیب کے اندر پائی جانے والی عریانیت و بے حیائی، اخلاق سوز رسائل و جرائد اور مغرب کی درآمد شدہ آزادرَو کثافتیں بھی فواحش میں داخل ہیں۔

کتاب و سنت کے اندر فواحش کا اطلاق زنا، لواطت، محرمات سے نکاح، بے حیائی کی تشہیر، تہمت تراشی، برہنگی، بے حجابی، اللہ کی معصیت، قبیح قول و فعل، بری ہیئت، بخل، بدزبانی، گالی گلوچ، فحش بیانی، بات چیت اور جواب میں حد سے آگے بڑھنے وغیرہ پر کیا گیا ہے۔

اہلِ علم کے اقوال

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"الفُحشُ، والفَحشاءُ، والفَاحشةُ: ما عظُم قُبحُه، من الأفعالِ، والأقوالِ" "فحش،

فحشاء اور فاحشہ ان اقوال یا افعال کو کہتے ہیں جو قباحت میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوں۔"[1]

علامہ جرجانی رحمہ اللہ "فَحْشاء" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الفَحشاء: هو ما ينفرُ عنه الطبع السليم، ويستنقصه العَقْل المستَقيم" "فحشاء: اسے کہتے ہیں، جسے طبعِ سلیم ناپسند کرے اور عقلِ سلیم جسے ناقص قرار دے۔"[2]

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ بقرہ کی آیتِ کریمہ: ﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ ...﴾ [۱۶۹/۲] کے تحت سوء اور فحشاء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سوء اور فحشاء سے گناہ مراد ہیں، انھیں سوء اس لیے کہا گیا ہے کہ عقل مند آدمی کو رنجیدہ کرتے ہیں اور فحشاء اس لیے کہ وہ انھیں قبیح سمجھتا ہے، یا شریعت انھیں قبیح سمجھتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوء تمام برائیوں کو عام ہے اور فحشاء ان کبیرہ گناہوں کو کہا جاتا ہے، جو برائی میں حد سے بڑھ گئے ہوں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سوء ان گناہوں کو کہتے ہیں، جن پر شرعی حد جاری نہیں ہوتی ہے اور فحشاء ان گناہوں کو کہتے ہیں، جن پر حد جاری ہوتی ہے۔"[3]

علامہ عبدالرحمٰن ناصر السعدی رحمہ اللہ "فَحْشاءُ" کے متعلق لکھتے ہیں:

"وهو كل ذنب عظيم استفحشه الشرائع والفطر، كالشرك بالله، والقتل بغير حق، والزنا، والسرقة، والعجب، والكبر، واحتقار الخلق، وغير ذلك من الفواحش" "ہر وہ عظیم گناہ، جسے شریعت اور فطرت برا سمجھیں۔ جیسے: شرک باللہ، قتلِ ناحق، زنا، چوری، خود پسندی، تکبر و غرور اور مخلوق کو ذلیل و حقیر سمجھنا وغیرہ فواحش میں داخل ہیں۔"[4]

شیخ عبدالعزیز محمد السلمان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"الفواحش: جمع فاحشة، و هي ماعظم جرمه وذنبه كالكبائر التي بلغت

[1] المفردات فی غریب القرآن ص:۶۲۶
[2] معجم التعریفات للجرجانی ص:۱۳۹
[3] انوار التنزیل ص:۸۹ بحوالہ قاموس القرآن ص:۳۷۸
[4] تیسیر الکریم الرحمٰن ۱/۶۱۰

الغاية فى الفحش وذلك كالزنا، واللواط، والكبر، والعجب، والرياء، والنفاق'' ''فواحش فاحشۃ کی جمع ہے۔ اور وہ گناہ جو اپنے جرم و معصیت میں بڑھے ہوئے ہوں فواحش ہیں۔ جیسے کبائر جو فحش کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں اور جیسے: زنا، لواطت، غرور و تکبر، خود پسندی، ریا اور نفاق وغیرہ۔''[1]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ''فَحْشاءُ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فحشاء سے مراد بے حیائی کے کام ہیں۔ آج کل بے حیائی اتنی عام ہوگئی ہے کہ اس کا نام تہذیب، ترقی اور آرٹ قرار پا گیا ہے یا تفریح کے نام پر اس کا جواز تسلیم کر لیا گیا ہے۔ تاہم محض خوش نما لیبل لگا لینے سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ اسی طرح شریعتِ اسلامیہ نے زنا اور اس کے مقدمات کو رقص و سرود، بے پردگی اور فیشن پرستی کو اور مرد و زن کے بے باکانہ اختلاط اور مخلوط معاشرت اور دیگر اس قسم کے خرافات کو بے حیائی قرار دیا ہے، ان کا کتنا بھی اچھا نام رکھ لیا جائے مغرب سے درآمد شدہ یہ خباثتیں جائز قرار نہیں پا سکتیں۔''[3]

نیز فرمانِ الٰہی: ﴿الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ﴾ ''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور فواحش سے بچتے ہیں، مگر چھوٹے گناہ (جس کے وہ مرتکب ہو جائیں)'' [النجم: ۳۲] کے تحت فواحش کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فواحش، فاحشۃ کی جمع ہے، بے حیائی پر مبنی کام جیسے: زنا، لواطت وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں جن گناہوں میں حد ہے وہ سب فواحش میں داخل ہیں۔ آج کل بے حیائی کے مظاہر چوں کہ بہت عام ہو گئے ہیں، اس لیے بے حیائی کو ''تہذیب'' سمجھ لیا گیا، حتیٰ کہ اب مسلمانوں نے بھی اس ''تہذیبِ بے حیائی'' کو اپنا لیا ہے۔ چناں چہ گھروں میں ٹی وی، وی سی آر وغیرہ عام ہیں، عورتوں نے نہ صرف پردے کو خیرباد کہہ دیا ہے بلکہ بن سنور کر اور حسن و جمال کا مجسم اشتہار بن کر باہر نکلنے کو اپنا شعار اور وطیرہ بنا لیا ہے۔ مخلوط تعلیم، مخلوط ادارے، مخلوط مجلسیں اور دیگر

[1] الانوار الساطعات ۱/۳۱۹ [2] قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر ص: ۷۵۳

بہت سے موقعوں پر مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط اور بے محابا گفتگو روز افزوں ہے، دراں حالیکہ یہ سب "فواحش" میں داخل ہیں، جن کی بابت یہاں بتلایا جارہا ہے کہ جن لوگوں کی مغفرت ہونی ہے، وہ کبائر و فواحش سے اجتناب کرنے والے ہوں گے نہ کہ ان میں مبتلا۔"[1]

شیخ عبد الرحمان کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فحش کے معنٰی ہر وہ قول یا فعل ہے، جو قباحت اور برائی میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔ (مفردات، راغب) اور اس لفظ کا اطلاق عموماً ایسے اقوال و افعال پر ہوتا ہے، جو زنا یا اس جیسی دوسری شہوانی حرکات کے قریب لے جاتے ہوں نیز سب بے حیائی کے کام اور اقوال اس میں شامل ہیں۔ مثلاً برہنگی، عریانی، لواطت، محرمات سے نکاح، تہمت تراشی، گالیاں بکنا، پوشیدہ جرائم کی تشہیر، بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے اور ڈرامے اور فلمیں، عریاں تصاویر، عورتوں کا بَن سنور کر منظرِ عام پر آنا، مرد و زن کا آزادانہ اختلاط، عورتوں کا اسٹیج پر ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش سب کچھ فحشاء کے زمرے میں آتا ہے۔"[2]

کتاب و سنت سے چند مثالیں

پیچھے یہ بات آچکی ہے کہ "فحشاء" کا اطلاق شدید بخل پر بھی ہوتا ہے۔ کلامِ عرب میں اس کی نظیر پائی جاتی ہے کہ حد سے زیادہ بخیل شخص کو "فاحش متشدد" بولا جاتا ہے۔[3] چناں چہ قرآن کریم میں فحشاء کا اطلاق بخل پر بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ "شیطان تمھیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور شرم ناک کام کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمھیں اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" [البقرۃ:۲۶۸]

[1] قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر ص:۱۴۹۶ [2] تیسیر القرآن ۵۴۵/۲ [3] المفردات فی غریب القرآن ص:۶۲۶

بیش تر مفسرین کے نزدیک یہاں اس آیتِ کریمہ میں وارد لفظ "فَحْشَاء" سے انتہائی قبیح درجے کا بخل مراد ہے یعنی کہ شیطان شرم ناک حد تک بخل کی ترغیب و لالچ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مفلسی و محتاجی کا خوف دلاکر بخل کرنے پر اکساتا رہتا ہے۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "هذا إجماع من المفسرين أن الفحشاء هنا البخل" "مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں فحشاء سے مراد بخل ہے۔"[1]

قرآن کریم میں فواحش کا اطلاق بدزبانی، کج خلقی اور خاوند کی مخالفت و نافرمانی وغیرہ کے لیے بھی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمھارے لیے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو اور نہ انھیں اس لیے روکے رکھو کہ تم نے جو کچھ انھیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو، مگر یہ کہ وہ صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ممکن ہے کہ تمھیں ایک چیز ناگوار ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔" [النساء:١٩]

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر جہاں مختلف قسم کے مظالم ڈھائے جاتے تھے، وہیں شوہر کے انتقال کے بعد دیگر ورثا بیوہ عورت کو شئ موروث کی طرح سمجھتے تھے، اس کی کوئی عزت و تکریم نہیں ہوتی تھی اور گھر کے وارث مرد اسے متنوع قسم کی تکالیف سے دوچار کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس صریح ظلم سے سختی کے ساتھ منع کیا، عورتوں پر ظلم کرنے کو حرام ٹھہرایا اور معاشرے میں اُن کی عزت

[1] طریق الھجرتین ص:٣٧٥

و تکریم کو بحال کیا۔ اسی طرح کسی شخص کو اس کی بیوی ناپسند ہوتی تھی تو اسے صحیح دستور کے مطابق طلاق دینے کے بجائے طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے تاکہ وہ عورت حقِ مہر وغیرہ دے کر مرد سے خود ہی گلوخلاصی حاصل کرلے، اسلام نے عورت کو اس ظلمِ عظیم سے بھی چھٹکارا دلایا اور اس طرح کے افعال و حرکات کو حرام و ناجائز ٹھہرایا۔ ہاں اگر عورت "**فَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ**" "صریح بے حیائی" کی مرتکب ہو تو ایسی صورت میں اسے خلع لینے پر مجبور کرنے کی اجازت دی گئی۔ آیتِ کریمہ میں وارد "**فَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ**" سے مراد بدکاری کے ساتھ ساتھ بدزبانی، نافرمانی اور کج خلقی وغیرہ کے بھی ہیں۔ حافظ عبد السلام بُھٹوی حفظہ اللہ، علامہ ابن کثیر اور ابن جریر طبری رحمہا اللہ کے حوالے سے مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہما نے "**بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ**" سے مراد سرکشی اور نافرمانی لی ہے، مگر ابن جریر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اسے عام رکھا جائے اور یہ فحش کلامی، بدخلقی، ایذارسانی، زنا اور اس قسم کے جملہ رذائل کو شامل ہو اور مطلب یہ ہوگا کہ اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو تم اسے خلع لینے پر مجبور کر سکتے ہو، تاکہ وہ لیا ہوا مال واپس کر دے۔"[1]

احادیثِ نبویہ میں جہاں بدزبانی، ناشائستہ حرکت و ہیئت، گداگری، زنا، چوری اور شراب نوشی وغیرہ پر فواحش کا اطلاق کیا گیا ہے، وہیں کسی کی تکلیف دہ بات کے جواب میں تعدی و زیادتی اختیار کرنے پر بھی "فحش" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

أَنَّ يَهُودَ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللَّهُ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ، قَالَ: ((مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ)) قَالَتْ: أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَ:

[1] تفسیر القرآن الکریم ۱/۳۴۹

((أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ، رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ، وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ)) وفي رواية لمسلم: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ((مَهْ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ)) "کچھ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: "تم پر موت آئے" تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم پر آئے اور تم پر اللہ کی لعنت اور اللہ کا غضب نازل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ٹھہر و اے عائشہ! تمھیں نرم خوئی اختیار کرنی چاہیے اور سختی و فحش کلامی سے بچنا چاہیے۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیا آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ میں نے ان کی بات اُنھی پر لوٹا دی اور ان کے حق میں میری بددعا قبول کی جائے گی اور میرے حق میں ان کی بددعا قبول نہیں کی جائے گی۔" اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ٹھہر و اے عائشہ! کیوں کہ اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بدزبانی کو پسند نہیں فرماتا۔"[1]

اس حدیثِ نبوی میں وارد لفظ "فحش" سے مراد "التعدي بزيادة القبح فى القول والجواب" ہے، یعنی بات چیت اور کسی کی بات کا جواب دینے میں حد سے تجاوز کر جانا۔ جیسا کہ شارحینِ حدیث نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔

•••✦ ✿ ✿ ✦•••

[1] صحیح بخاری: ۶۰۳۰، صحیح مسلم: ۲۱۶۵

فصلِ دوم: ظاہری و باطنی فواحش کی توضیح

جس طرح ظاہری اور باطنی فواحش کو حرام قرار دیا گیا ہے، اسی طرح عمومی طور پر ہر طرح کے ظاہری اور باطنی گناہوں کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اِثم یعنی گناہ کے متعلق اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ﴾ ''اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو۔ بلاشبہ جو لوگ گناہ کے کام کر رہے ہیں انھیں ان کے کیے کی عنقریب سزا ملے گی۔'' [الانعام:۱۲۰]

ظاہری اور باطنی گناہ کے تعلق سے علماء نے لکھا ہے کہ ظاہر گناہ وہ ہیں جو ہاتھ پاؤں اور زبان وغیرہ سے کیے جائیں۔ جیسے چوری، زنا وغیرہ۔ اور چھپے گناہ جن کے کرنے کا دل میں عزم ہو، یا جو عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں۔ جیسے کفر و شرک اور نفاق وغیرہ۔ یا جن گناہوں کا نقصان عام لوگوں پر واضح ہو، وہ ظاہر گناہ کہلاتے ہیں اور جن کے نقصان سے چند مخصوص آدمیوں کے سوا دوسرے واقف نہ ہوں، وہ باطن گناہ کہلاتے ہیں۔ [1] بہر حال یہ آیتِ کریمہ علانیہ اور پوشیدہ تمام طرح کی معصیتوں اور گناہوں کو شامل ہے اور ہر ایک کو ترک کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے، چناں چہ علانیہ اور پوشیدہ سبھی گناہوں کے قریب نہ جانا اور انھیں چھوڑ دینا شرعی اور انسانی فریضہ ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں فواحش کی ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ان کے قریب بھی جانے سے روکا گیا ہے۔ سطورِ ذیل میں ظاہری و باطنی فواحش کی وضاحت قدرے تفصیل سے پیش کی جا رہی ہے، تاکہ ہم اپنے آپ کو ان سے دور رکھ کر اپنے اخلاق و کردار کو سنوار سکیں۔ وباللہ التوفیق

[1] دیکھیے: تفسیر القرآن الکریم ۱/ ۵۷۸

ظاہری فواحش سے مراد بے حیائی کے وہ تمام مظاہر ہیں، جسے کھلم کھلا کیا جاتا ہے، خواہ ان کا تعلق حرکاتِ قلب ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور باطنی فواحش سے مراد وہ فواحش ہیں جو پوشیدہ و چھپے طور پر کیے جاتے ہیں یا یہ کہ اس سے مراد وہ گناہ ہیں، جن کا تعلق دل سے ہے۔ مثلاً شرک، زنا، ہم جنس پرستی، بدزبانی، ڈاکہ زنی، قتل، مرد و زن کا بے باکانہ اختلاط اور عریانیت و بے پردگی کے عام مظاہر وغیرہ ظاہری فواحش ہیں، نیز پوشیدہ طور پر بدکاری کا ارتکاب کیا جائے یا گرل و بوائے فرینڈ سے چھپے طور پر رسم و راہ بڑھائی جائے وغیرہ تو یہ باطنی فواحش ہیں۔ اسی طرح تکبر و غرور، خود پسندی، ریا کاری، جاہ و حشمت کی چاہت اور نفاق وغیرہ کہ جن کا تعلق دل سے ہے، یہ سب باطنی فواحش ہیں۔ اور یہ تمام صورتیں خواہ ظاہراً کیے جائیں یا باطناً حرام ہیں۔ ظاہری و باطنی فواحش کے تعلق سے علامہ عبدالرحمٰن ناصر السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ أي: لاتقربوا الظاهر منها والخفي، أو المتعلق منها بالظاهر والمتعلق بالقلب والباطن" "(جو اُن میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں) یعنی جو ظاہری فواحش ہیں اور جو پوشیدہ فواحش ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔ یا یہ کہ جو ظاہر سے متعلق ہوں اور جو قلب و باطن سے متعلق ہوں، ان کے قریب نہ جاؤ۔"[1]

"﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ أي: الفواحش التى تتعلق بحركات البدن، والتى تتعلق بحركات القلوب كالكبر والعجب والرياء والنفاق و نحو ذلك" "(جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں) یعنی وہ فواحش جن کا تعلق حرکاتِ بدن سے ہے اور وہ فواحش جو حرکاتِ قلوب سے متعلق ہیں۔ جیسے تکبر، خود پسندی، ریا اور نفاق وغیرہ۔"[2]

ظاہری و باطنی فواحش کی تشریح کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اپنی تفسیر میں

[1] تیسیر الکریم الرحمٰن ۱/ ۳۵۳
[2] ایضاً ۱/ ۳۶۵

تحریر فرماتے ہیں:

"علانیہ فحش باتوں سے مراد بعض کے نزدیک طوائفوں کے اڈے پر جاکر بدکاری اور پوشیدہ سے مراد کسی "گرل فرینڈ" سے خصوصی تعلق قائم کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اوّل الذکر سے مراد محرموں سے نکاح کرنا ہے، جو ممنوع ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ کسی ایک صورت کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام ہے اور ہر قسم کی ظاہری بے حیائی کو شامل ہے۔ جیسے فلمیں، ڈرامے، ٹی وی، وی سی آر، فحش اخبارات ورسائل، رقص وسرود اور مُجروں کی محفلیں، عورتوں کی بے پردگی اور مردوں سے ان کا بے باکانہ اختلاط، مہندی اور شادی کی رسموں میں بے حیائی کے کھلے عام مظاہر وغیرہ۔ یہ سب فواحشِ ظاہرہ ہیں۔ **اعاذنا الله منها**"[1]

خلاصۂ کلام یہ کہ فحش و بے حیائی کے سارے کام خواہ علانیہ کیے جائیں یا لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر خلوت میں کیے جائیں، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور ان کے قریب جانا بھی حرام ہے، اسی طرح جن گناہوں کا تعلق حرکاتِ بدن سے ہے وہ بھی حرام ہیں اور جن کا تعلق حرکاتِ قلب سے ہے وہ بھی حرام ہیں۔ اللہ ہم سبھوں کو ہر طرح کی ظاہری و باطنی فواحش سے محفوظ رکھے۔ آمین!

•••✦ ✿ ✿ ✦•••

[1] قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر ص:۴۱۶

فصلِ سوم: فواحش سے اجتناب کا شرعی حکم

اسلام نے ہر طرح کی اخلاقی گراوٹ سے روکا ہے اور بلند اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ چناں چہ اس ضمن میں تمام طرح کی علانیہ و پوشیدہ فواحش کو حرام قرار دیا ہے، بلکہ اس کے قریب بھی جانے سے منع کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”کہہ دو میرے رب نے تو صرف حرام کیا ہے فواحش کو جو اُن میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں، اور گناہ کو، اور ناحق زیادتی کو، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، اور یہ کہ تم اللہ پر ایسی بات کہو جس کو تم نہیں جانتے۔“ [الاعراف:۳۳]

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں پانچ طرح کے گناہوں کا تذکرہ ہوا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ سبھی گناہوں کی حرمت کو محیط ہیں، کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس آیتِ کریمہ کی ضمن میں نہ آتا ہو، خواہ ان کا تعلق ظاہرِ اعمال سے ہو یا باطنِ اعمال سے ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ کے اندر ظاہری و باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے تاکہ بندے فحش اعمال و افعال و اقوال سے بچیں اور اپنے آپ کو اس سے دور رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فواحش کے قریب بھی نہ جانے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ''کہہ دو آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے۔ وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مفلسی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمھیں رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی، اور فواحش کے قریب نہ جاؤ، جو اُن میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، مگر حق کے ساتھ، یہ باتیں ہیں جن کا اس نے تمھیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔'' [الانعام:۱۵۱]

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں فواحش کے قریب نہ جانے کی بات کہی گئی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فواحش کی طرف لے جانے والے اسباب و مقدمات اور وسائل کے بھی قریب نہ جایا جائے۔ فواحش اور اسبابِ فواحش سے روکنے کے لیے یہ انتہائی بلیغ اسلوب ہے۔ فواحش کے قریب نہ جانے کی ممانعت میں فواحش کے قریب کرنے والے اسباب و وسائل اور دواعی بھی شامل ہیں۔ مثلاً عریانیت و بے حجابی، مرد و زن کا باہمی اختلاط، بدنگاہی، نکاح سے قبل مخطوب اور مخطوبہ کے درمیان شہوت انگیز گفتگو، غیر محرموں کے ساتھ خلوت و ہم نشینی، فحش لٹریچر و مناظر اور فحش گفتگو وغیرہ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ، مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللَّهِ)) ''اللہ سے زیادہ باغیرت کوئی نہیں ہے، اسی غیرت ہی کی وجہ سے اس نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ سے زیادہ مدح پسند بھی کوئی نہیں ہے۔''[1]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھوں تو میں سیدھی تلوار سے بطور حد اُس کی گردن مار دوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:

((أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ وَاللَّهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي، وَمِنْ أَجْلِ

[1] صحیح بخاری: ۷۴۰۳، ۵۲۲۰، صحیح مسلم: ۲۷۶۰

غَيْرَةِ اللَّهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ، وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ)) ”کیا تم لوگ سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ اللہ نے غیرت ہی کی وجہ سے ظاہری اور باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ عذر کسی کو محبوب نہیں ہے، اسی لیے اللہ نے بشارت دینے والوں اور ڈرانے والوں کو مبعوث فرمایا اور اللہ سے زیادہ کوئی تعریف کو پسند کرنے والا نہیں، اسی لیے اس نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔“[1]

نیز اللہ تعالیٰ نے فواحش سے رُکنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

”بے شک اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برے کام اور سرکشی سے روکتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ [النحل:٩٠]

قرآن کریم کی یہ انتہائی جامع آیتِ کریمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر بندوں کو تین باتوں کا حکم دیا ہے اور تین باتوں سے منع فرمایا ہے، یعنی کہ عاداتِ حسنہ اور عاداتِ قبیحہ کو یکجا طور پر ذکر فرمایا ہے۔ ہر طرح کی اچھی عادت اور خیر کا تعلق عدل، احسان اور قرابت داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے میں مضمر ہے اور قرآن نے ان کا حکم دے کر اچھے اخلاق کو اپنانے کی ترغیب دی ہے۔ نیز ہر طرح کی بد خلقی، بری عادت اور شر کا تعلق فواحش، مُنکَر اور ظلم و زیادتی کے ارتکاب میں مضمر ہے اور قرآن نے ان سے منع کر کے بری عادات سے دور رہنے اور ان سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”إنّه ليس مِن خُلُقٍ حسنٍ كان أهل الجاهلية يعملون به ويَسْتَحْسِنونه إلا أَمَر الله به، وليس مِن خُلُقٍ سيِّءٍ كانوا يتعايرونه بينهم إلا نهَى اللهُ وقدَّم فيه،

[1] صحیح بخاری:٧٤١٦، صحیح مسلم:١٤٩٩

وإنما نهى عن سَفاسفِ الأخلاقِ ومَذامِّها" "یقیناً جاہلیت والوں میں جو بھی اچھی عادتیں تھیں، جسے وہ اپناتے اور مستحسن سمجھتے تھے، اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور جو بھی بری خصلتیں پائی جاتی تھیں، جسے وہ برا سمجھتے تھے، اللہ نے اسے بیان فرما کر اس سے روک دیا ہے۔ نیز بد خلقی اور اس کی برائی سے منع فرما دیا ہے۔"[1]

عام طور پر فواحش کا صدور اور ارتکاب شیطان کی اتباع و پیروی کی وجہ سے ہوتا ہے، قرآن کریم میں شیطان کی اتباع و پیروی سے منع کیا گیا ہے اور اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ شیطان فواحش و منکرات اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کا حکم دیتا ہے اور وہ انسان کا کھلا دشمن ہے، اس لیے اس کی پیروی سے بچا جائے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۞ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ "اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال اور طیب چیزیں ہیں، انھیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمھیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دے گا اور یہ کہ تم اللہ کی نسبت وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے۔" [البقرۃ:۱۶۸-۱۶۹]

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَى مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو اور جو

[1] جامع البیان ۱۴/ ۳۳۷

شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرے گا تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں ہی کا حکم دے گا اور اگر تم پر اللہ اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی شخص کبھی پاک نہ ہوتا، مگر اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے، اور اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔" [النور:۲۱]

مذکورہ بالا قرآنی آیات میں اللہ رب العالمین نے شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، کیوں کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہونے کی وجہ سے اسے ہر طرح کی فواحش و منکرات ہی پر ابھارتا ہے، جب کہ فواحش و منکرات اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ گویا فواحش کے ارتکاب سے بچنے کے لیے شیطانی چالوں سے ہوشیار رہنے اور اس کی راہوں سے دوری اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

فواحش کی حرمت کی شدت اور اس کی قباحت و شناعت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ فواحش کا ارتکاب کرنے والی مطلقہ عورتوں کو اسلام نے طلاق کے بعد عدت گزارنے سے پہلے ہی گھر سے نکالنے کی اجازت دے رکھی ہے، جب کہ عام حالات میں مطلقہ عورت کے لیے عدت کے ایام خاوند کے گھر میں گزارنا ضروری ہے۔ اس سے فواحش کے سلسلے میں اسلام کے مزاج کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فواحش کا ارتکاب کتنا سنگین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾ "انھیں تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں، مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔" [الطلاق:۱]

یہاں "فَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ" "کھلی بے حیائی" سے مراد زنا ہے، ساتھ ہی اس سے سرکشی، بدزبانی، بدخلقی، نامناسب رویہ اور ایذارسانی جیسی جملہ رذائل کو بھی مراد لیا گیا ہے، کیوں کہ یہ لفظ نکرہ ہونے کی وجہ سے عام ہے، جب کہ اس کے بالمقابل لام تعریف کے ساتھ "الْفَاحِشَةَ" کا اطلاق اکثر و بیشتر خاص زنا پر ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر عورت زنا کے ماسوا بھی مذکورہ امور میں سے کسی کام کا مظاہرہ کرے، جس سے خود خاوند اور اس کے گھر والوں کو تکلیف پہنچے تو ایسی صورت میں اس مطلقہ عورت کو گھر سے نکالنا جائز ہوگا، بلکہ صریح بے حیائی کے ارتکاب کی صورت میں عورت کو خلع لینے پر مجبور بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر (۱۹) میں اس بات کی صراحت موجود ہے اور گذشتہ صفحات میں اس آیتِ کریمہ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

ازواجِ مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے:

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾ ”اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“ [الاحزاب:۳۰]

چوں کہ امہات المومنین کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، اس لیے اگر ان سے کسی طرح کی کوئی غلطی ہوتی ہے تو عام لوگوں کی سزاؤں کی بہ نسبت وہ دوگنے سزا کی مستحق ہوں گی۔ اس سے ایک تو ان کی عظمت و فضیلت کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرے فواحش کی مذمت ظاہر ہوتی ہے کہ بفرضِ محال اگر اُن سے اس کا صدور ہوتا تو انھیں دوگنا عذاب دیا جاتا۔ حالاں کہ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ان سے اس طرح کی کوئی حرکت سرزد ہوئی ہی نہیں اور ان پاکیزہ ہستیوں سے فحاشی کا ارتکاب ممکن ہی نہیں ہے، بلکہ دیگر انبیائے سابقین کی بیویاں بھی زنا جیسے گناہ سے پاک تھیں، جس طرح انبیائے کرام علیہم السلام سے شرک کا صدور ممکن نہیں ہے، بلکہ محال ہے، کیوں کہ شرک کی بیخ کنی ہی کے لیے ان کی بعثت ہوئی تھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق فرمایا کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع و برباد ہو جائیں گے۔ [دیکھیے: سورۃ الزمر آیت نمبر:۶۵]

معلوم ہوا کہ مذکورہ الٰہی فرمان بطورِ شرط کے واقع ہوا ہے، جس کا حقیقت میں وقوع پذیر ہونا

ضروری نہیں ہے، جیساکہ قرآن کریم میں اس طرح کی شرط کے ساتھ مشروط اور بہت سی آیات آئی ہوئی ہیں کہ جن کا وقوع نہیں ہوا۔

قرآن کریم میں محض تہمت سے متعلق جھوٹی خبر کو "**الْفَاحِشَةُ**" کہا گیا ہے اور اہلِ ایمان کے اندر اس کی تشہیر و اشاعت کی آرزو رکھنے والوں کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس سے آپ فواحش سے متعلق اسلام کے مزاج اور منشا کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو فواحش سے کس قدر نفرت ہے اور محض اس طرح کی خبروں کا پھیلانا ہی جرمِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ "بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" [النور:١٩]

ذرا تصور کریں کہ فحاشی پر مشتمل جھوٹی خبروں کی تشہیر و اشاعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے کہ اس پر دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے! تو پھر فواحش کا ارتکاب عند اللہ کتنا بڑا جرم ہوگا؟ جو لوگ شب و روز فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں، انھیں اپنی آخرت کی تباہی اور دنیا میں اللہ کے عذاب سے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔ آج دنیا میں جو قتل و غارت اور بدامنی پھیلی ہوئی ہے اور نت نئی وباؤں، مصیبتوں اور بیماریوں کا جو طوفان بپا ہے، کیا یہ اللہ کا عذاب نہیں ہے؟ جو محض اس کی معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے بندوں پر نازل ہو رہا ہے۔ موجودہ دور میں ہمارے معاشرے کے اندر اشاعتِ فواحش کی بہت ساری صورتیں پائی جاتی ہیں، سطورِ ذیل میں اس کی چند صورتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ ہم اُن سے بچنے کی کوشش کریں:

- پاک دامن مسلمان مردوں اور عورتوں پر زنا کی تہمت لگا کر معاشرے میں اس کی تشہیر و

اشاعت کرنا اور مختلف طرح کی تہمتیں تراش کر لوگوں میں اسے عام کرنا اور اس برائی کو روکنے کے بجائے عام محفلوں میں اس سے لطف اندوز ہونا۔

- تہذیب و ثقافت اور آرٹ کا نام دے کر ناچ گانوں اور مرد و عورت کی عریاں تصاویر کے ذریعہ بدکاری کو عام کرنا۔ زناکاری، قومِ لوط کی بدفعلی اور ہم جنس پرستی کو معاشرے میں پھیلانا۔ موجودہ دور میں انٹرنیٹ کی دنیا نے بدکاری کی تشہیر کو بہت عام کر دیا ہے۔ عریاں تصاویر تو اپنی جگہ بدکاری کے مناظر کو فلما کر معاشرے میں خوب خوب تشہیر کی جاتی ہے، جو کہ اشاعتِ فواحش کی انتہائی بدترین شکل ہے۔
- مرد و خواتین کا اپنی نجی محفلوں میں یا دوست و احباب کے درمیان زن و شو کی ناگفتنی باتیں سرِ عام بیان کرنا اور آپسی تعلقات پر مشتمل فحش کہانیوں، ناولوں اور افسانوں کو معاشرے میں پھیلانا۔ شہوت انگیز غزلوں اور گانوں کے ذریعہ شہوانی خواہشات کو بڑھاوا دینا، ناچ گانوں کی محفلیں سجانا، مزاح کی آڑ میں فحش باتوں کو فروغ دینا۔ سینما، ٹیلی ویژن، تھیٹروں، فلموں اور اخبارات کے ذریعہ مرد و عورت کے نازیبا حرکات اور عریاں تصاویر کو عام کرنا۔
- عورتوں کا عام شاہ راہوں پر اپنی نمائش کرنا اور غیر مردوں کے سامنے اپنے اعضا اور حسن کا اظہار کرنا، مخلوط مجلسیں سجانا، دکانوں اور تجارتی مراکز میں سیلر کی حیثیت سے عورتوں کا بَن سنور کر گراہکوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور ان سے بے محابا لچر گفتگو کرنا۔ وغیرہ

اشاعتِ فواحش کی مذکورہ بالا صورتیں ہمارے معاشرے میں بہ کثرت پائی جاتی ہیں، بلکہ بہت سے مغرب زدہ لوگ اسے تہذیب و ثقافت کا جزو لاینفک مانتے ہیں۔ حالاں کہ فواحش کی یہ سبھی صورتیں اور مظاہر ایسے شیطانی ہتھکنڈے ہیں، جن کے ذریعہ شیطان اور اس کے چیلے، انسانوں کو شکار کرتے ہیں اور لوگوں کو ان چیزوں میں ملوث کر کے انھیں شرم و حیا سے عاری بنا دیتے ہیں اور بڑے بڑے فتنوں میں مبتلا کر کے ان کے دین و ایمان کو چھین لیتے ہیں، لہٰذا ہمارے لیے ضروری

ہے کہ اس طرح کی حیا باختہ تہذیب و ثقافت سے دوری اختیار کریں، بے حیائی سے بچیں اور اسلامی تہذیب و ثقافت نیز اسلامی طرزِ معاشرت اور حیا و اخلاقِ حسنہ کو اپنائیں، خود بھی ان اوصاف سے متّصف ہوں اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی ان اوصافِ حمیدہ کا خوگر بنائیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے بہت سے لوگ عریانیت اور برہنگی کو معیوب نہیں سمجھتے تھے، بلکہ خانۂ کعبہ کا طواف بھی ننگے ہوکر کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے تھے اور انھوں نے اپنے اس شرم ناک فعل کو مذہبی تقدس کا درجہ دے رکھا تھا کہ اپنی فطری حالت میں خانۂ کعبہ کا طواف کرنا الٰہی حکم ہے اور ایسا کیوں کر درست ہو گا کہ جن کپڑوں میں ہم گناہ کریں اسی میں طواف بھی کریں؟ حالاں کہ اللہ رب العالمین نے اس طرح کی بے حیائی کو بھی سخت ناپسند فرمایا اور اُن کے اس شرم ناک فعل اور کھلی ہوئی بے حیائی کی نکیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً قَالُواْ وَجَدۡنَا عَلَيۡهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَاۗ قُلۡ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأۡمُرُ بِٱلۡفَحۡشَآءِۖ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ﴾ ”اور جب وہ کوئی شرم ناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ بے شک اللہ کبھی بے حیائیوں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو، جو تم نہیں جانتے؟“ [الاعراف:۲۸]

احادیثِ نبویہ میں بھی فواحش و بے حیائی اور فحش گوئی و بدزبانی سے روکا گیا ہے اور یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فواحش کے مرتکبین کو سخت ناپسند کرتا ہے، نیز بے حیائی انسان کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ والفُحْشَ والتفحُّشَ، فإنَّ اللهَ لا يُحِبُّ الفاحِشَ وَالْمُتفَحِّشَ ...)) ”بے حیائی اور بدزبانی سے بچو! کیوں کہ بے شک اللہ بے حیا و فحش گو اور بدزبان و

بدکردار کو پسند نہیں کرتا ہے۔"[1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اندر آنے کی) اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اجازت دے دو، فلاں قبیلے کا یہ بُرا آدمی ہے۔ اور جب وہ شخص اندر آیا تو آپ نے اس کے ساتھ بڑی نرمی سے گفتگو کی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کو اس کے متعلق جو کچھ کہنا تھا وہ آپ نے ارشاد فرمایا اور پھر آپ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو کی۔ تو آپ نے فرمایا:

((أَيْ عَائِشَةُ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ تَرَكَهُ – أَوْ وَدَعَهُ – النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ)) "اے عائشہ! بے شک اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین آدمی وہ ہے، جسے اس کی بدکلامی کے ڈر سے لوگ چھوڑ دیں۔"[2]

کتاب و سنت میں فواحش اور اس کے مرتکبین کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اس کے قریب بھی جانے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس کی کچھ تفصیل پیش کی گئی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرامین کی اتباع کریں اور فواحش کے ارتکاب نیز اس کی تشہیر واشاعت سے دور رہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین!

[1] رواه ابن حبان في صحيحه: ۵۱۷۷-۱۲۴۸، واحمد: ۶۴۸۷، والحاکم واللفظ لہ، دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب: ۲۶۰۳

[2] صحیح بخاری: ۶۰۵۴، صحیح مسلم: ۲۵۹۱

باب دوم
فواحش اور اس کے مظاہر

تمہید :

ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی برائیاں پائی جاتی ہیں، جن کا اسلامی تعلیمات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، بلکہ بہت سی رواج پذیر باتیں، لوگوں کے رویے اور طور طریقے کتاب و سنت کی تعلیمات کے صریح مخالف ہیں، جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ بدامنی کا شکار ہے اور آپسی الفت و محبت عنقا ہے۔ کسی بھی معاشرے کی اصلاح اور اسے امن و شانتی کا گہوارہ بنانے کے لیے افرادِ معاشرہ کا صحیح اور صالح ہونا ضروری ہے۔ افرادِ معاشرہ جب صالح ہوتے ہیں اور ان میں نیکیوں کے اپنانے اور نیکیوں کے پھیلانے کی خو پائی جاتی ہے تو معاشرہ بھی صالح، پاکیزہ اور امن و امان کا گہوارہ ہوتا ہے۔ فواحش و منکرات سے پاک معاشرے میں پنپنے والی روحیں بھی پاک وصاف ہوتی ہیں اور لوگوں کے اندر ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھنے اور اس کا مداوا کرنے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ اور جب افرادِ معاشرہ کی زندگی میں خلل واقع ہوتا ہے اور لوگ اپنی ذہنی غلامی، عملی کوتاہی اور فکری بگاڑ کی وجہ سے کثافت کو حضارت سمجھنے لگتے ہیں، پھر تو برائیاں عام ہو جاتی ہیں، نیک و بد کی تمیز مٹ جاتی ہے، معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے، آپسی الفت و محبت، نفرت و عداوت میں بدل جاتی ہے، کھلے عام فواحش کا ارتکاب ہونے لگتا ہے، کسی کی سرزنش کرنا اور برائیوں سے اُسے روکنا ٹوکنا تو در کنار اسے بُرا بھی نہیں سمجھا جاتا ہے اور برائیوں میں لت پت ہونے کی وجہ سے انسان کی آنکھوں پر ایسا دبیز غلاف چڑھ جاتا ہے کہ خرابیاں، خرابیاں نہیں محسوس ہوتی ہیں اور اچھائیاں، اچھائیاں نہیں معلوم ہوتی ہیں، بلکہ شر، خیر اور خیر، شر بن جاتا ہے۔

یہ مغربی تہذیب کی نقالی و تقلید اور دین بے زاری کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارا معاشرہ فحاشی و بے حیائی کا اڈہ بنا ہوا ہے۔ فواحش کا ارتکاب اور عریانیت و بے حیائی عام ہے۔ مرد و زن کے باہمی اختلاط اور فیشن کے جدید طریقوں نے حیا و غیرت اور حمیتِ انسانی کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ آج کا نوجوان طبقہ شریعت بے زار نظر آرہا ہے اور بہت سی خواتینِ اسلام، بازاری عورتوں کی طرح سولہ سنگار کرکے اپنے حسن کی عام نمائش کرنے میں ذرا بھی جھجھک نہیں محسوس کررہی ہیں۔ اللہ واحد وقہار کی اطاعت وفرماں برداری چھوڑ کر مغربی رہنماؤں اور دین دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملائی جاتی ہے اور وہاں سے کوئی حیاباختہ فیشن جوں ہی سامنے آتا ہے فوراً ہی آنکھیں بند کرکے اس پر دل وجان سے عمل شروع ہوجاتا ہے۔

چناں چہ شرک باللہ، دروغ گوئی، کذب وافترا، لہو الحدیث کی خرید وفروخت، فسق وفجور، جھوٹی اور فحش خبروں کی نشر واشاعت، مخرب اخلاق رسائل وجرائد کی ترسیل واشاعت، جنسی بے راہ روی اور تہمت وبہتان تراشی جیسی فواحشِ ظاہرہ معاشرے کا لازمی عنصر قرار پاچکی ہیں۔

آیندہ صفحات میں اِن شاء اللہ العزیز معاشرے میں پھیلے فواحش اور اس کے بعض مظاہر کو اور اس کی شناعت وقباحت کو کتاب وسنت کی روشنی میں قدرے تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ ہم اس سے بچ کر اس سے دوری اختیار کرسکیں۔ اللہ ہمیں اور آپ کو ان وباؤں سے محفوظ وسالم رکھے۔ آمین!

سب سے پہلے معاشرے میں پھیلے شرک کے مظاہر پر گفتگو کی جارہی ہے، کیوں کہ یہ سب سے بڑی بے حیائی ہے اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے، جسے اللہ رب العزت کبھی معاف نہیں فرمائے گا، مگر یہ کہ آدمی اپنی زندگی ہی میں اس گناہِ عظیم سے توبہ کرلے۔ شرک کو عظیم گناہ مانتے ہوئے بھی مسلم معاشرے کے بہتیرے افراد بڑی بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ شرک کی مختلف صورتوں کا ارتکاب کرتے نظر آتے ہیں۔

•••✦ ✿ ✿ ✦•••

فصلِ اوّل: معاشرے میں شرک کا پھیلاؤ

شرک کی مذمت

شرک سب سے بڑا گناہ، ناقابلِ معافی جرم اور بہت بڑا ظلم ہے۔ جس انسان کی موت شرک کی حالت میں ہو گئی اور اس نے اپنی زندگی میں اس سے توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا اور جہنم کے ہولناک عذاب سے اسے کبھی نجات نہیں ملے گی، خواہ اس نے بڑے بڑے نیک اعمال ہی کیوں نہ کیے ہوں اور وہ عزت و مرتبہ اور زہد و عبادت کے اعتبار سے خواہ کتنا ہی بڑا شخص کیوں نہ ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے ساتھ کوئی بھی عمل قابلِ قبول نہیں ہو گا، یعنی کہ شرک اعمال کو ضائع و برباد کر دینے والا گناہ ہے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

- ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفْتَرَىٰٓ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ ''بے شک اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے بہت بڑا گناہ باندھا۔'' [النساء:۴۸]

- ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًۢا بَعِيدًا﴾ ''بے شک اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ بھٹک کر بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔'' [النساء:۱۱۶]

- ﴿إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ ''بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

[المائدۃ:۷۲]

- ﴿وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ ''اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور دراز مقام پر لے جا کر ڈال دیتی ہے۔'' [الحج:۳۱]
- ﴿إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' [لقمان:۱۳]

کئی انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهْدِى بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ ''یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر چلاتا ہے اور اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے وہ ان سے برباد ہو جاتا۔'' [الانعام:۸۸]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ﴾ ''اور یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو ضرور تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو بالضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔'' [الزمر:۶۵]

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا:

((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ)) وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: ((أَلَا وَقَوْلُ

الزُّورِ)) ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا“ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: ”خبر دار! اور جھوٹی گواہی۔“[1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا:

((أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) ”تم اللہ کے ساتھ کسی کو ہم سر ٹھہراؤ، حالاں کہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔“[2]

شرک: مفہوم اور حقیقت

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور اسما و صفات میں کسی مخلوق کو شریک ماننے، مخلوق کو خالق کے مساوی و برابر یا مشابہ قرار دینے اور عبادت خواہ وہ قول ہو یا عمل، اسے کسی غیر اللہ کے لیے انجام دینے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے اسی طرح کسی غیر اللہ کی تعظیم کرنے، جس طرح اللہ کو پکارا جاتا ہے اسی طرح کسی مخلوق کو پکارنے، جس طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے اسی طرح کسی غیر اللہ سے ڈرنے اور جس طرح اللہ تعالیٰ سے امید لگائی جاتی ہے اسی طرح کسی غیر اللہ سے امید لگانے کو شرک کہتے ہیں۔ **شرک کی دو قسمیں ہیں: ایک شرک اکبر اور دوسرا شرک اصغر۔**

❁ دو الہ (معبود) کا تصور رکھنا یا عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرکِ اکبر ہے۔ جیسے کسی غیر اللہ کا سجدہ کرنا، مشکل کے وقت اسے پکارنا اور اس کے لیے ہر قسم کی قدرت یا بعض قسم کی قدرت اور حقِ تصرف ثابت کرنا وغیرہ، خواہ غیر اللہ کو اللہ سے کم تر ہی سمجھ کر کیا جائے۔ چناں چہ ہر عقیدہ جو قول ہو یا عمل، اسے اللہ کے لیے انجام دینا توحید، ایمان اور اخلاص ہے اور اسے کسی مخلوق کے لیے انجام دینا کفر و شرک ہے۔ یہ شرک کبھی معاف نہیں ہوگا اور اس کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جیسا کہ کتاب و سنت کے بیش تر نصوص میں جابجا اس کی وضاحت و صراحت کی گئی ہے۔

[1] صحیح بخاری: ۲۶۵۴، صحیح مسلم: ۸۷ [2] صحیح بخاری: ۴۴۷۷، صحیح مسلم: ۸۶

❁ اور ہر وہ ممنوع قول و عمل جو شرکِ اکبر میں واقع ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بنے اور شریعت میں اسے شرک کا نام دیا گیا ہو، شرکِ اصغر ہے۔ مثلاً وہ ارادے، اقوال اور افعال جو عبادت کے درجے تک نہ پہنچیں جیسے عبادت میں دکھاوے کو دخل دینا، غیر اللہ کی قسم کھانا اس کی تعظیم کے بغیر، ''جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں'' یا ''اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا'' جیسے کلمات کہنا نیز دھاگا، کڑا، چھلا اور تعویذ وغیرہ اس عقیدہ اور نیت کے ساتھ باندھنا کہ ان سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور مصیبتیں ٹلتی ہیں وغیرہ۔ جس عمل میں بھی یہ آمیزش اور اس طرح کا اعتقاد پایا جائے گا اس کا اجر و ثواب ضائع ہو جائے گا اور اس کا مرتکب گناہ گار ہو گا۔ یہ شرک ملت سے خارج تو نہیں کرتا البتہ اس سے توحید میں نقص ضرور آتا ہے اور اگر انسان اسے معمولی سمجھ کر انجام دیتا رہے تو آیندہ یہ شرکِ اکبر میں پڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

❁ جس طرح کائنات میں کئی الہ اور معبود کو تسلیم کرنا اور کائنات کا کئی خالق ماننا شرک ہے اور اس طرح کا عقیدہ و تصور رکھنے والا شخص مشرک ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات اور خصائص میں کسی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک و سہیم اور ہم سر سمجھنا اور اسے اللہ کا ہم پلہ، مد مقابل اور ساجھی دار قرار دینا بھی شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر اللہ کو بھی مافوق الأسباب طریقے سے نفع و ضرر کا مالک اور کائنات میں تصرف کرنے والا سمجھنا شرک ہے، یعنی الٰہی اوصاف و خصائص کو کسی مخلوق میں ماننا اور عبادات میں سے کسی عبادت یا سارے عبادات کو کسی مخلوق کے لیے انجام دینا شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہو گا۔ آج ہمارے معاشرے میں شرک کی یہ صورت بہت زیادہ عام ہوتی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا دونوں طرح کے شرک کی نفی کی ہے اور اپنی ذات کو ان ساری چیزوں اور ہر طرح کی شرک کی آلودگیوں سے پاک و منزہ فرمایا ہے۔ چناں چہ پوری کائنات میں نہ تو دو الٰہ ہیں اور نہ اُس الہِ واحد کا کوئی ہم سر اور مدِ مقابل ہے، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک اور معاون نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- ﴿وَقَالَ ٱللَّهُ لَا تَتَّخِذُوٓاْ إِلَٰهَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ فَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ﴾ ”اور اللہ نے فرمایا کہ تم لوگ دو معبود نہ بناؤ، بلاشبہ وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، لہٰذا تم سب صرف مجھ سے ہی ڈرو۔“ [النحل:۵۱]
- ﴿وَإِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحۡمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ﴾ ”اور تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ (برحق) نہیں، وہ بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔“ [البقرۃ:۱۶۳]
- ﴿لَوۡ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَاۚ فَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ ”اگر زمین و آسمان میں کئی معبود ہوتے تو وہ دونوں (یعنی زمین و آسمان) ضرور درہم برہم ہو جاتے، سو اللہ عرش کا رب پاک ہے ان چیزوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں۔“ [الأنبیاء:۲۲]
- ﴿مَا ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ مِن وَلَدٖ وَمَا كَانَ مَعَهُۥ مِنۡ إِلَٰهٍۚ إِذٗا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهِۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖۚ سُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾
”اللہ نے کسی کو بھی بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کبھی کوئی معبود تھا، اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا، اللہ پاک ہے اس سے جو یہ لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔“ [المؤمنون:۹۱]

اوپر جو آیاتِ کریمہ درج کی گئی ہیں، ان میں سے پہلی اور دوسری آیتِ کریمہ کے اندر حتمی طور پر ایک معبود ہونے کی بات کہی گئی ہے، بلکہ پہلی آیتِ کریمہ میں اِس حقیقت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دو معبود بنانے سے روکا گیا ہے اور صرف اُسی ایک معبود سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ حقیقت قرآنِ کریم کی بے شمار آیات کے اندر متعدّد پیرائے اور اسلوب میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد کی دونوں آیتوں میں کئی الٰہ کے نظریے کی تردید فرمائی گئی ہے کہ اگر ایک معبود کے بجائے کئی

ایک معبود ہوتے تو کائنات کا نظام، جو بڑی خوش اسلوبی اور نہایت ہم آہنگی کے ساتھ چل رہا ہے، درہم برہم ہو جاتا اور وہ معبود آپس ہی میں ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے، جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور نظامِ کائنات میں کسی طرح کا کوئی بھی خلل نہیں پایا جا رہا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صرف اور صرف ایک ہی معبود ہے، وہی عبادت اور پرستش کا مستحق ہے اور وہ ذاتِ واحد اس طرح کی خلافِ عقل و فطرت اور بے ہودہ باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے جس طرح کئی معبودان کے وجود کی نفی کی ہے، اسی طرح کسی مخلوق کو اپنا ہم سر، ہم پلہ اور ساجھی دار بنانے کی بھی نفی کی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے اور مراسمِ عبودیت کو خالص اسی کے لیے ادا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾

”آپ کہہ دیں کہ میں تو تمھاری طرح ایک بشر ہوں، میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ صالح عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔“ [الکہف:۱۱۰]

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ عبادت کو اللہ کے لیے خالص بناؤ، اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو، اس طرح کہ عبادت کے جو مراسم اللہ کے لیے خاص ہیں، اسے کسی دوسرے کے لیے نہ بجالاؤ اور عبادت میں کسی مخلوق کو شریک نہ کرو، یعنی مراسمِ عبودیت کو غیر اللہ کی طرف پھیر کر اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو معبود نہ بناؤ۔ بے شک وہی معبودِ برحق، مشکل کُشا اور حاجت روا ہے، اس لیے اس کے ساتھ کسی اور کو مشکل کشا اور حاجت روا بنا کر اپنے آپ کو بے یار و مددگار اور ملامت زدہ نہ بناؤ۔ اور اگر اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارو گے تو اللہ

کے عذاب سے بچ نہیں سکتے اور تمھارا یہ پکارنا دائمی عذاب کا موجب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

● ﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا﴾ ”تو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا، ورنہ تو مذمت کیا ہوا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔“ [الإسراء:۲۲]

● ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ ”اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو، ورنہ تم بھی عذاب دیے جانے والے لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔“ [الشعراء:۲۱۳]

ان آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے، جو کہ حقیقی معنوں میں توحید کے سب سے بڑے داعی اور مناد، شرک کا قلع قمع کرنے والے اور روئے زمین پر شرک کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے پوری امت کو شرک سے روکا جا رہا ہے۔ بظاہر رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے پوری انسانیت کے لیے شرک کی قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ بفرضِ محال رسول اکرم ﷺ اگر شرک کریں تو وہ بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے پھر دیگر لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

ہر دور کے مشرکین کی یہ مشترکہ حالت رہی ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کو خالق، مالک، رازق اور حاکم تو تسلیم کرتے رہے ہیں، مگر اُسے بلا کسی شرکتِ غیرے الٰہ نہیں مانتے، عبادت میں اس کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کر لیتے ہیں، اللہ کے سوا کسی مخلوق کو بھی حاجت روا اور مشکل کشا ماننے لگتے ہیں، انتہائی عاجزی اور غایت درجے کی محبت کا اظہار کسی اور کے لیے کرنے لگتے ہیں، جب کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے، مدد و استعانت کے لیے کسی اور کو نہ پکارا جائے اور کسی بھی اعتبار سے مخلوق میں سے کسی کو اس کا ہمسر اور مدمقابل نہ سمجھا جائے۔ اسی حقیقت کو ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے واضح فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ

الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے چہرے (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، اُسی کے لیے حکمرانی ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤگے۔''[القصص:۸۸]

اس آیتِ کریمہ میں بھی رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ذریعہ امت کو حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو یعنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرو، اپنی ساری امیدیں اُسی سے وابستہ رکھو، خشوع، خضوع اور تذلل کا اظہار صرف اسی کے لیے کرو، محبت اور تعظیم نیز خوف اور خشیت کے اظہار میں کسی کو اس کا ہم سر اور ہم پلہ نہ بناؤ۔ آیتِ کریمہ میں جو﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی بات کہی گئی ہے، دراصل یہی تمام انبیاء کی دعوت کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، ہماری تخلیق کا مقصود اور غرض وغایت بھی اسی حکم کی بجاآوری ہے، اس میں بیک وقت شرک کی پُرزور تردید و نفی اور توحید کا اثبات پایا جاتا ہے۔ چناں چہ ہر طرح کی عبادت اور بندگی کے لائق وہی ذاتِ واحد ہے، جو ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، کائنات میں صرف اُسی کا حکم چلتا ہے، وہی سب کا حاکم اور فرماں روا ہے، سب کو اُسی کی طرف جانا ہے اور اس کے سامنے پیش ہو کر اپنے کیے کا جواب دینا ہے۔ اُس کے سوا سب کو ہلاکت کا سامنا کرنا ہے اور سب کو جامِ فنا پینا ہے۔ اِس لیے صرف اُسی ایک ہستی کو بِلا شرکتِ غیرے اپنا معبود بناؤ۔ اپنے ذہن کے دریچوں کو کھول کر عقل و دانش کا استعمال کرتے ہوئے غور کریں کہ جو خود ہلاک ہونے والے ہیں اور اللہ کے حضور اپنے اعمال کے جواب دہ ہیں، وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور کیوں کر انھیں اللہ تعالیٰ کا ہم سر قرار دیا جاسکتا ہے؟

اوپر کی سبھی آیات میں غور کریں! تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام آیات میں غیر اللہ کو پکارنے سے روکا گیا ہے، یعنی غیر اللہ کو پکارنا گویا اس کی عبادت کرنا ہے۔ اِس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی مافوق الاسباب طریقے سے پکارنا اللہ کے ساتھ اُسے شریک قرار دینا ہے، اُسے اللہ کا ہم سر بنانا ہے اور قرآن کریم میں بڑی شدت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے اور صرف ایک اکیلے

اللہ کی عبودیت بجالانے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اس کا بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے اور اپنا ہم سر بنانے سے روکتے ہوئے فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اے لوگو! عبادت کرو اپنے اُس رب کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا کیا ہے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعہ تمھاری روزی کے لیے کئی طرح کے پھل پیدا کیے۔ پس تم کسی کو اللہ کا ہم سر نہ بناؤ، حالاں کہ تم جانتے ہو۔'' [البقرۃ:۲۱-۲۲]

یہ آیتِ کریمہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کو واجب اور دیگر مخلوقات کی عبادت کو باطل قرار دیتی ہے اور توحید ربوبیت کا ثبوت فراہم کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق، رازق اور مدبر ہے۔ اور جب بندہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ خالق، رازق اور مدبر ہونے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے تو اس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔

یہ کس قدر تعجب خیز اور حماقت بھری بات ہے کہ انسان جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کی پرستش میں لگا ہوا ہے، جب کہ اسے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ خالق، مالک، رازق اور مُدبِّر ہونے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک و ساجھی نہیں ہے اور نہ عبادت میں کوئی اس کا مد مقابل اور ہم سر ہے، اس اعتراف واقرار کے باوجود بھی انسان دوسرے کی عبادت کرتا ہے، یہ کتنی بڑی نادانی اور محرومی کی بات ہے!!

اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ میں مخلوقات میں سے کسی کو بھی اپنا ہم سر اور مد مقابل بنانے سے روکا

ہے، یعنی کسی بھی مخلوق کو اُس کا ہم سر، مد مقابل اور اس کی برابری کرنے والا بنا کر اس کی عبادت کی طرح اس مخلوق کی عبادت نہ کرو اور اس سے اس طرح محبت نہ کرو جس طرح اللہ سے محبت کرتے ہو، کیوں کہ دیگر مخلوقات کی طرح عبادت کیے جانے والے لوگ بھی مخلوق ہیں، وہ بھی روزی دیے گئے ہیں، ان کی زندگی کی بھی تدبیر کی جاتی ہے، وہ بھی محتاج ہیں، زمین و آسمان میں ایک ذرہ برابر کے بھی وہ مالک نہیں ہیں، نہ وہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، پھر کیوں کر ان کی عبادت کرتے ہو؟

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ)) ”جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی شریک، ہم سر کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔“[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ)) ”اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں ساجھی داروں کے شرک سے بے نیاز ہوں، جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو ساجھی دار بنایا تو میں اس عمل کو اور اس کے حصے کو چھوڑ دیتا ہوں۔“[2]

اللہ کے سوا جن لوگوں کو پکارا جاتا ہے خواہ وہ بت ہوں یا فوت شدہ اشخاص، وہ سب مل کر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے، نہ پہلے ان میں یہ طاقت تھی، نہ اب ہے اور نہ آیندہ وہ ایسا کر سکتے ہیں، بلکہ اللہ کی یہ معمولی مخلوق مکھی اگر ان سے کوئی چیز چھین لے تو اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے ہیں۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ﴾ ”اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور

[1] صحیح بخاری: ۴۴۹۷، صحیح مسلم: ۹۲ [2] صحیح مسلم: ۲۹۸۵

سے سنو! بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے اس سے ہرگز چھڑا نہیں سکتے، مدد مانگنے والا بھی کمزور ہے اور جن سے مدد مانگی جاتی ہے وہ بھی کمزور ہے۔" [الحج:۷۳]

کتنے بے وقوف ہیں وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں، جو ایک حقیر مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے ہیں، جب کہ مکھی بھی کمزور ہے، اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والے بھی کمزور ہیں اور جن کو پکارا جاتا ہے وہ بھی کمزور ہیں۔ یہ آیتِ کریمہ اگرچہ بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مگر اس کا حکم تمام خود ساختہ معبودانِ باطلہ کے لیے عام ہے۔ چناں چہ اللہ کے سوا جن لوگوں کو بھی پکارا جا رہا ہے وہ سب ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہیں۔ خواہ وہ کوئی بھی ہوں، بت ہوں یا فوت شدہ اشخاص، جنھیں مدد و معاونت اور سفارش کے لیے پکارا جاتا ہے، یعنی ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی عمومیت میں صرف بت ہی شامل نہیں ہیں، بلکہ تمام مخلوقات میں سے جنھیں بھی داتا، حاجت روا، دست گیر، مشکل کشا اور دافع بلا سمجھ کر پکارا جاتا ہے، سب کے سب ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی عمومیت میں شامل ہیں۔ اور وہ سب مل کر کے ایک مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے اور نہ اس کی چھینی ہوئی حقیر چیز واپس لینے کی سکت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اللہ کے علاوہ لوگوں کو بھی مدد کے لیے پکارا جائے اور ان سے اپنی ضرورتیں طلب کی جائیں تو اس سے بڑی نادانی اور خسارہ اٹھانے والی بات اور کچھ نہیں ہوگی۔

مشرکینِ مکہ جو اپنے بزرگوں اور صالحین کے نام پر موجود مختلف بتوں کی پرستش کرتے تھے، ان کے لیے چڑھاوے چڑھاتے تھے، منتیں مانتے تھے اور ان سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتے تھے، وہ اس بات کے قائل تھے کہ ہم ان بتوں کی پوجا انھیں خالق و مالک سمجھ کر نہیں کرتے ہیں، ہمارا خالق و مالک تو ایک ہی ہے، اسی نے زمین و آسمان بنایا، ہم تو اِنھیں اُس ایک معبود کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اللہ تو بہت بلند و بالا ہے، ہماری رسائی وہاں تک کیسے ہو سکتی ہے؟ سو یہ سب اس کے دربار میں ہمارے وکیل اور سفارشی ہیں اور ہماری رسائی اللہ تک کرا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس

باطل قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾ ''ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں گے۔'' [الزمر:۳]

موجودہ دور میں پیروں، ولیوں اور قبروں کی پوجا کرنے والے نیز اللہ کی عبادت اور الٰہی خصائص میں غیر اللہ کو شریک کرنے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم پیروں اور بزرگوں کی عبادت نہیں کرتے ہیں، یہ تو بس اللہ کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور اس طرح وہ دھڑلے سے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں قبر پرستی اور پیر پرستی کی جو وبا عام ہے وہ اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ لوگ کسی مخلوق کو الٰہی صفات و خصوصیات سونپ کر اس کی پیروی کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک اللہ کو ماننے اور اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلم معاشرے میں شرک اکبر اور شرک اصغر کی بہتیری صورتیں عام ہیں اور کئی طرح سے شرک کا ارتکاب کیا جارہا ہے۔ جس کی کچھ تفصیل آگے پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت

ساری کائنات کا خالق و مالک، مدبر و کارساز، متصرف، پالنہار، روزی رساں اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ وہ غیب و حاضر کا جاننے والا اور قادرِ مطلق ہے، وہ اپنی ربوبیت، الوہیت اور اسماء و صفات میں یکتا ہے، کوئی اس کے مشابہ نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں، کائنات کا نظام اور باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی لوگوں کو مارتا اور جِلاتا ہے، خوشی اور غمی میں مبتلا کرتا ہے، کسی کو بلندی عطا فرماتا ہے اور کسی کو پستی کے گڑھے میں ڈھکیل دیتا ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، وہی ہر ایک کی روزی کا بندوبست کرتا ہے، ہر طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے، معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور روزی میں کمی و بیشی کر کے اپنی مخلوقات کو آزمائش میں بھی مبتلا کرتا رہتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

- ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ ''اور زمین میں کوئی چلنے والا جان دار نہیں، مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔'' [ھود:٠٦]

- ﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ﴾ ''اور تمھارے پاس جو نعمت بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔'' [النحل:٥٣]

کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود، ان میں اختلاف و تنوع اور مخلوق کا کثیر تعداد میں ہونا خالقِ حقیقی کا پتا دیتا ہے، اس لیے کہ اس کے سوا کسی نے بھی ان کی تخلیق اور ایجاد کا دعویٰ نہیں کیا۔ ان سب کا از خود ہونا بلکہ کسی بھی معمولی سی چیز کا موجد کے بغیر پایا جانا عقلاً محال اور غیر دانش مندانہ بات ہے۔ کیا پکانے والے کے بغیر کھانا تیار ہو جاتا ہے؟ اور اسی طرح فرش بچھانے والے کے بغیر زمین پر کوئی فرش بچھ سکتا ہے؟ اتنے بڑے جہان، آسمان، افلاک، سورج، چاند اور تارے جن کا حجم و مقدار اور باہمی فاصلے مختلف ہیں از خود وجود میں آگئے ہیں؟ زمین اور زمینی مخلوق انسان، جن، حیوان، ان کے رنگ، زبان کے اختلاف، ادراک و فہم کے تفاوت، خصوصی عادات و علامات کو دیکھیں اور مختلف رنگ و منفعت کی حامل زمینی معدنیات اور بہنے والے چشمے، ندیاں، دریا، سمندر، زمین میں اُگے ہوئے پودے، درخت جن کے پھلوں کا ذائقہ، رنگ اور مہک مختلف ہے۔ اور ہر چیز کی اپنی خصوصیت اور اپنا مزاج ہے۔ یہ سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی جو اپنے امر و تدبیر سے ان کو کنٹرول کر رہی ہے اور اس وسیع و عریض کائنات کا یہ نظام اس کی مرضی و منشا سے ہی، بغیر خلل کے چل رہا ہے۔[1] سچ ہے: ؎

دیتا ہے پتّہ پتّہ، پتا اس کا جھوم کر = ہر دانہ دانہ، دانا کا مِدحت طراز ہے

[1] دیکھیں: اسلامی طرزِ زندگی ص:١١-١٢

عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے

جب وہی ایک معبودِ حقیقی، رب العالمین، خالقِ کائنات، قادر مطلق، مالکِ روزِ جزا اور رازقِ کل جہان ہماری روزی روٹی کا بندوبست کرتا ہے، شکمِ مادر میں ہماری پرورش و پرداخت کرتا ہے، اسی نے ہمیں عدم سے وجود بخشا ہے، اس نے ہمارے اوپر اس قدر انعامات و احسانات کیے ہیں، جو ہماری شمار و گنتی سے باہر ہیں تو کیوں نہ ہم اسے ہر طرح سے یکتا تسلیم کریں؟ جس اللہ نے ہمارا اتنا خیال رکھا ہے اور ہمیں طرح طرح کے انعامات سے نوازا ہے، اس معبودِ حقیقی کی عبادت اور پرستش کرنے کے بجائے کسی اور کی بندگی کیوں کریں؟ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کیوں ٹھہرائیں؟ کسی مخلوق کو اُس الہِ واحد کا ہم سر و ساجھی کیوں بنائیں؟ حاجت رَوائی کے لیے کسی اور کو کیوں پکاریں؟ بیماروں کی شفایابی کے لیے مرادیں اور منتیں کسی اور کے لیے کیوں مانیں؟ مصائب اور تکالیف کے مُداوا کے لیے کسی اور کا در کیوں کھٹکھٹائیں؟ اپنی پیشانی کو کسی اور در پر کیوں جھکائیں؟ مدد و استعانت کا مطالبہ کسی اور سے کیوں کریں؟ اُس قادرِ مطلق اللہ کا سا درجہ کسی غیر اللہ کو دے کر اس غیر کی تعظیم اور اس سے محبت کا اظہار کیوں کریں اور اس غیر سے خوف کیوں کھائیں؟ اگر ایسا ہم کرتے ہیں تو تصور کریں کہ یہ کتنا بڑا ظلم اور کتنی بڑی بے حیائی ہوگی؟

ذرا غور تو کریں! کہ ہمیں پیدا تو اللہ نے کیا ہے اور ہم بندگی و شکر گزاری کسی اور کا کریں! رزق کا مالک اور روزی دینے والا اللہ ہے اور ہم کسی اور سے روزی طلب کریں! ہماری پکاروں کو وہ ہمہ وقت سننے کے لیے تیار ہے اور ہم کسی دوسرے کو پکاریں! یہ کتنی بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی کی بات ہے کہ بہتیرے افراد کلمۂ توحید کا اقرار کرنے کے باوجود اللہ کو اس کا حق نہیں دیتے۔ اللہ کی ربوبیت، الوہیت، اسماء و صفات اور حقوق میں کسی اور کو شریک و ساجھی اور ہم سر بناتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس طرح چاہے ہم سے اپنی نعمتوں کو چھین سکتا ہے، ہمیں وسائلِ زندگی سے محروم کر سکتا ہے۔ کفر و شرک جیسے بڑے جرائم کا ارتکاب کرنے والے ناعاقبت اندیش اور بے شعور لوگ

اللہ رب العالمین کے درج ذیل فرامینِ عالیہ پر غور و فکر سے کام لیں اور اگر کچھ عقل و دانش رکھتے ہیں تو اپنی تمرد و سرکشی سے باز آجائیں! اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَهُوَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلْأُولَىٰ وَٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَآءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ۝ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلنَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ”اور وہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اسی کے لیے حمد ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر اللہ قیامت کے دن تک ہمیشہ تم پر رات کر دے تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے، جو تمھارے لیے روشنی لے آئے، کیا تم لوگ سنتے نہیں۔ کہہ دو کیا تم نے غور کیا، اگر اللہ قیامت کے دن تک ہمیشہ تم پر دن کر دے تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے، جو تمھارے پاس رات لے آئے، جس میں تم سکون حاصل کرتے ہو، کیا تم لوگ دیکھتے نہیں۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن بنایا ہے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔“ [القصص:۷۰-۷۳]

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الٰہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور کائنات میں موجود اپنی عظیم الشان نعمتوں کے حوالے سے اپنی توحید کا اثبات فرمایا ہے۔ ذرا سوچیں تو سہی! دنیا کی یہ پُر آسائش زندگی جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے اور ہماری آرام و راحت کے لیے دن و رات کی تبدیلی کا ایک حیرت ناک نظام مقرر فرمایا ہے کہ اس میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، سورج کی یہ گردش ہمارے

لیے عبرت کا مقام رکھتی ہے، اگر یہ ایک مقام پر ٹھہر جائے تو یہ راحت بھری زندگی ہمارے لیے عذاب بن جائے گی اور اللہ کے سوا کوئی طاقت اسے جاری نہیں کر سکتی ہے۔ دن کی روشنی میں تمام مخلوق اللہ کے فضل و کرم کے متلاشی ہوتے ہیں اور رات میں چین و راحت کی سانس لیتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس پر ہمیں اللہ کا شکر بجالانا اور صرف اسی کی عبادت و پرستش کرنی ضروری ہے، لہٰذا اس کے در کو چھوڑ کر کسی اور در کا سہارا لینا عقل و فطرت کے خلاف ہے۔ کتنے بڑے ناسمجھ، محروم، بے حیا اور گمراہ ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک بناتے ہیں، خوف و محبت کے جذبات کو کسی اور کے لیے روا رکھتے ہیں اور اللہ کے سوا انھی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔

عبادت سے متعلق جہاں بہت سے لوگ شدید گمراہی کا شکار ہیں اور اللہ کی بندگی چھوڑ کر انسانوں کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں، وہیں عام طور پر معاشرے میں عبادت کو محض چند اعمال و افعال تک محصور کر دیا گیا ہے۔ جب کہ عبودیت اور بندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان محض ارکانِ اسلام کی ادائیگی پر اکتفا کرے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں شرعی احکام کو نافذ کرے اور اپنے تمام معاملات میں اللہ کے احکام و فرامین کی پیروی کرے۔ ہمارے ہاں بیش تر لوگوں کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ اگر وہ کچھ اعمال کی بجاآوری کر لیتے ہیں تو اپنی باقی زندگی میں سرِ عام اللہ کے احکام کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں، بظاہر وہ یہی سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے چند دینی شعائر کی پابندی کر لی تو ہماری نجات یقینی ہے، خواہ ان کی پوری زندگی دیگر شرعی احکام کی مخالفت میں گزرے اور قدم قدم پر حدودِ الٰہی کو پامال کرتے پھریں۔ حافظ عبد السلام بُھٹوی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے رکوع و سجود، قیام، ذکر، نماز، روزے، زکاۃ اور حج وغیرہ ہی کو عبادت سمجھ رکھا ہے، بے شک یہ بھی عبادت ہیں، مگر صرف یہی عبادت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرنا عبادت ہے، کیوں کہ بندگی اور عبادت کا مطلب ہی مالک کے حکم، بلکہ اشارے پر چلنا ہے۔ جو مالک کا حکم نہ مانے وہ غلام کیسا اور جو اپنے رب کے حکم پر نہ چلے وہ عبد

کیسا؟ جو شخص مسجد میں تو نماز پڑھتا ہے، مگر گھر، بازار اور عدالت میں اپنی مرضی پر چلتا ہے، وہ نہ رب کا بندہ ہے اور نہ اس کا عبد۔ ہاں اگر وہ ہر کام میں اس کے حکم پر چلتا ہے تو اس کا ہر کام عبادت ہے، حتیٰ کہ نماز ہی نہیں، اس کا کھانا پینا، سونا اور بیوی سے صحبت بھی عبادت ہے، کیوں کہ رب کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس نے مالک کے منع کیے ہوئے حرام سے اجتناب کیا اور اپنی خواہش پوری کی تو اپنے مالک کے حکم پر چلتے ہوئے پوری کی، یہی بندگی اور یہی عبادت ہے۔"[1]

انعاماتِ الٰہی

آیئے دوسرے قرآنی حقائق پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان کو کتنی قوت و طاقت حاصل ہے؟ اور انسان کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ کیا انسان اللہ کی نعمتوں کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟ مختلف الٰہی انعامات کے سلسلے میں مندرجہ ذیل قرآنی آیات کے بامقصد سوالات کو دیکھیں اور غور کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ان نعمتوں کو چھین لے تو کیا ہم انھیں حاصل کر سکتے ہیں؟ جنھیں اللہ تعالیٰ کا شریک و ساجھی بنایا جاتا ہے، کیا وہ شرکاء ایسا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں؟ نہیں، یقیناً نہیں! جن و انس کی پوری جماعت مل کر کے ایسا نہیں کر سکتی۔ جب ان کے اندر اس کی تاب نہیں ہے تو پھر اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیوں ٹھہراتے ہیں؟ شرک جیسے عظیم گناہ، انتہائی قبیح و شنیع فعل اور ناقابلِ معافی جرم سے توبہ کر کے گناہوں سے گلوخلاصی کیوں نہیں حاصل کرتے؟ شرک سے دوری کیوں نہیں اختیار کرتے؟ غیر اللہ کے آستانوں پر اپنی جبینِ نیاز کیوں خم کرتے ہیں؟ دوسروں کے سامنے دستِ سوال کیوں دراز کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی الوہیت اور وحدانیت کو تسلیم کر کے صرف اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- ﴿نَحْنُ خَلَقْنَٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۝ أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۝ ءَأَنتُمْ

[1] تفسیر القرآن الکریم ۴/۴۵۹

تَخۡلُقُونَهُۥٓ أَمۡ نَحۡنُ ٱلۡخَٰلِقُونَ﴾ ''ہم نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے، پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم نے غور کیا، جو (منی) تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اس سے پیدا کرتے ہو یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟'' [الواقعۃ:۵۷-۵۹]

انسان جو نطفہ رحمِ مادر میں ٹپکاتا ہے اس سے انسانی تخلیق کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟ اور کس طرح اللہ رب العالمین اس کی پرورش کرتا ہے؟ اگر انسان اس پر غور کرے تو اس کے لیے اللہ رب العالمین کی قدرتِ کاملہ اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور موت کا اختیار صرف اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ نطفے سے متعلق درج ذیل حقائق پر غور کریں اور اپنی حیثیت کا اندازہ لگائیں!!

''پہلی قابلِ غور بات یہ ہے کہ انسان کا نطفہ بذات خود کیا چیز ہے؟ وہ کن چیزوں سے بنتا ہے؟ جن چیزوں سے نطفہ بنتا ہے وہ زندہ تھیں یا مردہ؟ اور اس نطفہ کے بننے میں یا بنانے میں تمھارا بھی کچھ عمل دخل یا اختیار تھا؟ پھر اس نطفہ کو رحمِ مادر میں ٹپکانے کی حد تک تو اختیار انسان کو ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا اختیار کلی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ نطفہ کا ایک قطرہ لاکھوں جراثیم یا کیڑوں پر مشتمل ہوتا ہے، جو صرف طاقت ور خوردبین سے نظر آسکتے ہیں۔ اسی طرح رحمِ مادر میں نسوانی بیضہ کا وجود بھی خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتا۔ نطفہ کا ایک جرثومہ جب نسوانی بیضہ میں داخل ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں کے ملنے سے ایک چھوٹا سا زندہ خلیہ (Cell) بن جاتا ہے۔ یہی انسانی زندگی کا نقطۂ آغاز ہے اور اسی کا نام استقرارِ حمل ہے۔ نطفہ ٹپکانے کی حد تک تو مرد کو اختیار ہے۔ مگر یہ طاقت نہ مرد میں ہے نہ عورت میں اور نہ دنیا کی کسی اور طاقت میں کہ وہ نطفہ سے حمل کا استقرار کرا دے۔ پھر اس نقطۂ آغاز سے ماں کے پیٹ میں بچے کی درجہ بدرجہ پرورش، ہر بچے کی الگ الگ صورت گری، ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی و جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب کے ساتھ رکھنا، جس سے وہ ایک امتیازی انسان بن کر اٹھے۔ کیا یہ ایک خالق کے سوا کسی اور کا کام ہو سکتا ہے؟ یا اس میں ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کا کوئی دخل ہے؟ پھر یہ فیصلہ کرنا بھی اللہ کے

اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا۔ خوش شکل ہو یا بد شکل، اس کے نقوش تیکھے ہوں یا بھدے؟ طاقت ور اور قد کاٹھ والا ہو یا کمزور نحیف اور تھوڑے وزن والا، تندرست ہو یا اندھا، بہرا، لنگڑا، ذہین ہو یا کند ذہن۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات کے اختیار میں ہیں۔ کیا ان سب باتوں کو سمجھ لینے کے بعد بھی انسان یہ تصدیق نہیں کر سکتا کہ اسے پیدا کرنے والا اللہ رب العالمین ہی ہو سکتا ہے۔ اور جو مردہ غذاؤں سے ہر روز لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں انسان اور دوسرے جان دار پیدا کر رہا ہے، وہ مردہ انسانوں کے بے جان ذرات سے پھر انھیں دوبارہ زندگی نہیں بخش سکتا؟"[1]

ذرا قرآن کریم کے درج ذیل بیانیے پر غور کریں! اور اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی عظیم نعمتوں سے نواز رکھا ہے، حق تو یہ ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کو شمار ہی نہیں کر سکتے ہیں۔

- ﴿أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ﴾ "کیا تم نے غور کیا جو بیج تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم ہی اسے اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں پھر تم حیرت سے باتیں بناتے رہ جاؤ کہ بلاشبہ ہم تاوان ڈالے گئے ہیں، بلکہ ہم محروم کر دیے گئے۔" [الواقعۃ:٦٣-٦٧]
- ﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ﴾ "کیا تم نے غور کیا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا دیں، پھر تم کیوں نہیں شکر ادا کرتے؟" [الواقعۃ:٦٨-٧٠]
- ﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنشِـُٔونَ﴾ "کیا تم نے غور کیا وہ آگ جسے تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا

[1] ماخوذ از: تیسیر القرآن ٤/ ٣٦٢-٣٦٣

ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟" [الواقعۃ:۷۱-۷۲]

- ﴿أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ﴾ "کون ہے وہ جو تمھیں رزق دے گا اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور بدکنے پر اڑ گئے ہیں۔" [الملک:۲۱]

- ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَاءٍ مَّعِينٍ﴾ "کہہ دو کہ کیا تم نے غور کیا اگر تمھارا پانی گہرائی میں اتر جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس صاف بہتا ہوا پانی لائے گا؟" [الملک:۳۰]

قرآن کریم کا یہ استفہامیہ اور سوالیہ انداز لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ انسان کی خود اپنی پیدائش، پھر اس کی روزی کے لیے زمین سے سرسبز و شاداب کھیتیوں کا اُگنا، آسمان سے صاف ستھرے پانی کا اترنا اور زمین کی تہوں میں میٹھے پانی کا پایا جانا، درختوں سے جَلانے کے لیے ایندھن کا انتظام کرنا۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہیں، جسے اگر وہ روک لے تو کوئی بھی اسے پورا نہیں کر سکتا۔ اس پر ہمیں اللہ کی قدرت و توحید کا اقرار کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن بہت سے لوگ اپنی تمرد و سرکشی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی عبادت نہیں کرتے یا اللہ تعالیٰ کی عبادت تو کرتے ہیں، مگر اس کی عبادت میں غیر اللہ کو بھی شریک بنا لیتے ہیں یعنی اس کی تعظیم، محبت، خوف، دعا، قربانی اور حمد و عبادت میں غیر اللہ کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ اگر انسان قرآنی بیانات پر فہم و تدبر سے کام لے تو اس کے دل کی دنیا ہی بدل جائے گی اور وہ شرک کی غلاظتوں سے بھاگ نکلے گا۔ قرآن کریم کا یہ اسلوب اور یہ انداز جو اپنے اندر وسیع معانی لیے ہوئے ہے، اس کی ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گا اور یہ دلائل و براہینِ ساطعہ اسے اللہ واحد کے سامنے سر ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرے گا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان دل کی آنکھوں سے نصیحت پذیری کی خاطر قرآن کریم کی تلاوت کرے، نتیجتاً وہ ضلالت و گمراہی کی گھٹا ٹوپ

اندھیروں سے نکل کر ہدایت کی روشنی سے بہرہ ور ہو گا۔ سچ ہے: ؎

دیدۂ دل سے تلاوت ہو اگر قرآن کی
قلب بن جائے گا مخزن دولتِ ایمان کا

شرک کے مظاہر

دہریہ قسم کے انسانوں کی بات چھوڑیے، بہت سے توحید و ایمان کا اقرار کرنے والے نام نہاد کلمہ گو مؤحد مسلمان بھی اپنی ضعیف الاعتقادی یا اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر شرک کے گِرداب میں پھنسے نظر آتے ہیں۔ شرک کی حقیقت اور اس کے مفہوم کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے نبیوں، ولیوں، پِیروں اور بزرگوں کو اللہ کا سا درجہ دیتے ہیں، ان کی قبروں پر حاضری دے کر ان سے دعائیں کرتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، اس پر چادر چڑھاتے ہیں، اس کا سجدہ کرتے ہیں، اپنی پیشانی اس پر ٹیکتے ہیں، اسے عرقِ گلاب سے دھلتے ہیں، اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں، ان کے نام کا ذبیحہ پیش کرتے ہیں، منّتیں مانتے ہیں، نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، ان سے اولاد طلب کرتے ہیں، ان کے نام کا مالا جپتے ہیں، ان کے لیے تصرف کی قدرت ثابت کرتے ہیں، مصیبت و پریشانی میں انھیں پکارتے ہیں، ہاتھوں میں ان کے نام کا دھاگا، کڑا یا چھلا پہنتے ہیں، بیماری سے شفایابی کے لیے ان کو پکارتے ہیں، ان سے مدد کے خواہاں ہوتے ہیں، انھیں مشکل کشا، حاجت روا، دست گیر، داتا اور ہر مصیبت و پریشانی کو دور کرنے والا مانتے ہیں۔ نظرِ بد اور دیگر بیماریوں کو دور کرنے کے لیے ان کے نام پر شرکیہ قسم کی تعویذ کا استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ ڈھونگی قسم کے باباؤں کے پاس حاضری دے کر اپنا دین و ایمان بیچتے ہیں، جب کہ حقیقت میں یہ لوگ کاہن، نجومی، جادوگر اور عرّاف ہوتے ہیں اور دین کا لبادہ اوڑھ کر جاہل عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

غرض کہ مذکورہ شرکیہ اعمال اس طرح انجام دیتے ہیں کہ اگر کوئی مؤحد مسلمان انھیں ٹوک دے تو بجائے اپنی اصلاح کرنے اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے کے اسے گستاخِ رسول اور منکرِ اولیاء قرار

دے کر خود کو اسی شرک کے گڑھے میں محصور رکھتے ہیں، بلکہ بہت سے نام نہاد گمراہ پیر اور ولی، جاہل مریدوں کو اپنے دامِ فریب میں مبتلا رکھنے کے لیے انھیں شرک کے آداب سکھلاتے ہیں، خود اپنے پیروں پر سجدہ کرواتے ہیں اور بہت سی منگھڑت اور جھوٹی کہانیوں کا سہارا لے کر مشائخ، اولیاء اور پیروں کو حاجت روا، مشکل کشا اور الٰہی قدرت و تصرف کا مالک باور کراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک میں مبتلا ان افراد کو ہدایت دے۔ آمین!

اور مزید یہ ڈھٹائی ملاحظہ فرمائیں کہ توحید کو تار تار کرنے والے گمراہ اور بدعقیدہ لوگ خود کو سب سے بڑا مُوَحّدِ اور مومن سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی بے راہ روی اور مؤحد و مومن کہلانے والے مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی شرک کی صورتِ حال کو دیکھ کر مولانا حالؔی نے کہا تھا:

ے
کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشما تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں　　شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں　　ہوا جلوہ گر حق، زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں　　وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

[مسدس حالؔی، ص:۶۳]

لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم شرک کے مفہوم اور اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ ہم اس عظیم گناہ سے بچ سکیں، ورنہ یاد رکھیں شرک ایسا بڑا گناہ ہے، جو انسان کے سارے اعمالِ صالحہ کو خاکستر کر کے رکھ دیتا ہے۔

قبروں اور اہلِ قبور کی حد درجہ تعظیم

قبروں کی زیارت کرنا اور اہلِ قبور کے لیے بخشش کی دعا کرنا مسنون، مشروع اور مستحب عمل ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پہلے اس سے منع فرمایا تھا اور پھر اس کی اجازت مرحمت فرما دی۔ حدیثوں میں قبروں کی زیارت کرنے کا مقصد موت کو یاد کر کے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور فوت شدگان کے لیے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ احادیثِ نبویہ میں اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا)) وفي روايةٍ: ((فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ)) ''میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا، اب اس کی زیارت کیا کرو، کیوں کہ یہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔''[1]

ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت فرمائی تو آپ خود روئے اور اپنے ارد گرد لوگوں کو بھی رُلایا اور پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ)) ''اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی۔ سو تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کیا کرو، کیوں یہ موت کو یاد کراتی ہے۔''[2]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زیارتِ قبور کی جو دعائیں سکھلائی ہیں، ان میں سے ایک دعا یہ بھی ہے:

---

[1] صحیح مسلم:۹۷۷، جامع ترمذی:۱۰۵۴ [2] صحیح مسلم:۹۷۶

((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَلَاحِقُونَ أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ)) ”سلامتی ہو تم پر گھروں والے مومنین اور مسلمین! بلاشبہ اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تم سے ملنے والے ہیں، میں اللہ سے اپنے لیے اور تم لوگوں کے لیے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔“[1]

اسی طرح یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ قبروں کی ویرانی اور بوسیدگی کو دیکھ کر ہی حقیقی معنوں میں مرنے کا خیال دل میں جاگے گا، آخرت کی یاد آئے گی اور دلوں کے اندر ایک خوف سا محسوس ہوگا اور ایسا لگے گا کہ قبروں کے مکین بزبانِ حال پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی کبھی تمھاری طرح دنیاوی زندگی سے لطف اندوز ہوتے تھے، چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے تھے، ہمارے قریب بھی ہمارے چاہنے والوں کا ایک جتھا لگا رہتا تھا، مگر موت نے ہمیں آدبوچا اور آج ہم اس شہر خموشاں میں داستانِ پاستاں بن چکے ہیں۔ یاد رہے اُن عالی شان قبروں پر جانے سے موت کی یاد نہیں آئے گی اور نہ آخرت کی یاد تازہ ہوگی، جہاں پختہ اور رنگ برنگی دیدہ زیب قبریں ہوں اور اس کو نہایت خوب صورتی کے ساتھ سجایا گیا ہو، اس پر پھول اور چادر چڑھائے جاتے ہوں، لوبان اور اگر بتی کی خوشبو سے معطر ہوں اور ہنستے کِھل کھلاتے زرق برق لباس میں ملبوس لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ ہو، مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط ہو۔ یہ زیارت تو محض ایک تفریح گاہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے، جہاں صرف لوگ سیر و تفریح اور بدعات و خرافات کے لیے حاضر ہوتے ہیں، جیسا کہ دورِ حاضر میں لوگوں نے قبروں کو میلہ گاہ اور دنیا بھر کی بدعات و خرافات کی جگہ بنا لیا ہے، جب کہ موت اور آخرت کو یاد کر کے عبرت حاصل کرنے کے علاوہ قبروں کی زیارت کرنا یا ان کی طرف رختِ سفر باندھنا حرام اور ممنوع عمل ہے۔ اسی طرح قبروں کو پختہ اور بلند بنانا، عمارت تعمیر کرنا، قبے بنانا، وہاں قرآن خوانی کرنا، انھیں سجدہ گاہ بنانا، ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، ان پر قندیل جلانا اور وہاں سالانہ عُرس اور

[1] صحیح مسلم: ۹۷۵

میلہ لگانا حرام اور بدعت ہے، بلکہ شرک میں واقع ہونے کا ذریعہ ہے اور اگر ہم صاحبِ قبر کو حاجت روا مان کر اُن سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں تو یہ صریح شرک ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث کا مطالعہ کریں اور غور فرمائیں کہ کس طرح ہمارے معاشرے میں قبروں سے متعلق نبوی تعلیمات اور فرامین کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اور ایک ممنوع عمل کو کس طرح دین کا حصہ بنالیا گیا ہے:

❁ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((**نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ**)) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔"[1]

❁ ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((**لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا**)) "قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ اس پر بیٹھو۔"[2]

❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُس مرض میں فرمایا تھا، جس سے جانبر نہ ہو سکے تھے: ((**لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ**)) "اللہ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"[3]

❁ جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا: ((**...أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ**)) "خبردار! تم سے پہلے جو لوگ تھے، وہ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد بنالیتے تھے۔ خبردار! تم لوگ قبروں کو مساجد نہ بنانا، میں تم لوگوں کو اس بات سے منع کرتا ہوں۔"[4]

---

[1] صحیح مسلم: ۹۷۰ [2] صحیح مسلم: ۹۷۲ [3] صحیح بخاری: ۱۳۹۰ [4] صحیح مسلم: ۵۳۲

✿ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ)) ''اسلام میں ''عقر'' نہیں ہے۔'' محدث عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً'' ''زمانۂ جاہلیت میں لوگ قبر کے پاس گائے اور بکری ذبح کرتے تھے۔''[1]

اصحابِ قبور سے دعا و فریاد کرنا، انھیں مدد کے لیے پکارنا، ان کے لیے نذر و نیاز پیش کرنا، ان کے لیے جانور ذبح کرنا، ان سے مصیبت اور پریشانی کو دور کرنے کا مطالبہ کرنا، ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کی قبروں کا طواف کرنا اور ان پر ماتھے ٹیکنا اور سجدہ کرنا، انھیں حاضر و ناظر سمجھنا، مشکل کُشا ماننا، کائنات کا مُدبِّر اور متصرف مانتے ہوئے دلوں کا بھید جاننے والا قرار دینا، ان سے اولاد طلب کرنا، اٹھتے بیٹھتے اور مصیبت و پریشانی کے وقت انھیں پکارنا اور انھیں نفع و ضرر کا مالک سمجھنا، شرکِ اکبر ہے۔ اور ہمارے معاشرے میں شرک کے یہ مظاہر بہت عام ہیں۔ جاہل عوام تو درکنار اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اس طرح کے شرک میں مبتلا ہیں اور اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر قبروں اور ولیوں کی پرستش کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ ذرا سی مصیبت پہنچی کسی قبر یا ڈھونگی ولی کے پاس حاضری ضروری ٹھہری۔ آخر دعا و فریاد، نذر و نیاز، سجدہ و طواف عبادت ہی تو ہے اور مشکل کشا، دافعِ بلا، قادرِ مطلق، متصرف، عالم الغیب، حاضر و ناظر، سینوں کے بھید سے باخبر اور نفع و ضرر کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان عبادتوں کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا اور ان الٰہی خصوصیات کو غیر اللہ کے لیے ماننا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر قرار دینا نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ تو کہہ رہا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمھاری پکار سنوں گا، مجھ سے فریاد رسی کرو میں تمھاری حاجتیں پوری کروں گا اور تمھاری مصیبتیں دور کروں گا، لیکن لوگوں کی حالت یہ ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکار رہے ہیں اور اپنی حاجت روائی کے لیے قبروں کے سامنے دست

[1] سنن ابو داود: ۳۲۲۲، مسند احمد: ۱۳۰۳۲، سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۲۴۳۶

بستہ کھڑے ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں (تو انھیں کہہ دیجیے کہ) بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے، لہٰذا لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔'' [البقرة:۱۸۶]

پیر پرستی کی یہ وبا بھی معاشرے میں بہت عام ہے کہ کسی بھی شخصیت کے گرد عقیدت کا جالا بُن کر اسے خدائی درجہ اور حلال و حرام کا اختیار دے دیتے ہیں، وہ جسے حلال ٹھہرائیں اسے حلال اور جسے حرام ٹھہرائیں اسے حرام مانتے ہیں، باقی شریعت کیا کہہ رہی ہے؟ کتاب و سنت کا حکم کیا ہے؟ اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں رہتی ہے۔ کسی مسئلہ میں کتاب و سنت کا واضح حکم موجود ہونے کے باوجود اپنے پیر و مرشد کے اقوال کو قرآن و حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایسا رویہ اختیار کر کے غیر اللہ کو رب بنانا ہی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ کے اسی طرزِ عمل کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''ان لوگوں نے اپنے علما اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالاں کہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک الٰہ کی عبادت کریں، جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ پاک ہے، ان چیزوں سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' [التوبة:۳۱]

یہود و نصاریٰ کا اپنے اَحبار و رہبان کو حلال و حرام کا اختیار دے دینا اور بلا تحقیق اندھا دھند انھیں کی باتوں کو مان لینا، انھیں اپنا رب بنانا تھا۔ اور ان کے مذہبی پیشوا بھی اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے بڑی بے باکی سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے تھے، جب کہ حلال و حرام کا اختیار

صرف اللہ رب العالمین کو ہے اور ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم عملاً اور قولاً حلال و حرام کا مختارِ کل صرف اور صرف اللہ رب العالمین کو بلا شرکتِ غیرے مانیں اور اپنی اندھی عقیدت کے باوصف کسی اور کو اس کا اختیار نہ دیں اور نہ کسی غیر اللہ کو اس مقام پر بٹھائیں۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی، آپ نے فرمایا: "عدی! اس بت کو نکال کر پھینک دو۔" میں نے آپ کو سورۂ براۃ کی آیت: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ ...﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔ [میں نے کہا ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔] آپ نے فرمایا: "وہ لوگ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ اَحبار و رہبان ان کے لیے کسی چیز کو حلال قرار دے دیتے تو وہ لوگ اسے حلال بنا لیتے تھے اور جب وہ لوگ ان کے لیے کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیتے تو وہ لوگ اسے حرام مان لیتے تھے۔ [اور یہی تو ان کی عبادت کرنا تھا۔]"[1]

ہمارے یہاں بھی بہت سے لوگ اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کو حلال و حرام کا اختیار دے کر اور بلا تحقیق ان کی اندھی تقلید و پیروی کر کے، عملی طور پر انھیں اپنا رب بنائے ہوئے ہیں، اپنے اکابرین کے اقوال کے سامنے کتاب و سنت کے صریح نصوص کی پروا نہیں کرتے، بلکہ انھیں پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور عملاً کتاب و سنت کے نصوص کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ "مثلاً قرآن مجید کا صاف حکم ہے کہ رضاعت کی مکمل مدت دو سال ہے، مگر کچھ لوگوں نے اسے ماننے کے بجائے اپنے امام کے کہنے پر اسے اڑھائی سال قرار دے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور صریح فرمان: "ہر نشہ آور حرام ہے" کے باوجود کھجور اور انگور کے سوا کسی بھی چیز سے بنی ہوئی نشہ آور چیز کو حلال قرار دے لیا، زنا کو حلالہ کہہ کر حلال کر لیا، اجرت پر لائی عورت سے زنا پر حد معاف کر دی، تیز دھار آلے اور آگ کے سوا جان بوجھ کر کسی بھی طریقے سے قتل کر دینے پر قصاص ختم کر دیا، بادشاہِ وقت سے اللہ تعالیٰ کی کئی حدود بالکل ہی معاف کر دیں، چور کے چوری کے مال پر ملکیت کے خالی دعوے سے، جس پر وہ کوئی دلیل بھی نہ دے، چوری کی حد ختم کر دی، گانے بجانے اور رقص کو مشائخ کے کہنے پر معرفت اور روح کی غذا قرار دے لیا اور بعض مشائخ و علماء نے عوام سے یہ بیعت لینا

[1] اخرجه البخاری فی التاریخ، والترمذی : ۳۰۹۵، والزیادتان للبخاري وغیره، والسیاق للترمذي، سلسلة الأحاديث الصحيحة : ۳۲۹۳

شروع کردی کہ ہمارا ہر حکم، خواہ وہ قرآن وحدیث کے موافق ہو یا مخالف، تم مانو گے۔ بتائیے! ان مسلمانوں کے احبار ورہبان کو رب بنانے میں کیا کسر رہ گئی!؟"[1]

غیب کے دعوے داران اور ان کی قدر دانی

اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، وہ عرش پر مستوی ہے، مگر اپنے علم اور قدرتِ کاملہ کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر ہے، پوشیدہ اور ظاہر سبھی چیزوں کو دیکھ رہا ہے، اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ ہر چیز سے ہر وقت باخبر رہتا ہے، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اللہ رب العزت کی شان اور اس کی خصوصیت ہے، جیسا کہ قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں جابجا اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان خوبیوں کو کسی مخلوق کے لیے ثابت مانے یا کوئی شخص اس طرح کا دعویٰ کرے تو یہ شرک ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مشرک ہے۔

آج ہم اپنے معاشرے پر ایک نگاہ ڈالیں تو ہمیں بہت سے لوگ اس طرح کے فاسد عقیدے میں مبتلا نظر آئیں گے۔ کوئی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر لوگوں کی مستقبل کے بارے میں بتا رہا ہے، کوئی کسی کی قسمت کا حال بتا رہا ہے، کوئی اولاد سے محروم لوگوں کو اولاد دینے کی بات کہتا ہے، کوئی شادی میں رکاوٹ کا سبب بیان کر کے اسے دور کرنے کی گارنٹی لیتا ہے، کوئی محبت کی ناکامی کو دور کرتا نظر آتا ہے، کوئی گم شدہ چیزوں کی خبر دے رہا ہے، کوئی کسی کے کاروبار میں وسعت وبڑھوتری کا مژدہ سناتا ہے، کوئی کسی کی نوکری کے بارے میں کامیابی یا ناکامی کی بات بتاتا ہے، کوئی کسی کا محض نام پوچھ کر اس کے احوال وکوائف کو بتانے کا دعویٰ کرتا ہے اور دین کے بیوپاری باقاعدہ اس کے لیے بورڈ آویزاں کیے رہتے ہیں اور عوام میں پبلسٹی کے لیے اخباروں میں اشتہار بھی دیتے ہیں اور اسے سوشل میڈیا پر بھی نشر کرتے ہیں۔

درحقیقت ایسے لوگ کاہن، عراف، نجومی اور جادوگر ہوتے ہیں، جو اپنی شعبدہ بازی اور مختلف

[1] ملاحظہ فرمائیں: تفسیر القرآن الکریم ۱/۹۳-۷

ہتھکنڈوں کے ذریعہ لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان کا مال لوٹتے ہیں اور جاہل عوام بھی ایسے لوگوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ جب کہ ایسے لوگوں کے پاس جانا ہی درست نہیں ہے اور اگر کوئی ان کے پاس جاتا ہے تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر ایسوں کے پاس جا کر ان کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان سے مشورہ لیے بنا اپنا کوئی کام نہیں کرتا ہے تو وہ مشرک ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ))

”جو کوئی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتاری گئی شریعت کا انکار کیا۔“[1]

صفیہ بنت ابو عبید تابعیہ رحمہا اللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجۂ مکرمہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً)) ”جو شخص کسی عراف کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے تو اس کی چالیس رات کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔“ یعنی اس پر کوئی ثواب نہیں دیا جائے گا۔“[2]

معاشرے میں پھیلے شرک کی یہ چند صورتیں ہیں جو عام طور پر ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کہیں بھی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ ہم نے مخلوق میں سے کسی کو اپنے کچھ اختیارات یا مکمل اختیارات دے رکھی ہیں، اس لیے تم لوگ ان سے میرا قُرب حاصل کرو اور میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کا وسیلہ پکڑو، اس لیے جو لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ نے پیروں اور ولیوں کو یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ تقدیر کو بدل ڈالیں یا کائنات میں تصرف کریں وہ جھوٹے اور کذاب ہیں، اللہ پر بہتان تراشی کر رہے ہیں اور اگر اپنے قول میں سچے ہیں تو کتاب و سنت سے کوئی دلیل پیش کریں؟ قیامت کی صبح تک وہ دلیل پیش کرنے سے قاصر رہیں

[1] مسند احمد: ۹۵۳۶، السراج المنیر ۲/ ۱۰۳۵
[2] صحیح مسلم: ۲۲۳۰

گے۔ حقیقت میں سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا ہم سر ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)) ''جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔ اور جان لو! بے شک پوری امت اکٹھا ہو کر اگر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمھیں اس سے زیادہ کچھ نہیں نفع پہنچا سکتی جتنا اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تمھیں اس سے زیادہ کچھ نہیں نقصان پہنچا سکتی جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''[1]

ؔ مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ.[2] اے اللہ! میں جانتے بوجھتے ہوئے شرک کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ان جانے میں کیے ہوئے شرک سے تیری مغفرت کا طالب ہوں۔ آمین!

[1] جامع ترمذی:۲۵۱۶، مسند احمد:۲۶۶۹، السراج المنیر ۲/ ۱۱۲۵
[2] السراج المنیر ۲/ ۱۱۶۱

فصلِ دوم: جنسی بے راہ روی

معاشرے میں پھیلے فواحش میں سے ایک عظیم مظہر، فطری اور دائرۂ جواز کی راہ ترک کر کے غلط طریقے سے جنسی خواہشات کی تکمیل کرنا ہے، جسے ہم بدکاری یا جنسی بے راہ روی کا نام دے سکتے ہیں۔ اس کے اندر زنا کاری، اغلام بازی، چپٹی بازی اور مشت زنی وغیرہ شامل ہیں۔ اور یہ سارے اعمالِ بد، غیر فطری ہیں اور نظامِ تمدن کو ڈھا دینے والے ہیں۔

موجودہ دور میں تہذیبِ نو کی کثافت اور انٹرنیٹ کی بے لگام دنیا نے اس بے حیائی کو بڑا بڑھاوا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے کم سِن اور نادان بچوں میں بھی یہ برائی عام ہوتی جا رہی ہے۔ جب کہ جنسی کج روی فطرت، شریعت، سماج اور عقل ہر اعتبار سے نہایت قبیح اور شنیع عمل ہے، یہ بے حیائی کی انتہا اور انسانیت کی انتہائی پستی کا مظہر ہے، کوئی بھی صحیح الدماغ اور انصاف پسند شخص اس فعلِ شنیع کو درست نہیں قرار دے سکتا ہے۔

بدکاری کے نقصانات

بدکاری اور جنسی بے راہ روی کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے، باہمی اتحاد اور آپسی الفت و محبت تار تار ہو کے رہ جاتی ہے، انسان کے اندر سے مروت اور ثبات قدمی ختم ہو جاتی ہے، باہمی نزاع کو ہوا ملتی ہے، آپس میں بغض و کینہ بڑھتا ہے، ایمان و ایقان میں کمی آجاتی ہے، نسلیں مختلط ہو کر رہ جاتی ہیں، رحمتِ الٰہی دور ہو جاتی ہے اور غضبِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، طبیعت لذت اندوزی اور ہوس پرستی کی عادی ہو جاتی ہے اور نفس خوف و ہراس کا شکار رہتا ہے، احساس اور زندہ ضمیری ختم ہو کر بے حسی اور مردہ ضمیری اپنا جگہ بنا لیتی ہے، جیسا کہ معاشرے میں ہم ان مظاہر کا مشاہدہ بخوبی کر سکتے ہیں۔

بدکار شخص معاشرہ میں لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور اپنی خواہشات کا غلام بن کر بسا اوقات شرک کی طرف مائل ہونے لگتا ہے، احکامِ الٰہی ترک کر کے اتباعِ ہویٰ اور نفس پرستی کا شکار ہو جاتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری ترک کر کے انسانوں اور خود خواہشِ نفس کی اتباع و پیروی میں لگ جاتا ہے، اس کی وجہ سے جائز بچوں کی شرحِ پیدائش میں کمی ہوتی ہے اور ناجائز بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہوتا ہے اور عفت مآب خواتین بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرنے لگتی ہیں، جو سماج و معاشرہ اور عائلی زندگی کی بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں اور پھر سوسائٹی میں جنسی آزادی کے نام پر بدکاری کا ایک طویل سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، اس طرح نوجوان نسل خانگی ذمہ داریوں سے بچنے کے لیے شادی کے بجائے آزادانہ جنسی خواہشات کی تکمیل کو ترجیح دینے لگتی ہے، جیساکہ یورپی ممالک میں اس کا عام مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز زنا طاعون، آتشک، ایڈز اور بہت سی جنسی بیماریوں کا باعث بنتی ہے اور پھر آیندہ نسلوں میں بھی یہ بیماریاں منتقل ہوتی رہتی ہیں، جیساکہ اَن گنت طبی تحقیق و ریسرچ میں ان باتوں کو تسلیم کیا گیا ہے اور احادیث میں بھی اس بابت خبر دی گئی ہے کہ معاشرے میں فحاشی کے عام ہونے کی وجہ سے معاشرہ میں بہت سی ایسی نامعلوم بیماریاں پھیل جاتی ہیں جن کا وجود پہلے سے نہیں ہوتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا، بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ، الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا)) ”جب کسی قوم میں فحاشی (بے حیائی، بدکاری، فسق و فجور) عام ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ اسے علانیہ کرنے لگیں تو ان کے اندر طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے کے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔“[1]

جب کسی ملک، گاؤں یا قوم میں زنا اور سود کی وبا عام ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے، اللہ ان کی پاکیزگی اور ان کے مالوں کی برکت کو چھین لیتا ہے اور انھیں مختلف طرح کی ارضی و سماوی آفات و بلیات اور گوناگوں بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس طرح کے معاشرے کے اندر اموات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۹، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۱۰۶

● ((إذا ظَهرَ الزّنا والرِّبا في قَريةٍ، فَقَدْ أَحلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذابَ اللهِ)) ”جب کسی گاؤں میں بدکاری اور سود پھیل جاتی ہے تو وہ اپنی جانوں پر اللہ کے عذاب کو حلال کر لیتے ہیں۔“[1]

● ((...وَلا ظَهَرَتْ فِيهِمُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْمَوْتُ...)) ”جس قوم میں زنا عام ہو جائے تو اس قوم میں موت بڑی کثرت سے ہو گی۔“[2]

زنا اتنا بڑا جرم ہے کہ دنیا میں بھی انسان کو مختلف طرح کی جسمانی و روحانی اور وبائی بیماریوں کے ذریعہ اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے نیز دنیوی عتاب اور سزاؤں کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی ایسے لوگوں کے لیے سخت سزائیں ہوں گی۔ عباد الرحمان کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۞ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾ ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو قتل نہیں کرتے، مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا کے مرتکب نہیں ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کے سخت وبال سے دوچار ہو گا۔ قیامت کے دن اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ذلّت کے ساتھ اس میں رہے گا۔“ [الفرقان:٦٨-٦٩]

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر اپنے اصحاب سے ان کے خواب کے متعلق دریافت فرماتے، ایک صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ، وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي...فَانْطَلَقْنَا، فَأَتَيْنَا عَلَى مِثْلِ التَّنُّورِ، قَالَ: فَأَحْسِبُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: فَإِذَا فِيهِ لَغَطٌ وَأَصْوَاتٌ. قَالَ: فَاطَّلَعْنَا فِيهِ، فَإِذَا فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، وَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَإِذَا أَتَاهُمْ ذَلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا. قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا: مَا هَؤُلَاءِ؟... قَالَا لِي:... وَأَمَّا

[1] أخرجه الطبراني والحاكم، أنظر: السراج المنير / ٤٢٤

[2] أخرجه الطبراني، السراج المنير / ٤١٨

الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِينَ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّورِ، فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّانِي))

”رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور وہ دونوں مجھے لے گئے۔ پس ہم چلے تو تنُّور (آگ کی بھٹی) جیسی چیز کے پاس آئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے آپ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور و غوغا اور آوازیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: پس ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے آگ کی لَپٹ آتی تھی، جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چیخنے چلانے لگتے۔ آپ نے فرمایا: میں نے ان دونوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے مجھ سے بتایا کہ جن ننگے مردوں اور عورتوں کو آپ نے تنور جیسی عمارت میں دیکھا وہ زنا کرنے والے مرد اور عورتیں تھیں۔“[1]

اللہ رب العالمین ہر روز آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور آسمان کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، مسلمانوں میں سے جو لوگ اللہ سے مانگتے ہیں اللہ انھیں عطا فرماتا ہے اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی کو دور فرماتا ہے، مگر زانیوں کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت نہیں بخشتا۔ عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ فَيُنَادِي مُنَادٍ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابُ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى؟ هَلْ مِنْ مَكْرُوبٍ فَيُفَرَّجَ عَنْهُ؟ فَلا يَبْقَى مُسْلِمٌ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ إِلا اسْتَجَابَ اللهُ -عَزَّوَجل- لَهُ إِلا زَانِيَةً تَسْعَى بِفَرْجِهَا أَوْ عَشَّارًا))

”آسمان کے دروازے آدھی رات کو کھولے جاتے ہیں۔ پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے: کیا کوئی پکارنے والا ہے کہ اس کی پکار قبول کی جائے؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ اسے عطا کیا جائے؟ کیا کوئی پریشان حال ہے کہ اس کی پریشانی دور کی جائے؟ پس جو مسلمان بھی دعا کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی دعا قبول فرماتا ہے، سوائے زانیہ کے، جو اپنی شرم گاہ کی کمائی کھاتی ہے یا ٹیکس وصول کرنے والے کے۔“[2]

[1] صحیح بخاری: ۷۰۴۷ مختصراً

[2] أخرجه الطبراني، أنظر: سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۱۰۷۳

خود احتسابی

بدکاری کے رسیا اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے لوگوں کو اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا ہی معاملہ ان کے قریبی لوگوں کے ساتھ پیش آئے تو انھیں کیسا لگے گا؟ کیا وہ لوگ اپنے قریبی لوگوں سے متعلق اس طرح کے برے کارنامے کو برداشت کر سکتے ہیں؟ کسی اور کی بہن بیٹی کے بجائے خود ان کی بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ اس طرح کا واقعہ وقوع پذیر ہو تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ اس برائی میں ملوث لوگوں کو اس پہلو سے بھی سوچنا چاہیے!!

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زنا کی اجازت چاہی تو لوگ اسے ڈانٹنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور فرمایا: کیا تو اپنی ماں کے لیے اسے پسند کرتا ہے؟ نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم ہرگز نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا: اور لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ اس برائی کو پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اپنی بیٹی کے لیے اسے پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ آپ نے فرمایا: اور لوگ بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اپنی بہن کے لیے اسے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا: اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اپنی پھوپھی کے لیے اس کو پسند کرے گا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا: اور لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے اس کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اپنی خالہ کے لیے اس کو پسند کرے گا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا: اور لوگ بھی اپنی خالاؤں کے حق میں اس برائی کو پسند نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور اس کے حق میں یہ دعا فرمائی:

"اے اللہ! اس کے گناہ کو بخش دے، اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ کر

دے۔" راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ نوجوان کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔[1]

یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کی برکت، آپ کی حکیمانہ تربیت اور عمدہ طرزِ تعلیم کا اثر تھا کہ زنا کے متلاشی اس نوجوان نے ہر طرح کی غلاظتوں سے اپنا منہ پھیر لیا۔ ہمارے لیے بھی یہ عظیم حدیثِ نبوی مشعلِ راہ ہے، ہمیں اس سے عبرت و موعظت حاصل کرنی چاہیے اور کسی غیر کی عزت پر نظرِ بد اٹھانے سے پہلے اپنی عزت و آبرو پر بھی نگاہ ڈال لینی چاہیے اور اپنے آپ کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ نوازؔ دیوبندی نے کیا خوب عکاسی کی ہے: ؎

غیر کی جانب نگاہیں اٹھنے ہی والی تھیں

اپنی بیٹی کا خیال آیا تو دل کانپ اٹھا

نکاح کی ترغیب

معاشرے میں جنسی بے راہ روی کو روکنے کا عمدہ ذریعہ معاشرے میں جنسی خواہش کی تکمیل کے جائز اور درست طریقے کا ہونا ضروری ہے اور اس کا فطری اور آسان ذریعہ نکاح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب و ادیان میں شادی بیاہ کا رواج پایا جاتا ہے۔ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا جو ایک طویل سلسلہ جاری ہوا اُن میں سے تقریباً سبھی لوگوں نے شادی کی اور جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے لوگوں کو شادی بیاہ کی ترغیب بھی دی، کیوں کہ نکاح اور شادی کی وجہ سے جہاں بیش تر معاشرتی مسائل حل ہو جاتے ہیں اور انفرادی یا سماجی طور پر پنپنے والے بگاڑ و فساد کا عنصر ختم ہو جاتا ہے، وہیں اس کے ذریعہ شرم گاہ کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے اور انسان کے لیے بدکاری سے بچ کر پاک دامن رہنے کا عمدہ ذریعہ مل جاتا ہے اور پھر ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اگر معاشرے کا کوئی فرد معاشی طور پر کمزور ہے تب بھی اسے شادی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کیوں کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کو اپنے فضل سے غنی اور مال دار کر دے گا۔ اللہ نے فرمایا:

[1] مسند احمد: ۲۲۲۱۱، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۳۷۰

﴿وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ﴾ ''اور تم میں سے جو مرد اور عورت مجرد ہوں ان کے نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کے بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انھیں اپنی مہربانی سے غنی کردے گا۔ اور اللہ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' [النور:۳۲]

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کو فواحش سے پاک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شادی کی عمر کو پہنچنے والا معاشرے کا کوئی بھی فرد بے زوج اور مجرد نہ رہے اور اگر ایسے افراد محتاج اور غریب ہوں پھر بھی ان کی شادی کردی جائے، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل ومہربانی سے مال دار کردے گا۔ اور یہاں '' أَيَٰمَىٰ '' سے مراد معاشرے کے ہر وہ بالغ فرد ہیں، جن کا کوئی زوج نہ ہو اور وہ مجرد رہتے ہوں، چاہے وہ کنوارے مرد یا کنواری عورتیں ہوں، چاہے وہ ایسے مرد ہوں جن کی بیوی فوت ہو چکی ہو یا وہ اسے طلاق دے چکے ہوں اور چاہے وہ ایسی عورتیں ہوں جو بیوہ ہو چکی ہوں یا مطلقہ ہوں۔ جب کہ ہمارے معاشرے کی یہ عام روش بنتی جارہی ہے کہ لوگ شادی کرنے میں کافی تاخیر سے کام لیتے ہیں، کبھی یہ بات آڑے آتی ہے کہ ابھی بچے کی عمر ہی کیا ہے اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ بچہ اپنے پیر پر کھڑا ہو جائے تب اس کی شادی کی جائے گی اور اس طرح عمر کا بیش تر حصہ کیریئر بنانے اور اپنے پیر پر کھڑا ہونے میں گزار دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کا شکار ہوتا ہے اور جنسی بے راہ روی کو راہ ملتی ہے۔ انسان اپنی فطری خواہشات کی تکمیل کے لیے غلط اور ناجائز راہوں کو اپناتا ہے۔ اس کی روک تھام کے لیے والدین اور سرپرست حضرات کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو شادی کا حکم دیا اور اس کے دو اہم فوائد کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ

لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)) ”تم میں سے جو کوئی نکاح کی قوت (اخراجاتِ نکاح اور قوتِ مردمی) رکھتا ہو تو اسے شادی کر لینی چاہیے، کیوں کہ یہ نگاہ کو بہت نیچی رکھنے والی اور شرم گاہ کو بہت محفوظ رکھنے والی ہے۔ اور جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے، کیوں کہ وہ اس کے لیے شہوت کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔“[1]

بے حیائی کا پھیلاؤ

فلم انڈسٹری، پورنوگرافی انڈسٹری، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعہ الحاد کے شکار مغربی مفکرین، مصنفین، شعرا، ادبا اور گمراہ فلسفیوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ فری سیکس اور جنسی آزادی کے تصور کو پوری دنیا میں عام کر دیا ہے، جس کی وجہ سے مغربی معاشرے کے ساتھ ساتھ مشرقی معاشرے میں بھی جنسی بے راہ روی پوری شدت کے ساتھ پھیل رہی ہے اور نوجوان طبقہ گمراہی اور بے راہ روی کا شکار ہو رہا ہے۔

موجودہ دور میں جہاں نکاح اور شادی کو مشکل بنا دیا گیا ہے، وہیں بدکاری کی راہیں بہت آسان ہو چکی ہیں، عام شاہ راہوں، پرانی عمارتوں، بوسیدہ کھنڈروں، سمندر کے ساحلوں اور بڑے بڑے پارکوں میں اس طرح کی بے حیائی عام ہوتی جا رہی ہے، آپسی رضامندی سے ہونے والی بدکاری اور ہم جنس پرستی کو قانونی شکل دی جا رہی ہے، بلکہ اگر کہیں حکومتیں اس قبیح عمل پر پابندی لگانا چاہتی ہیں تو بہت سے گمراہ عوام اس کی پُر زور مخالفت کرتے ہیں اور حکومت کے خلاف مظاہرے کرتے ہیں تاکہ اس پر لگی پابندی کو ختم کر دیا جائے۔

عورت جو سراپا شرم و حجاب ہے، اس نے بھی شرم و حیا کے سارے بندشوں اور بندھنوں کو توڑ دیا ہے، عام شاہ راہوں اور پبلک مقامات پر عریاں لباس میں نظر آنا اس بات کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ آج ہم اخبارات کا جائزہ لیں اور سوشل میڈیا کا مشاہدہ کریں تو جبری بدکاری، معصوموں کے ساتھ

[1] صحیح بخاری: ۱۹۰۵، ۵۰۶۶، ۵۰۶۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۰

عصمت دری، گینگ ریپ، محبوب کے سنگ گھر کو خیر باد کہنے، لو میرج اور محرمات کے ساتھ منہ کالا کرنے کے واقعات آئے دن اخبارات اور سوشل میڈیا کی زینت بنتے رہتے ہیں۔

محرمات سے نکاح کی حرمت

ایک تو یہ فعلِ بد بذات خود نہایت قبیح و شنیع عمل ہے، اس پر مستزاد یہ کہ قریبی رشتہ داروں اور جن سے شادی کرنا حرام ہے اُن محرمات کے ساتھ جبراً یا برضا و رغبت اس طرح کا رویہ اختیار کیا جائے تو کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہوگی؟!! ہمارے اس جدید معاشرے میں قریبی رشتہ داروں کے ساتھ زنا بالجبر کے واقعات بسا اوقات اخبارات اور میڈیا کی زینت بنتے ہیں، جن سے مغربی ماحول میں پروردہ لوگوں کی ذہنیت اور ان کی اخلاقی گراوٹ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بلکہ بعض ناہنجار مغرب زدہ لوگ محرمات کے ساتھ شادی بھی رچا لیتے ہیں، جو کہ انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے انتہائی فحش، ناقابلِ معافی جرم اور حرام کام ہے۔ قرآن کریم میں باپ کی منکوحہ کے ساتھ نکاح کرنے کو بھی بے حیائی کا کام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَۚ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيلًا﴾ ”اور تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا ہے۔ بے شک یہ بڑی بے حیائی کا کام، سخت غصے کا سبب اور بری راہ ہے۔“ [النساء:۲۲]

اور پھر اس کے بعد والی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے، اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہیں: ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس، سوتیلی بیٹی، سگی بہو، دو بہنوں کا بیک وقت اجتماع اور جن کے شوہر موجود ہوں ان سے بھی نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ نیز حدیث میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں لینے کو حرام قرراد دیا گیا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا (ابو بردہ رضی اللہ عنہ) سے ملا اور ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا، میں نے ان سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کر لیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن مار دوں اور اس کا مال لے لوں۔[1]

بوڑھے زانی

بسا اوقات وقت اور حالات کی وجہ سے نیکی اور برائی کی نوعیت، اس کی شناعت وقباحت اور اس کے اچھے وبرے نتائج میں نمایاں فرق آجاتا ہے، جیسے نوجوانی کی عمر میں کی گئی نیکی بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور اس عمر میں کی گئی نیکیاں بڑے اجر وثواب کا باعث ہوتی ہیں، زنا حرام ہے، مگر یہی چیز اگر ہم سائے کی بیوی، بیٹی وغیرہ کے ساتھ ہو تو اس کی حرمت مزید بڑھ جاتی ہے اور اگر محرمات کے ساتھ ہو تو اس کی شناعت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح بڑھاپے کی عمر میں کی گئی برائیاں اور بے حیائیاں سخت ناپسندیدہ ہوتی ہیں اور معاشرے کے افراد بھی اس عمر میں برائیاں کرنے والوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں، شریعت میں بھی ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے۔ دراصل بڑھاپے کی عمر سرد وگرم تجربات سے گزر چکی ہوتی ہے، نیک وبد کی تمیز کا ہنر آجاتا ہے اور اعمال کے نفع وضرر کا پہلو بھی سامنے آجاتا ہے، اس لیے یہ عمر اللہ تعالیٰ سے لَو لگانے، بہ کثرت عبادت کرنے اور توبہ واستغفار کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس عمر میں انسان کی ظاہری حالت وہیئت اور جسمانی قُویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، جنسی خواہشات میں کمی آجاتی ہے، موت نگاہوں کے سامنے منڈلانے لگتی ہے، دنیا اور اُس کی بے ثباتی واضح ہو جاتی ہے اور واقعات وتجربات کی بنا پر عقل وذہن میں پختگی اور فکر وخیال میں سنجیدگی آجاتی ہے، برائی میں شرکت کے مواقع کم اور نیکی کمانے کے مواقع زیادہ میسر ہوتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں اگر آدمی بدکاری کرتا ہے، گناہ کے کاموں سے لطف اندوز ہوتا

[1] سنن ابو داود: ۴۴۵۷، نسائی: ۳۳۳۲، اسنادہ صحیح

ہے اور اپنے آپ کو اکثر بدی کے لت میں مبتلا رکھتا ہے تو گویا وہ اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی پر آمادہ ہوتا ہے، گناہوں کو معمولی سمجھتا ہے اور احکام و حقوقِ الٰہی کا مذاق اڑاتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں بڑی عمر کے بدکاروں کی کمی نہیں ہے، کہولت اور بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے اور جنسی جذبات کے سرد پڑ جانے کے باوجود بھی کچھ لوگ اپنی عادتِ بد سے باز نہیں آتے، بہو بیٹیوں کی عزت پر حملہ آور ہوتے ہیں، ان کی آبرو پر ڈاکے ڈالتے ہیں اور پاکیزہ خصلت خواتین پر پھبتی کستے ہیں۔ معاشرے میں بعض بوڑھی عورتیں بھی اس طرح کے گناہوں میں ملوث ہوتی ہیں، خود انحراف کا شکار ہوتی ہیں اور نوجوانوں کی گمراہی کا بھی سبب بنتی ہیں۔ ایسے سبھی زانیوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آنکھ اور ہاتھ تو برابر کام نہیں کرتے ہیں، مگر اکثر برائیوں کی تاک میں لگے رہتے ہیں، اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں، کم عمر بچوں اور بچیوں اور نوجوان نسل کو بگاڑتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی ہلاکت و گمراہی کے دہانے پر پہنچا دیتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اتنے ڈھیٹ اور گئے گزرے ہوتے ہیں کہ اپنے قرابت داروں اور محرمات کے ساتھ بھی منہ کالا کرتے رہتے ہیں، ذرا بھی انھیں اپنی عمر کا لحاظ نہیں رہتا کہ اپنی حالت پر رحم کریں، شرم و حیا سے کام لیں، فرصت کے لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائیں۔ ایسے لوگوں کی غیرت و حمیت پتا نہیں کہاں چلی جاتی ہے اور دیدے کا پانی کس طرح گر جاتا ہے کہ اپنے ہی گھر کی عزت و آبرو کو خود ہی نوچ ڈالتے ہیں۔ کبھی خدمت گزاری کے بہانے تو کبھی بیماری کا سہارا لے کر علاج و معالجے کے بہانے اور کبھی زر و جواہر اور مال و جائداد کی لالچ دے کر اپنی ہی آبرو کو اپنے ہَوس کا شکار بنا لیتے ہیں اور بسا اوقات اپنی اس بُری لت کی وجہ سے بقیہ ورثاء کو محروم کر کے خاص اپنی نورِ نظر کے نام پوری جائداد تک لکھ دیتے ہیں یا جائداد کی تقسیم میں ناانصافی سے کام لیتے ہیں یعنی خاص وارث کے نام پہلے ہی جائداد کا کچھ حصہ ٹرانسفر کر دیتے ہیں۔ یہ وبا اس وقت ہمارے معاشرے میں متعدّی بیماری کی طرح پھیل رہی ہے، اس لیے اہلِ خرد کو اس جانب خصوصی دھیان دینے اور ایسے لوگوں پر سماجی دباؤ بنانے کی ضرورت ہے۔

بعض دیدہ ور بوڑھے تو معاشرے میں اپنی نیک نامی کی خاطر اور لوگوں کے درمیان اپنی ساکھ بٹھانے کے لیے اپنی سیاہ کاریوں پر عبادات کا لبادہ چڑھا لیتے ہیں اور پوری بے باکی کے ساتھ حرام کاری میں مست و مگن رہتے ہیں، دنیا کو دکھانے کے لیے کچھ عبادتوں کو انجام تو دیتے ہیں، مگر در پردہ بدکاری سے باز نہیں آتے اور اپنے حالات و اطوار کو بدلنے کے بجائے اپنے اعمال نامے کو گناہوں کے انبار کے ذریعے سیاہ کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس طرح اپنی ظاہری وضع داری اور باطنی خباثت کے باوصف اسلام اور مسلمانوں کی جگ ہنسائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ حدیثِ نبوی میں بوڑھے بدکرداروں کو بڑی سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- ((أَرْبَعَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : الْبَيَّاعُ الْحَلَّافُ، وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ، وَالشَّيْخُ الزَّانِي، وَالْإِمَامُ الْجَائِرُ)) ”چار طرح کے لوگ ایسے ہیں، جن سے اللہ عزوجل بغض رکھتا ہے: بہت (جھوٹی) قسمیں کھا کر (سامان) بیچنے والا، گھمنڈی فقیر، بوڑھا زنا کار، ظالم بادشاہ۔“[1]
- ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ : شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) ”تین طرح کے لوگ ایسے ہیں، جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک فرمائے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، بہت جھوٹ بولنے والا بادشاہ اور تکبر کرنے والا عیال دار مفلس شخص۔“[2]
- ((لا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الشَّيْخِ الزَّانِي، وَلا إِلَى الْعَجُوزِ الزَّانِيَةِ)) ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نہیں دیکھے گا۔“[3]

مذکورہ بالا احادیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ رب العزت بوڑھے زنا کاروں کو ناپسند فرماتا ہے، ان سے نفرت اور دشمنی رکھتا ہے اور یہ وعید دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے۔ ایسے لوگوں

[1] نسائی:۲۵۷۶، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۳۶۳ [2] صحیح مسلم:۱۰۷ [3] أخرجہ الطبراني، انظر: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:۳۳۷۵

سے اللہ قیامت کے دن گفتگو نہیں فرمائے گا یعنی ان سے اپنی خوشی اور رضا جوئی کا اظہار نہیں کرے گا، بلکہ ان پر اللہ کی پھٹکار ہوگی، ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا یعنی انھیں گناہوں سے پاک وصاف نہیں کرے گا، نہ ان کی جانب دیکھے گا یعنی ان پر نظرِ رحمت نہیں ڈالے گا، بلکہ ان سے منہ پھیر کر اپنی ناراضی اور غصے کا اظہار فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے:

"چوں کہ بوڑھے اپنی طُول عمری کی بنا پر اس گناہ کو انجام دینے سے دور ہوتے ہیں، انھیں اس کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور ان کے اندر اس کے دواعی بھی کمزور ہو چکے ہوتے ہیں، اس کے باوجود بھی وہ زنا جیسی شرم ناک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اگرچہ کوئی شخص گناہ کرنے پر معذور نہیں ہوتا، لیکن جن کے پاس گناہوں میں پڑنے کی کوئی شدید ضرورت نہ ہو اور نہ اس کے اسباب پائے جاتے ہوں تو گناہوں پر اس کا اقدام اللہ تعالیٰ سے عناد رکھنے، ہٹ دھرمی کا اظہار کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو حقیر سمجھنے جیسا ہوتا ہے اور ان سے اس معصیت کا صدور کسی حاجت کے بغیر قصداً ہوتا ہے، لہٰذا بوڑھا شخص اپنی عقل کے کامل ہونے، اپنی عمر کا مدتِ دراز گزار لینے کی وجہ سے معرفت کے پورا ہو جانے، جماع اور عورتوں کی خواہش کے اسباب کمزور ہو جانے اور زنا کے محرکات کے مختل ہو جانے کے باوجود حرام زنا کا ارتکاب کیسے کر لیتا ہے؟ جب کہ اس عمر میں اس کے پاس اسے راحت دینے والے حلال دواعی موجود ہوتے ہیں، جس میں مشغول ہو کر وہ سرور حاصل کر سکتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ زنا کے اسباب و دواعی میں سے جوانی، حرارت غریزی، معرفت کی کمی، کمزور عقل کی وجہ سے شہوت کا غلبہ اور بچپنا وغیرہ ہیں۔ یہ ساری باتیں بوڑھوں کے اندر ناپید ہوتی ہیں پھر بھی وہ حرام کاری میں مبتلا ہوتے ہیں۔"[1]

قحبہ گری

ناجائز جنسی تعلق کی ایک شکل تو یہی ہے کہ آدمی شہوت کی تکمیل کے لیے ناجائز ذرائع کا استعمال

[1] دیکھیے: المنہاج بشرح صحیح مسلم للنووی ص: ۱۶۱ بتصرف یسیر

کرے، مگر آج معاشرے میں اس فعلِ بد نے تجارت کی شکل اختیار کرلی ہے اور حصولِ زر کی خاطر بطور پیشہ اس بے حیائی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ جنسی تعلق قائم کرنے کے لیے اُجرت کا معاملہ طے کیا جاتا ہے اور حکومتیں بھی اس طرح کے لوگوں کو پوری آزادی دے رکھی ہیں اور اسے حصولِ آمدنی کا ایک بہترین ذریعہ سمجھتی ہیں، اسی لیے اس طرح کا دھندا کرنے والوں سے ان کی ناجائز کمائی پر ٹیکس بھی وصول کرتی ہیں۔

جسم فروشی کا یہ دھندا موجودہ دور میں بڑے عروج پر ہے، کہیں تو بالجبر عورتوں سے جسم فروشی کا کام لیا جاتا ہے اور کہیں ان کی رضا و رغبت سے یہ کام کیا اور کرایا جاتا ہے، مگر زیادہ تر مال و دولت کی لالچ میں پڑکر راضی و خوشی یہ کام انجام دیا جاتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی قحبہ گری پائی جاتی تھی اور لوگ اپنی لونڈیوں سے یہ کام لیتے تھے، موجودہ دور میں تو غلام اور آزاد کے درمیان کوئی تفریق ہی نہیں پائی جا رہی ہے، بلکہ عورتوں کے ساتھ ساتھ بہت سے مرد لوگ بھی یہ پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اسلام میں اس طرح کے کارِ بد کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا۟ فَتَيَـٰتِكُمْ عَلَى ٱلْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا۟ عَرَضَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ مِنۢ بَعْدِ إِكْرَٰهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ”اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ [النور:۳۳]

آیتِ کریمہ میں وارد اس جملے ﴿إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ ”اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر وہ پاک دامنی نہ اختیار کرنا چاہیں تو ان سے بدکاری کا کام لیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ تو زنا کی قباحت پر اور شدت سے دلالت کرتی ہے۔ یعنی جو بدکاری سے پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو بھی ان کے لیے زنا حرام ہے اور جو پاک دامن رہنا چاہیں ان سے یہ کام لیا جائے تو یہ اور بھی شدید

جرم بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اس وقت کے حالات ایسے ہی تھے کہ عام طور پر لوگ لونڈیوں کو اس کارِ بد کے لیے مجبور کرتے تھے۔

اسی طرح فرمانِ الٰہی: ﴿لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی کسی لالچ اور دنیوی منفعت کے بغیر لونڈیوں سے زنا کرواتا ہے تو یہ درست ہوگا، بلکہ اس کی حرمت بدستور قائم رہے گی، یہ بیانِ واقعہ کے لیے ہے کہ یہ گھناؤنا کام کروانے والوں کا مقصد محض دنیوی منفعت کا حصول تھا اور عام طور پر لوگ محض مادی فائدے کے لیے اپنی لونڈیوں سے یہ کام کرواتے تھے، لہٰذا محض اس طرح کے حقیر فائدہ کے لیے یہ کام کروایا جائے تو اس جرم کی شدت مزید بڑھ جاتی ہے۔ پھر اگر کسی کو بدکاری کے لیے مجبور کر دیا جائے اور وہ مجبوری میں فحاشی کا ارتکاب کرے تو اس جبر کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اس کا مواخذہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کا گناہ مجبور کرنے والوں کے سر ہوگا اور اِس پر اُنہی کی گرفت ہوگی۔

ہمارے سماج و معاشرے میں زنا اور قحبہ گری کی ایک قبیح ترین اور قابلِ نفریں صورت بعض جاہل مسلمانوں کے یہاں مذہب کی آڑ میں نکاحِ متعہ اور حلالہ کے نام پر رائج ہے۔ مروجہ حلالہ کی شکل یہ ہے کہ کسی خاتون کو تین طلاق دینے کے بعد اسے بے غیرت شوہر کے واسطے حلال کرنے کے لیے بے چاری عورت کا وقتی نکاح بشرطِ طلاق دوسرے فرد سے کیا جاتا ہے اور پھر خلوتِ صحیحہ کے بعد کرایے کا یہ فرد شرط کے مطابق صبح ہوتے ہی عورت کو طلاق دے دیتا ہے اور کبھی طلاق نہ دینے کی صورت بھی سامنے آتی ہے، اسی کو حلالہ کہا جاتا ہے اور لطف اندوزی کی خاطر محض چند دنوں کے لیے یا فقط رات بھر کے لیے عورت سے رسمی شادی رچانے کو نکاحِ متعہ کہا جاتا ہے، جو شیعوں کے یہاں عام ہے اور حلالہ کے نام پر نام نہاد بے غیرت اہل سنت مسلمانوں کے یہاں بھی رائج ہے، چناں چہ ہمارے معاشرے میں بعض عیش پرست اور عادی قسم کے زانی مجرمین نکاحِ متعہ اور حلالہ کے نام پر زنا و قحبہ گری کو فروغ دیے ہوئے ہیں، ایک مجبور ولاچار عورت کو یہ ہوس کے پجاری مذہب کے نام پر

بے رحم کرائے کے سانڈ کے حوالے کر دیتے ہیں یا خود ہی کرائے کا سانڈ بن جاتے ہیں، جس سے ان کا مقصد محض لذت حاصل کرنا اور بنتِ حوا کی عزت کو تار تار کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح کی حرام کاری کے لیے بعض لوگوں کے یہاں باقاعدہ حلالہ سنٹر کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔ شکل و صورت سے بظاہر اچھے بھلے لوگ بھی اپنی ہوس کی تکمیل کی خاطر حلالہ کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور جاہل عوام کو بے وقوف بنا کر اپنا جیب بھی گرم کرتے ہیں۔ حقیقت میں حلالہ اور نکاحِ متعہ کے نام پر قحبہ خانے اور زنا کے اڈے قائم کر لیے گئے ہیں، جس کا فطری دین مذہبِ اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اسلام نے زنا کی ساری صورتوں کو حرام قرار دیا ہے۔ مذہب کا نام لے کر عادی قسم کے یہ مجرمین اپنی ہوسِ زر و زن کی تکمیل کرتے ہیں اور مذہبِ اسلام کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں، آج کل تو غیروں کی جانب سے باقاعدہ حلالی اولاد کہہ کر طنز کیا جاتا ہے اور مسلمانوں سمیت اسلام پر آواز اٹھائی جاتی ہے، جب کہ اسلام کے نزدیک یہ کارِ بد زنا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ ”پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔“ [المؤمنون:٦] کی عمومیت نکاحِ متعہ (وقتی نکاح) اور مروجہ حلالہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ حلالہ کے نام پر نکاحِ متعہ کے ذریعہ ہتھیائی گئی خاتون نہ تو حقیقی معنوں میں بیوی ہوتی ہے اور نہ اسے بیوی بنانا مقصود ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے اسے نکاح میں برقرار رکھا جائے گا اور نہ وہ لونڈی کے زمرے میں آتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانا جائز قرار پائے۔ علاوہ ازیں اس کی واضح حرمت پر ثابت شدہ صحیح احادیثِ مبارکہ بھی دلالت کرتی ہیں۔ ابن عباس، علی، جابر، ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ)) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔“[1] اور ایک

[1] سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ترمذی: ۱۱۱۹، نسائی: ۳۴۱۶، دارمی: ۲۳۰۴، مسند احمد: ۴۴۰۳

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ((لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ))
"اللہ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت کی ہے۔"[1]

عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "کیا میں تمھیں ((التَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ)) "عاریتاً ادھار لیا ہوا سانڈ" کے بارے میں نہ بتاؤں؟" لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ((هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ)) "وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت کی ہے۔"[2]

امیر المومنین عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا:

((لَا أُوتى بمُحِلٍّ ولا مُحَلَّلٍ له إلَّا رجَمْتُهما)) "میرے پاس حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے کو لایا گیا تو میں انھیں رجم کر دوں گا۔"[3]

معلوم ہوا کہ حلالہ کرنا اور کروانا دونوں حرام ہے اور حلالہ کی نیت سے کیا جانے والا نکاح باطل ہے۔ مذکورہ احادیث میں وارد لفظ ((مُحَلِّل)) سے مراد وہ شخص ہے، جو تین طلاق پانے والی عورت سے اس نیت سے وقتی نکاح و مباشرت کرے کہ وہ اسے طلاق دے دے گا تاکہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے، خواہ لفظوں میں وہ اپنے مقصد کی صراحت کر دے یا اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اسے طلاق دے دے گا اور خواہ وہ اپنے طلاق دینے کا ارادہ لفظوں میں تو ظاہر نہ کرے، مگر اس وقتی نکاح سے اس کا مقصد و ارادہ طلاق دینا ہو یا نکاح کے وقت اس سے طلاق دینے کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ بہر حال مذکورہ سبھی صورتوں میں حلالہ انجام دینے والا شخص زانی اور ملعون ہو گا۔

نیز ((مُحَلَّلَ لَهُ)) سے مراد حلالہ کی جانے والی عورت کا وہ شوہر ہے، جو تین طلاقیں دینے کے بعد اس خاتون کو اپنے لیے حلال کروانے کے لیے اس کا حلالہ کروائے۔ دونوں طرح کے لوگ اللہ

[1] سنن ابو داود: ۲۰۷۶ [2] سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۶، حسن [3] مصنف عبد الرزاق: ۱۰۷۷۷ ۶/ ۲۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۸۰ ۳/ ۵۵۲ ۳۶۱۹۱ ۷/ ۲۹۲ واللفظ له، ابن القیم نے إغاثة اللهفان ۱/ ۴۱۱ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور اس کے رسول کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں اور ان کا شمار بھی زانیوں میں ہوگا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے کہا: میں نے اس عورت سے اس لیے شادی کی ہے تاکہ اسے اس کے شوہر کے لیے حلال کر دوں، البتہ نہ اس کے شوہر نے مجھے حکم دیا ہے اور نہ اسے معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، نکاح تو رغبت کے ساتھ ہوتی ہے کہ اگر وہ تمھیں اچھی لگے تو اسے رکھو اور اگر نہ اچھی لگے تو اسے اپنے سے الگ کر دو۔ نیز فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم اسے زنا شمار کرتے تھے۔ انھوں نے بیان کیا: وہ دونوں زانی ہی رہیں گے اگرچہ بیس سال تک اکٹھے رہیں، جب کہ اسے معلوم ہو کہ وہ اسے حلال کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ کی وجہ سے مرد و عورت کے درمیان پایا جانے والا تعلق خواہ کتنا ہی لمبا ہو جائے یہ زنا ہی ہوگا، اس لیے کہ اس سے آدمی کی نیت عورت کو اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال کرنا ہے۔ یہ گھر و خاندان اور انسانیت کے لیے کتنی بڑی توہین، رذالت اور بے غیرتی کا مظہر ہے کہ جانتے بوجھتے اپنی آبرو نوچنے کے لیے دوسرے کے حوالے کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فحاشی کے اس سیلابی دھارے کو روکنے کی توفیق دے اور اس آفت کی زد میں آنے سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

دواعیِ زنا کی حرمت

زنا، اغلام بازی اور چپٹی بازی اخلاق و کردار، مروت اور انسانیت سے گری ہوئی نہایت رذیل حرکتیں ہیں۔ اسلام نے ان سے سختی سے منع فرمایا ہے اور ان کے مرتکبین اور مرتکبات کے لیے سخت سزائیں تجویز کی ہیں اور ان افعالِ بد کی روک تھام کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا ہے، بلکہ ان کے دواعی اور محرکات پر بھی قدغن لگائی ہے۔ چناں چہ غضِّ بصر، حفاظتِ فروج، اسلامی حجاب، تحفظِ

[1] أخرجه الطبراني في الأوسط ٢/١٧٤ والحاكم ٢/١٩٩ والبيهقي ٧/٢٠٨ وعبد الرزاق في المصنف: ١٠٧٧٨ ٦/٢٦٥، وصححه الألباني في إرواء الغليل : ١٨٩٩

عصمت، حیا کی ترغیب، بچوں کے لیے علاحدہ بستروں کا انتظام، اجازت کے بغیر کسی کے کمرے میں داخل ہونے کی ممانعت، مخلوط مجالس سے دوری، خلوت میں دو مخالف جنسوں کی ہم نشینی کی مخالفت، منشیات کی حرمت، عورت کے لیے اپنی آواز اور زینت کے اظہار سے ممانعت اور محرم کے بغیر سفر کرنے کی ممانعت وغیرہ احکام اسی بات کے غماز ہیں۔ زنا کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، کیوں کہ بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور بہت ہی بری راہ ہے۔'' [الاسراء:۳۲]

آیتِ کریمہ میں اس فعلِ شنیع کے قریب تک جانے سے بھی روکا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ زنا کے قریب لے جانے والی چیزیں بھی ممنوع ہیں، چہ جائے کہ اس میں ملوث ہوا جائے، یعنی اس کے مقدمات اور اسباب کو بھی ترک کر دیا جائے۔ زنا انسانی نسل کو ختم کرنے والی، رشتہ داری کے سارے نظام کو درہم برہم کرنے والی، معاشرے کو تباہ و برباد کرنے والی اور مختلف طرح کی بیماریوں کا باعث ہے، اس لیے اس سے دوری اختیار کرنا انسانی فریضہ ہے۔ اسلام نے جہاں زنا کو حرام قرار دیا ہے، وہیں اس کی طرف لے جانے والے تمام راستوں کو بھی بند کر دیا ہے، کیوں کہ زنا کے اسباب اور دواعی سے دور رہنے کی صورت میں زنا سے بچنا زیادہ آسان ہے۔ اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی اس میں واقع ہو جائے تو اس کے لیے سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

زنا قابلِ سزا جرم ہے

اسلام میں ابتدائی طور پر بدکار مردوں اور عورتوں کی سزا یہ تھی کہ انھیں مارا پیٹا جائے، برا بھلا کہا جائے اور ذلیل و رسوا کیا جائے اور بدکار عورت کے لیے یہ اضافی سزا تھی کہ تاعمر انھیں گھروں میں قید رکھا جائے، جیسا کی سورۂ نساء میں اس کا بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱلَّٰتِي يَأۡتِينَ ٱلۡفَٰحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمۡ فَٱسۡتَشۡهِدُواْ عَلَيۡهِنَّ أَرۡبَعَةً مِّنكُمۡۖ فَإِن شَهِدُواْ فَأَمۡسِكُوهُنَّ فِي ٱلۡبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّىٰهُنَّ ٱلۡمَوۡتُ أَوۡ

يَجْعَلَ ٱللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۞ وَٱلَّذَانِ يَأْتِيَـٰنِهَا مِنكُمْ فَـَٔاذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا۟ عَنْهُمَآ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ ''اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار مرد گواہ طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کردے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ بنادے۔ اور وہ دونوں (مرد و عورت) جو تم میں سے اس کا ارتکاب کریں سو ان دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' [النساء:۱۵-۱۶]

آیتِ بالا میں بدکاروں کی جو سزا بیان کی گئی ہے یہ اس سلسلے کی ابتدائی سزا ہے۔ اس کے بعد سورۂ نور کی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِى فَٱجْلِدُوا۟ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِا۟ئَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِى دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ ''زناکار عورت اور زناکار مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمھیں ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور لازم ہے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔'' [النور:۰۲]

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زنا کے مرتکب کنوارے مرد اور کنواری عورت کی سزا بیان فرمائی ہے، جیسا کہ احادیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے اور آگے کی آیتِ کریمہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ جب کہ شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم کی سزا متعیّن کی گئی ہے، جیسا کہ بہت سی احادیثِ نبویہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے اور دورِ نبوی میں کچھ لوگوں کو عملی طور پر یہ سزائیں بھی دی گئیں۔ ایک آیتِ کریمہ میں، جس کی تلاوت منسوخ اور حکم باقی ہے، اللہ فرماتا ہے:

”الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ“ ”شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ضرور دونوں کو سنگ سار کر دو۔“[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منبر پر بیٹھ کر فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ قَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا، فَرَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: مَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللَّهُ، وَإِنَّ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللَّهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ“ ”بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب اتاری، سو جو کچھ آپ پر اتارا گیا تھا اس میں آیتِ رجم بھی تھی، ہم نے اسے پڑھا، یاد رکھا اور سمجھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور اس کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، میں ڈرتا ہوں کہ جب لوگوں کے ساتھ لمبی مدت گزر جائے تو کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ: ہم اللہ کی کتاب میں رجم کو نہیں پاتے ہیں، سو وہ اللہ کے اتارے ہوئے ایک فرض کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے، یقیناً رجم اللہ کی کتاب میں ثابت ہے، اس پر جو شادی شدہ ہو کر زنا کرے خواہ وہ مردوں میں سے ہو یا عورتوں میں سے ہو، جب کہ گواہی مکمل ہو جائے یا حمل ظاہر ہو جائے یا اعتراف کر لے۔“[2]

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خُذُوْا عَنِّيْ، خُذُوْا عَنِّيْ، قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ نَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ)) ”مجھ سے (اللہ کا حکم) لے لو، مجھ سے (اللہ کا حکم) لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان (بدکاری کرنے والی عورتوں) کے لیے سبیل پیدا فرما دی ہے۔ کنوارا، کنواری کے ساتھ (زنا کرے) تو ان کے لیے سو کوڑے اور ایک سال

[1] موطا امام مالک: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۱۳

[2] صحیح بخاری: ۶۸۲۹، صحیح مسلم: ۱۶۹۱ واللفظ لہ

کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ (زنا کرے) تو ان کے لیے سو کوڑے اور سنگ سار ہے۔"[1]

مذکورہ بالا حدیثِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ کنوارے مرد اور کنواری عورت کی سزا سو کوڑے کے ساتھ ساتھ ایک سال کی جلاوطنی بھی ہے، جس کا مقصود یہ ہے کہ آیندہ کے لیے زانی جوڑوں کے ملاپ کی کوئی سبیل باقی نہ رہے۔ اہلِ علم کی ایک جماعت کے نزدیک اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو قاضی جلاوطنی کی سزا کو موقوف بھی کر سکتا ہے، مگر سو کوڑے کی سزا بدستور قائم رہے گی اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی ہے، گویا جلاوطنی کی سزا بطور تعزیر کے ہے، لیکن سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ جِلاوطنی کی سزا صریح احادیث سے ثابت ہے، جیساکہ اوپر صحیح مسلم کے حوالے سے ایک حدیث ذکر کی گئی ہے، اس لیے اس کا برقرار رکھنا ہی درست ہے اور یہی موقف حدیث کے مطابق بھی ہے اور جمہور اہلِ علم بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسی طرح شروع شروع میں شادی شدہ زانی کے لیے کوڑے اور رجم کی دونوں سزائیں تھیں، جیساکہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے، مگر پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کے لیے صرف سنگ ساری کی سزا دینے پر اکتفا فرمایا اور بعد کے ادوار میں بھی اسی پر اکتفا کیا جاتا رہا۔ جیساکہ دورِ نبوی میں زنا کا ارتکاب کرنے والے شادی شدہ لوگوں کو صرف رجم کی سزا دی گئی اور فقط رجم پر اکتفا کیا گیا، لہذا جہاں شادی شدہ زانیوں کو سنگ سار کرنا ممکن ہو وہاں ضرور انھیں یہ سزا دینی چاہیے تاکہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔ آگے اس کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

ماعز اسلمی اور غامدیہ کا واقعہ

حدیث کی تقریبًا بیش تر کتابوں میں ماعز بن مالک اسلمی اور غامدیہ رضی اللہ عنہما کے رجم کیے جانے کا واقعہ مذکور ہے۔ یہاں صحیح مسلم کے حوالے سے ان کا واقعہ پیش کیا جا رہا ہے:

بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا

[1] صحیح مسلم: ١٦٩٠

کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے انھیں واپس بھیج دیا، پھر دوسرے دن وہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے۔ تو آپ نے دوسری بار انھیں واپس بھیج دیا۔ اور آپ ﷺ نے ان کی قوم کی طرف پیغام بھیجا اور پوچھا: ((أَتَعْلَمُونَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا تُنْكِرُونَ مِنْهُ شَيْئًا؟)) ''کیا تم ان کی عقل میں کوئی خرابی جانتے ہو جسے تم ناپسند کرتے ہو؟'' اُن لوگوں نے کہا: ہمارے علم میں تو یہ پوری عقل والے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے نیک لوگوں میں سے ہیں۔ پھر وہ آپ کے پاس تیسری مرتبہ آئے تو آپ نے پھر ان کی قوم کی طرف پیغام بھیجا اور ان لوگوں نے بتایا کہ ان میں اور ان کی عقل میں کوئی خرابی نہیں ہے، پھر جب چوتھی بار وہ آئے تو آپ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھدوایا، پھر ان کے بارے میں حکم دیا تو انہیں سنگ سار کر دیا گیا۔

(گڑھا کھدوانے کی بات راوی بشیر بن مہاجر کا وہم ہے، صحیح بات یہی ہے کہ گڑھا نہیں کھدوایا گیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم ہی کی دوسری روایات میں یہ بات ہے کہ ماعز رضی اللہ عنہ بھاگے تھے۔)

راوی کہتے ہیں: اس کے بعد غامدیہ آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیجیے۔ آپ نے اسے واپس بھیج دیا، جب اگلا دن ہوا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے واپس کیوں بھیجتے ہیں؟ شاید آپ مجھے بھی اسی طرح واپس بھیجنا چاہتے ہیں، جیسے ماعز رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، اللہ کی قسم! میں حمل سے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر نہیں (مانتی ہو) تو جاؤ یہاں تک کہ تم بچے کو جنم دے دو۔ پھر جب اس نے اسے جنم دیا تو بچے کو ایک بوسیدہ کپڑے کے ٹکڑے میں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: یہ ہے، میں نے اس کو جنم دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ، اسے دودھ پلاؤ یہاں تک کہ تم اس کا دودھ چھڑا دو۔ پھر جب اس نے اس کا دودھ چھڑا دیا تو بچے کو لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئی، اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ ہے، میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اس نے کھانا بھی کھانا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے بچے کو مسلمانوں میں سے ایک آدمی کے حوالے کیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا تو سینے تک اس کے لیے گڑھا کھودا گیا اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو انھوں نے اسے رجم کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آگے بڑھے اور اس کے سر پر مارا تو خون کا فوارہ پھوٹ کر خالد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پڑ گیا، اس لیے انھوں نے اسے برا بھلا کہا، نبی ﷺ نے ان کے برا بھلا کہنے کو سنا تو آپ نے فرمایا:

((مَهْلًا يَا خَالِدُ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ)) ''خالد! ٹھہر جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول لینے والا ایسی توبہ کرے تو اسے بھی معاف کر دیا جائے۔'' پھر آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کر دیا گیا۔[1]

ایک یہودی اور یہودن کو سزائے رجم

پچھلی آسمانی کتاب تورات میں بھی شادی شدہ زانیوں کے لیے سنگ سار کرنے کی سزا موجود تھی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُسی تورات کے حکم کے مطابق زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو ان کے جرم کی پاداش میں سنگ سار کرایا تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے ذکر کیا کہ ان کے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ((مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَأْنِ الرَّجْمِ ؟)) ''تم تورات میں رجم کے متعلق کیا پاتے ہو؟'' اُنھوں نے کہا: ''ہم انھیں ذلیل کرتے ہیں اور انھیں کوڑے مارے جاتے ہیں۔''

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم نے جھوٹ کہا، تورات میں یقیناً رجم موجود ہے۔'' چناں چہ وہ تورات لائے اور اسے کھولا، تو ان میں سے ایک شخص نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور جو اس سے پہلے اور اس کے بعد تھا اسے پڑھ دیا۔ تو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''اپنا ہاتھ اٹھاؤ'' اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت موجود تھی۔ وہ کہنے لگے: ''اے محمد! (ﷺ) اس نے سچ کہا ہے، اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور دونوں کو سنگ سار کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش میں اس پر جھکا جا رہا تھا۔[2]

زانی لونڈی اور غلام کی سزا

اوپر یہ بات آچکی ہے کہ لونڈی اور غلام کو زنا کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ زمانۂ

[1] صحیح مسلم: ١٦٩٥ [2] صحیح بخاری : ٦٨٤١

جاہلیت میں بہت سے لوگ انھیں اس پیشہ کے لیے مجبور کرتے تھے، لیکن اگر لونڈی اور غلام از خود اپنی رضامندی سے زنا کا ارتکاب کریں تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے اور انھیں بھی اس کارِ بد پر بطور حد سزا دی جائے گی۔ چناں چہ زنا کرنے والے، لونڈی اور غلام، کنوارے ہوں خواہ شادی شدہ ہوں، اگر وہ زنا کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا پچاس کوڑے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِذَآ أُحۡصِنَّ فَإِنۡ أَتَيۡنَ بِفَٰحِشَةٖ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ مِنَ ٱلۡعَذَابِۚ﴾ "پھر جب وہ (لونڈیاں) نکاح میں آجائیں اور اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔" [النساء:۲۵]

آیتِ کریمہ میں وارد لفظ "الْمُحْصَنَاتِ" میں الف لام عہد کا ہے، اس سے مخصوص محصنات یعنی کنواری آزاد عورتیں مراد ہیں، کیوں کہ ان کی سزا سو کوڑے ہے، جس کا نصف ہو سکتا ہے اور شادی شدہ آزاد عورتوں کی سزا رجم ہے، اس کا نہ نصف ہو سکتا ہے نہ یہاں "الْمُحْصَنَاتِ" سے وہ مراد ہیں، یعنی لونڈیاں اگر شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کریں تو انھیں کنواری آزاد عورتوں کی سزا سے نصف سزا دی جائے گی جو پچاس کوڑے ہے۔ جن لوگوں نے اس آیتِ کریمہ کو رجم کے انکار کی دلیل بنایا ہے کہ چوں کہ رجم کا نصف ہو نہیں سکتا ہے، اس لیے رجم شریعت میں ہے ہی نہیں، انھوں نے اپنی کم علمی سے الف لام کا مفہوم سمجھا ہی نہیں، نہ "الْمُحْصَنَاتِ" کی صحیح مراد سمجھی ہے۔ [1]

ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زنا کی مرتکب غیر شادی شدہ لونڈی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

((إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ)) "اگر وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اسے

---

[1] دیکھیے: تفسیر القرآن الکریم ۱/ ۳۵۶

بیچ دو اگر چہ ایک رسی ہی قیمت میں ملے۔"[1]

جناب عبداللہ بن عیاش مخزومی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: مجھے چند قریشی نوجوانوں کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، تو ہم نے حکومتی لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔[2]

غلام پر بھی مذکورہ بالا حد نافذ کیا جائے گا، کیوں کہ کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی ہے اور نہ کوئی سبب ہی پایا جاتا ہے کہ جس کی بنیاد پر غلام اور لونڈی کی سزا کے درمیان تفریق کی جائے۔

سزائے زنا کا انکار عقل وفطرت کے خلاف

کچھ کوتاہ بیں اور مغرب گزیدہ حضرات سزائے زنا کا انکار کرتے ہوئے اسے وحشت و بربریت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کو سبب بنا کر بعض دشمنانِ اسلام جو کہ فحاشیت میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں، صاف شفاف اور فطری دین، اسلام پر بے جا اعتراض کرتے ہیں۔ حالاں کہ زنا سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور فرد و معاشرہ دونوں اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ دنیا میں جہاں بھی نظامِ شریعت کے مطابق سزائے زنا نافذ ہے، وہاں کی حالت کو دیکھیے کہ وہاں کس قدر امن وامان اور عفت و پاک دامنی کا دور دورہ ہے اور وہاں کا معاشرہ اس طرح کی برائیوں سے کافی حد تک پاک ہے اور جہاں یہ بے حیائی پھیلی ہوئی ہے، وہاں کس قدر بدامنی، انارکی اور لاقانونیت کا راج ہے، نسلیں تک محفوظ نہیں ہیں، خاندانی نظام تہہ وبالا ہے، لاعلاج بیماری ایڈز کی وبا عام ہے اور آئے دن دوشیزائیں خونی درندوں کا شکار ہوتی نظر آتی ہیں۔ یہ صرف ایک فرد کا معاملہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اس فعلِ بد کی جو سزا متعیّن کی ہے، وہ عین انصاف اور انسانوں کے لیے عبرت کا باعث ہے، کیوں کہ یہ بے حیائی بہت سے فسادات کا باعث ہوتی ہے، قتل و خوں ریزی اور بغض و حسد کا ایک طویل سلسلہ نسل در نسل لوگوں میں سرایت کر جاتا ہے، متعدّی قسم کی

[1] صحیح بخاری: ۶۸۳۸، صحیح مسلم: ۱۷۰۳
[2] موطأ امام مالک: ۲۳۹۲

جسمانی بیماریاں پھیلتی ہیں اور اگر بہ رضا و رغبت زنا کرنے والوں کو بطورِ حد اسلامی سزا نہ دی جائے تو پھر پورا معاشرہ اس کی چپیٹ میں آجاتا ہے اور سماج کے بیش تر افراد میں یہ وبا عام ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور حقیقتِ واقعہ بھی یہی ہے کہ آگے چل کر ایسے لوگوں کے اندر ایسی جرات و دلیری آجاتی ہے کہ وہ دیگر افراد کو بھی اپنے کارِ بد میں شریک کر لیتے ہیں۔ زنا بالرضا میں بھی خاندان کی بے عزتی ہوتی ہے اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں نسلوں کے مختلط ہونے کا صد فی صد اندیشہ رہتا ہے اور جنسی بیماریوں کے پھیلنے کا قوی امکان رہتا ہے، لہٰذا معاشرے کو جنسی انارکی اور اخلاقی بحران سے بچانے کے لیے مجرمین کو قرار واقعی سزا دینا ضروری ہے۔

اگر زنا کے مفاسد اور خرابیوں پر غور کیا جائے تو اس کی اسلامی سزا قطعًا سخت نہیں معلوم ہوگی، بلکہ فطرت کے عین مطابق نظر آئے گی۔ موجودہ دور میں بہتیرے غیر مسلم افراد بھی زانیوں کے لیے سزائے موت کا مطالبہ کرتے نظر آتے ہیں جو کہ فطرت کی آواز ہے، بس فرق یہ ہے کہ بعض لوگ زنا بالجبر کو قابلِ سزا جرم تسلیم کرتے ہیں اور زنا بالرضا ان کے یہاں قابلِ گرفت نہیں ہے، حالاں کہ معاشرے اور سوسائٹی کے حق میں دونوں کے مفاسد یکساں ہیں۔

تہمتِ زنا کی سزا

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اسلام نے ہر کسی کو یہ چھوٹ نہیں دے رکھی ہے کہ کوئی بھی کسی پر زنا کی تہمت لگا کر اسے قابلِ سزا مجرم تصور کرے اور خود ہی اسے سزا دے لے، بلکہ اس کے لیے چار مسلمان، عاقل، بالغ اور معتبر چشم دید گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور یہ سزا اسلامی حکومت کا قاضیِ وقت متعیّن کرے گا اور برسرِ مجلس یہ سزا دی جائے گی، لہٰذا اگر کسی کی گواہی نامکمل رہ جائے اور گواہوں میں سے کوئی مکر جائے یا گواہان نے بچشمِ خود اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو پھر زنا کی تہمت لگانے والے گواہوں کو سزا دی جائے گی، کیوں کہ زنا کے سلسلے میں جھوٹی گواہی دینا بذاتِ خود بہت بڑا جرم اور انتہائی خطرناک کام ہے۔ اس سے آپسی دشمنیاں بڑھیں گی، یہ لوگوں کی بدنامی کا موجب بنے گی،

خانگی تعلقات خراب ہوں گے، میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہوگی، طلاق کا گراف بڑھے گا، پاک باز عورتوں کی عزت محفوظ نہیں رہے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے لیے سخت سزا تجویز کی ہے تاکہ کسی کی عزت سرِبازار نیلام نہ کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا۟ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجْلِدُوهُمْ ثَمَٰنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا۟ لَهُمْ شَهَٰدَةً أَبَدًا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ۞ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا) کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسّی کوڑے لگاؤ اور آیندہ کبھی ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ فاسق ہیں، مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' [النور:۴-۵]

جرمِ لواطت اور ہم جنس پرستی

معاشرے میں پھیلے جنسی انحراف کی ایک قبیح صورت لواطت اور ہم جنس پرستی کی ہے۔ انسانی تاریخ کی یہ بڑی قدیم وبا ہے۔ چناں چہ قومِ لوط کی ایک بُری عادت اور سنگین جرم اغلام بازی تھی، چوں کہ اس کی ابتدا اسی قوم سے ہوئی تھی اس لیے اس فعلِ بد کو لواطت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ بدفعلی جس کا آغاز لوط علیہ السلام کی قوم سے ہوئی اور جس کے خلاف سیدنا لوط علیہ السلام نے جہاد کیا تھا۔

موجودہ دور میں یہ بے حیائی اور جنسی کج روی پوری دنیا میں عام ہے اور بہت سے افرادِ معاشرہ اس بری لت کا شکار نظر آتے ہیں، بلکہ دورِ حاضر میں دنیا کے تقریباً ۱۱۳/ ممالک میں ہم جنس پرستی کو قانوناً درست تسلیم کرلیا گیا ہے، جن میں بعض نام نہاد مسلم ممالک بھی ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ۶/ستمبر ۲۰۱۸ء کو اسے قانونی طور پر جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ اور اب ان ممالک کے اندر یہ کوئی معیوب اور خلافِ فطرت بات نہیں ہے، بلکہ انسانوں کی آزادی کے تحت یہ ان کا بنیادی حق قرار پاچکی ہے۔ جب کہ یہ فطرت کے ساتھ بغاوت اور حیوانی سطح سے بھی گرا ہوا انتہائی حماقت وجہالت کا کام ہے۔

کائنات میں سب سے پہلے جب سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم میں یہ وبا پھیلی اور انھوں نے کھلم کھلا اس فعلِ بد کا ارتکاب کرنا شروع کیا اور لوط علیہ السلام کی باتوں کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شرارت و سرکشی اور بدکرداری کی وجہ سے ان پر دردناک عذاب کا نزول فرمایا، ان کے گھروں کو ان پر الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش برسا کر انھیں نیست و نابود کر دیا اور عام عذاب سے پہلے کچھ لوگوں کو اندھا بھی کر دیا جیسا کہ قرآن کریم میں جا بجا ان پر آئے عذاب کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ قومِ لوط کی اس کھلی بے حیائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ۞ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾ "اور لوط کو (بھیجا)، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو، جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کیا؟ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے آتے ہو۔ بلکہ تم تو حد سے بڑھے ہوئے لوگ ہو۔" [الاعراف:۸۰-۸۱]

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۞ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ "اور لوط (کا واقعہ یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھتے بھالتے بے حیائی کا کام کرتے ہو؟ کیا بے شک تم واقعی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے آتے ہو؟ بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کا کام کرتے ہو۔" [النمل:۵۴-۵۵]

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ۞ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ ٱلسَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِى نَادِيكُمُ ٱلْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ ٱئْتِنَا بِعَذَابِ ٱللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ "اور لوط (کا واقعہ یاد کرو) جب اس نے اپنی

قوم سے کہا: بے شک تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو، جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کیا؟ کیا بے شک تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجالس میں برے کام کرتے ہو؟ تو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا: ہم پر اللہ کا عذاب لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔" [العنکبوت:۲۸-۲۹]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فعلِ لواط کو "**الْفَاحِشَة**" اسم معرفہ سے تعبیر فرمایا ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہ ایسی فحاشی ہے، جو فحش کے تمام معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور اسے حد سے تجاوز اور جہالت و نادانی قرار دیا ہے۔ یہ قوم اسی عمل میں بدمست رہا کرتی تھی، عام مجلسوں میں بھی وہ لوگوں کے سامنے ایسا کرتے تھے اور اس بڑی بے حیائی کے پیچھے انھوں نے جائز طریقۂ تکمیلِ شہوت کو ترک کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے پہلے عام مسافروں کو جو کہ ان کے باغات سے پھل وغیرہ اٹھا لیا کرتے تھے، اس طرح سے پریشان کرنا شروع کیا اور پھر دھیرے دھیرے انھیں اس کی عادت سی پڑ گئی۔ موجودہ دور میں بھی اسی "فطرتِ صحیحہ" سے انحراف اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کو مغرب کی "مہذب" قوموں نے اختیار کر لیا ہے، تو یہ انسانوں کا "بنیادی حق" قرار پا گیا ہے، جس سے روکنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ چناں چہ اب وہاں "لواطت" کو قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ہے اور یہ سرے سے جرم ہی نہیں رہا۔[1]

لواطت جیسی فحش کاری کی سزا قتل ہے اور یہ سزا فاعل اور مفعول دونوں کو دی جائے گی خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں بشرطیکہ مفعول کے ساتھ جبر نہ ہوا ہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ)) "جب تم کسی کو قومِ لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔"[2]

[1] دیکھیے: تفسیر احسن البیان ص:۴۳۴ [2] سنن ابو داود: ۴۴۶۲، جامع ترمذی: ۱۴۵۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۱، السراج المنیر ۱/۵۲۶

اس فعلِ بد کے سدِ باب کے لیے اَمرد و بے ریش اور حسین و جمیل بچوں کی جانب بلا ضرورت دیکھنے سے روکا گیا ہے۔ علما نے بہ نظرِ شہوت ان کی جانب دیکھنے کو بالاتفاق حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اجنبی عورتوں اور محارم کی جانب بہ نظرِ شہوت دیکھنے کی حرمت پر علما کا اتفاق ہے۔ اس لیے کہ ہر وہ نظر جو فتنے کا ذریعہ بن سکتی ہو اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو حرام ہے، لہٰذا حسین و جمیل بچوں کو اِدھر اُدھر ٹہلنے اور بلا ضرورت اجنبی لوگوں میں بیٹھنے سے روکنا چاہیے، کیوں کہ وہ لوگوں کے لیے فتنے میں پڑنے کا باعث ہو سکتے ہیں۔

سحاقت ایک بدترین جرم

ہم جنس پرستی کی ایک قبیح صورت سحاقت بھی ہے۔ قومِ لوط کی اخلاقی گراوٹ کے تحت مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ مرد مردوں سے شہوت رانی تو کرتے ہی تھے، عورتیں عورتوں سے اپنی خواہشات پوری کر لیا کرتی تھیں اور وہ اس کے لیے مجبور بھی تھیں، کیوں کہ مردوں نے عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وذكر المفسرون أن الرجال كانوا قد استغنى بعضهم ببعض، وكذلك نساؤهم كن قد استغنى بعضهن ببعض أيضا" "اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ مرد ایک دوسرے پر اکتفا کرتے تھے اور اسی طرح عورتیں بھی ایک دوسرے پر اکتفا کرتی تھیں۔"[1]

موجودہ دور میں بھی عورتوں کی آپسی ہم جنسی اور سحاقت جیسی بے حیائی کے واقعات عام ہوتے جا رہے ہیں بالخصوص مغرب زدہ ماحول اور معاشرے میں اس عمل کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ آئے دن اخبارات اور میڈیا میں اس طرح کے واقعات اور آپس میں دو عورتوں کی شادی کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ آزادیِ نسواں اور عورتوں کے بنیادی حق کے نام پر بھی اسے خوب ہوا دی جاتی ہے۔

جب دو عورتیں آپسی ہم جنسی کا عمل انجام دیں تو ان کی سخت تادیبی اور تعزیری کارروائی کرنی

[1] تفسیر القرآن العظیم ۲/۱۷۷

چاہیے، کیوں کہ وہ دونوں زنا کا ارتکاب کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور یہ ایسا عمل ہے جس کے بارے میں شریعت سے کوئی متعیّن حد ثابت نہیں ہے۔

عورتوں کی آپسی ہم جنسی کا عمل نہایت فحش اور قبیح و سنگین جرم ہے۔ مسلم دوشیزاؤں کو اس فعلِ بد اور منکر و قبیح عمل کے قریب بھی جانے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ یہ عمل فطرت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ بالاتفاق حرام ہے۔ اس ضمن میں والدین اور ذمہ داران پر لازم ہے کہ بچے اور بچیاں جب دس سال کے ہو جائیں تو نبوی تعلیم کے مطابق ان کے بستروں کو الگ کر دیں، ان پر کڑی نظر رکھیں، ان کی شب و روز کی مصروفیات کا جائزہ لیں اور ان کی صحیح اسلامی تربیت کرتے ہوئے انھیں کتاب و سنت کی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور انھیں صوم و صلاۃ کا پابند بنائیں۔

غیر فطری وضع سے شہوت کی تکمیل

قومِ لوط کے لوگ انسانیت سے اس قدر گر چکے تھے اور ان کی اخلاقی حالت اس قدر پست ہو چکی تھی کہ وہ لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ بھی شہوت کی تکمیل غیر فطری وضع سے کرتے تھے یعنی جماع کے لیے بیوی کی فرج کے بجائے اس کے دبر کا استعمال کرتے تھے، جناب طاؤس رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ عملِ قوم لوط کی ابتدا عورتوں کی پچھلی شرم گاہ میں آنے سے ہوئی تھی۔[1] نیز اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کی تفسیر میں بھی بعض مفسرین نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے:

﴿أَتَأْتُونَ ٱلذُّكْرَانَ مِنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَٰجِكُمۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ﴾ ”کیا تم سارے جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور انھیں چھوڑ دیتے ہو، جو تمھارے رب نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔“ [الشعراء:۱۶۵-۱۶۶]

اوپر کی دوسری آیتِ کریمہ کا دو مطلب ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے

[1] الجامع لاحکام القرآن ۲/ ۷۵

جو بیویاں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے پیدا کی ہیں انھیں چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو۔ اس صورت میں ''مَـا'' بیانیہ ہوگا، اوپر آیتِ کریمہ کا ترجمہ اسی کے مطابق ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمھاری بیویوں میں سے جو کچھ تمھارے رب نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے، اسے چھوڑ دیتے ہو؟ یعنی فرج کے بجائے دبر میں غیر فطری وضع سے شہوت پوری کرتے ہو۔ اس صورت میں ''مَـا'' تبعیض کے لیے ہوگا۔ بعید نہیں کہ وہ لوگ یہ حرکت اولاد سے بچنے کے لیے کرتے ہوں۔[1] مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر اس طرح کی ہے:

''ترکتم أقبال النساء إلى أدبار الرجال وأدبار النساء'' ''تم لوگوں نے مردوں اور عورتوں کے پچھلے حصے کی طرف مائل ہو کر عورتوں کے اگلے حصے کو چھوڑ دیا۔''[2]

مردوں کا اپنی بیویوں کی دبر میں جماع کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے خواہ یہ عمل حیض و نفاس کے ایام میں کیا جائے یا عام دنوں میں اور چاہے میاں بیوی کی آپسی رضامندی سے کیا جائے یا بیوی کی رضامندی کے بغیر کیا جائے۔ یہ بھی لواطت ہی کی ایک شکل ہے، یہ فطرتِ سلیمہ کے خلاف لعنت کا موجب عمل ہے اور طبعًا دونوں کے لیے انتہائی ضرر رساں بھی ہے۔ بیوی سے جماع جس بھی ہیئت اور آسن میں کیا جائے جائز اور درست ہے بس شرط یہ ہے کہ فرج میں ہو کہ جہاں سے حیض کا خون جاری ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی مقام میں جماع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہی فطری طریقہ بھی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ﴾ ''اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیں کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے، لہٰذا حیض کے دوران عورتوں سے الگ رہو۔ اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں،

[1] دیکھیے: تفسیر القرآن الکریم ۳/ ۲۶۰ [2] جامع البیان ۱۷/ ۶۳۰

پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور بہت پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" [البقرة:۲۲۲]

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حالتِ حیض میں بیوی سے جماع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جب وہ حیض سے پاک ہو جائیں تو پھر ان سے جماع کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ "تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔" میں امر وجوب کے بجائے اباحت کے لیے ہے یعنی طہارت کے بعد ہم بستری کرنا واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے، اس لیے کہ منع کے بعد جب امر آئے تو اس سے مراد اجازت ہوتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ حیض میں جس جگہ سے تمھیں جماع کرنے سے منع کیا گیا تھا، طہارت کے بعد اسی جگہ جماع کرنے کی اجازت ہے اور ظاہر سی بات ہے یہ جگہ اگلی شرم گاہ ہے، جہاں سے حیض کا خون آرہا تھا۔ دبر میں جماع کرنے کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ طہارت کے بعد اس کی اجازت ہے، بلکہ اس میں جماع کرنا جرم ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے: ﴿فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: "في الفرج ولا تعدوه إلى غيره، فمن فعل شيئا من ذلك فقد اعتدى" "فرج میں مجامعت کرو اور اس کے سوا کسی اور طرف مت جاؤ، سو جس نے ایسا کچھ کیا اس نے حد سے تجاوز کیا۔"[1]

مذکورہ بالا باتوں کی تائید اس کے بعد کی آیتِ کریمہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّكُم مُّلَٰقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾

"تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے

[1] تفسیر القرآن العظیم ۱/۵۸۸

(نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو۔" [البقرۃ:۲۲۳]

آیتِ کریمہ میں عورتوں کو کھیتی کہا گیا ہے، جس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نطفہ یعنی بیج کو موضعِ حرث میں ڈالا جائے خواہ کسی بھی طریقے سے ہو اور موضعِ حرث فرج یعنی اگلی شرم گاہ ہے نہ کہ دبر ہے، دبر تو فرث یعنی پاخانے کی جگہ ہے، جیسا کہ آیتِ کریمہ کی شانِ نزول سے متعلق وارد درج ذیل دونوں روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کہتے تھے: اگر بیوی سے اس کی اگلی شرم گاہ میں اس کی پچھلی جانب سے ہو کر جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہو گا، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے کہ: ((فَإِنْ شَاءَ مُجَبِّيَةً، وَإِنْ شَاءَ غَيْرَ مُجَبِّيَةٍ، غَيْرَ أَنَّ ذَلِكَ فِي صِمَامٍ وَاحِدٍ)) "سو اگر چاہے تو بیوی اوندھے منہ ہو اور چاہے تو اوندھے منہ نہ ہو، مگر جماع ایک ہی سوراخ یعنی فرج میں ہونا چاہیے۔"[1]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے کہا: تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ عرض کیا: آج رات میں نے اپنی سواری پھیر لی۔ (یعنی میں نے بیوی کی اگلی شرم گاہ میں پیچھے کی طرف سے صحبت کر لی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ آیت وحی کی گئی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ آگے سے جماع کرو یا پیچھے سے جماع کرو، مگر دبر اور حالت حیض میں جماع کرنے سے بچو۔[2]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- ((مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا)) "ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع

[1] صحیح بخاری: ٤٥٢٨، صحیح مسلم: ١٤٣٥
[2] جامع ترمذی: ٢٩٨٠ وحسنه

کرے۔“[1]

- ((مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ. صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ”جس نے حائضہ عورت سے یا عورت کی دبر میں جماع کیا یا کسی کاہن کے پاس آیا تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی باتوں کا انکار کیا۔“[2]
- ((لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا)) ”اللہ عزوجل اس آدمی کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے۔“[3]

حصولِ لذت کا ایک غیر فطری طریقہ

دورِ جدید کی کثافتوں اور جنسی انحرافات میں سے ایک بے حیا کثافت دہن کاری (Oral Sex) بھی ہے، یعنی میاں بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کی شرم گاہ کو منہ میں لے کر لذت حاصل کرنا۔ یہ انتہائی رذیل و ناشائستہ کام اور نہایت فحش حرکت ہے۔ اوپر جو تفصیلات پیش کی گئی ہیں اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماع مقامِ حرث میں ہونا چاہیے، اس لیے آپس میں ایک دوسرے کے منہ میں شرم گاہ دینا کسی بھی طرح درست نہیں ہو سکتا ہے، نہ عقلاً، نہ شرعاً اور نہ فطرتاً۔ مزید یہ کہ مذی (شہوت کے وقت مرد و عورت کی شرم گاہوں سے خارج ہونے والی رطوبت) کی نجاست پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے، احادیث میں اسے دھونے اور صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر سی بات ہے ایک دوسرے کی شرم گاہ کو منہ میں لینے سے منہ مذی کی نجاست و ناپاکی سے آلودہ ہو گا، بلکہ لُعابِ دہن کے ساتھ اسے نگلنے تک کی بھی نوبت آسکتی ہے، پھر ایسی صورت میں بے حیائی کے اس غیر مہذب عمل کو کیوں کر درست قرار دیا جا سکتا ہے، جب کہ ڈاکٹروں کے نزدیک اس میں طبی ضرر بھی پایا جاتا ہے، لہذا اس عمل سے اجتناب و پرہیز کرنا از حد ضروری ہے۔ رہی بات زوجین کا آپس میں ایک دوسرے کے اعضائے ستر کو دیکھنے یا چھونے کی، تو شرعی نقطۂ نظر سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

[1] ابوداود: ۲۱۶۲، السراج المنیر ۱/ ۴۹۸ [2] ترمذی: ۱۳۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۷/ ۱۱۳ [3] ابن ماجہ: ۱۹۲۳، السراج المنیر ۱/ ۵۰۱

اسی طرح جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنا یا جنسی تسکین کے لیے تیار شدہ مصنوعی آلات کے ذریعے جنسی خواہشات کی تکمیل کرنا بھی حرام ہے اور یہ سب غیر فطری طریقۂ کار ہیں۔ مغربی معاشرے میں جنسی انحراف کی یہ وبا بھی بہت عام ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کو اس طرح کی ناشائستہ حرکتوں سے دور رہنے کی سخت ضرورت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيمَةَ)) ''جس کو جانور کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پاؤ تو اس آدمی کو اور چوپائے کو قتل کر دو۔''[1]

حدیث کی سند پر چوں کہ کلام کیا گیا ہے اس لیے اہلِ علم کی ایک جماعت ایسے مجرموں کو قتل کرنے کے بجائے سزا دینے اور ان کی سرزنش کرنے کی قائل ہے۔ چوپائے کو اس لیے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ باطل کی نشانی کو ختم کر دیا جائے اور لوگ اس جانور کو دیکھ کر اس بات کا تذکرہ نہ کریں کہ یہی وہ جانور ہے، جس کے ساتھ فلاں نے بدفعلی کی تھی اور اس طرح معاشرے میں فواحش کی نشر و اشاعت ہو گی۔ کتنے بڑے مجرم ہیں وہ لوگ جو فطری طریقے اور صحیح شاہ راہ کو چھوڑ کر غیر فطری اور حیوانی طریقوں کو اپنا کر عذابِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔

افشائے راز

بے حیائی اور جنسی کج روی نے لوگوں کو اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ جنسی تسکین کے لیے لوگ عریاں تصاویر کے ساتھ ساتھ زنا پر مشتمل گندے ویڈیوز سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور بہتیرے جوڑے اپنی خلوت اور جماع کے مناظر کی عکس بندی کرتے ہیں اور خلوت میں انجام دینے والے آپسی جماع کے عمل کا ویڈیو بنا کر اس کی تشہیر کرتے ہیں اور لوگوں میں اسے عام کرتے ہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ کس قدر ملعون اور انسانیت سے گرے ہوئے ہیں۔ ماڈرن قسم کے مسلمانوں میں بھی یہ وبا پھیل رہی ہے کہ شبِ زفاف یا عام ایام کی راتوں میں میاں بیوی کے درمیان ہونے والی کارگزاری کو

[1] سنن ترمذی: ۱۴۵۵، سنن ابو داود: ۴۴۶۴، السراج المنیر ۱ / ۵۲۶

مرد حضرات اپنے دوستوں میں اور عورتیں اپنی سہیلیوں میں خوب چٹخارے اور مزے لے لے کر بیان کرتی ہیں۔ جب کہ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے خلوت میں میاں بیوی کے درمیان ہونے والی آپسی گفتگو اور جماع کی باتوں کو ایک دوسرے کے سامنے بیان کرنے اور اس کی تشہیر کرنے سے روکا ہے چہ جائے کہ اس کی ویڈیو گرافی کی جائے، کیوں کہ خلوت میں ہونے والی کارروائی میاں بیوی کا ایک راز ہے، جو صرف انھیں دونوں تک محدود رہنا چاہیے کسی تیسرے کو اس سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا)) ”بے شک اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مرتبے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہوگا، جو اپنی عورت کے پاس آئے (یعنی ہم بستری کرے) اور عورت اس کے پاس آئے، پھر وہ اس کے راز کو پھیلائے۔“[1]

اسی طرح جو لوگ خفیہ طور پر یارات کی تاریکی میں گناہ کر کے اسے عام کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ، فَيَقُولَ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا. وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ)) ”میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا، سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے، اور علانیہ گناہ کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے پھر باوجود کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا صبح ہونے پر وہ کہے: اے فلاں! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ حالاں کہ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا تھا اور جب صبح ہوئی تو وہ خود پر دیے گئے اللہ کے پردے کو کھولنے لگا۔“[2]

[1] صحیح مسلم:۱۴۳۷

[2] صحیح بخاری:۶۰۶۹، صحیح مسلم:۲۹۹۰

مُشت زنی

خود لذتی کی صورت اختیار کرتے ہوئے مشت زنی یعنی ہاتھ کے ذریعہ منی خارج کرنا بھی حرام ہے اور یہ غیر فطری طریقہ ہے، جو کہ دورِ حاضر کے نوجوانوں میں بہت زیادہ عام ہوتی جا رہی ہے۔ مشت زنی کی عادتِ بد زیادہ تر نوجوانوں کے اندر پائی جاتی ہے، مگر مغربی ممالک اور مادر پدر آزاد معاشرے کی پروردہ عورتیں بھی جنسی تسکین کے لیے نت نئے طریقے اختیار کر کے خود لذتی سے ہم کنار ہوتی ہیں اور یہ بیماری اب مغربی ممالک کے زیرِ اثر مشرقی ممالک سمیت دنیا کے بیش تر علاقوں میں بھی سرایت کر رہی ہے اور عورتوں میں بھی یہ وبا پھیل رہی ہے، جیسا کہ اہلِ علم کے پاس اس طرح کے استفسارات آتے رہتے ہیں۔

کتاب و سنت میں شرم گاہوں کی حفاظت اور عفت و پاک دامنی اختیار کرنے کی جو بات کہی گئی ہے، مشت زنی کا عمل اس کے منافی اور سراسر خلاف ہے، عفیف اور پاک دامن ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان شادی ہونے کی صورت میں یا نہ ہونے کی صورت میں بھی ہر طرح کی جنسی بے راہ روی سے بچے، شرم گاہ کی حفاظت کرے اور جنسی تسکین پر صبر سے کام لے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے شادی کی استطاعت نہ رکھنے والے نوجوانوں کے لیے روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے، جب کہ مشت زنی کے مقابلے میں روزہ رکھنا مشکل امر ہے۔ اس لیے ہمیں کوئی غلط راہ اپنانے کے بجائے کتاب و سنت کی پیروی کرنی چاہیے۔

اکثر و بیش تر اہلِ علم نے مطلق طور پر مشت زنی کو حرام قرار دیا ہے۔ جب کہ بعض اہلِ علم نے اگر انسان کو زنا میں واقع ہونے کا خدشہ ہو تو زنا جیسی قبیح اور کبیرہ گناہ سے دامن کو بچانے کے لیے وقتی طور پر مشت زنی کے ذریعے جنسی تسکین حاصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے، حالاں کہ مشت زنی کو جائز قرار دینے کے لیے قائلینِ جواز کے پاس کتاب و سنت کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ کتاب و سنت میں حفاظتِ فروج کی جو بات کہی گئی ہے، وہ مشت زنی کے عدمِ جواز کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور استمنا

بالید اُن آیات کے مفہوم اور مقصود کی منشا کے بالکل خلاف بھی ہے۔ اگر مشت زنی مباح کے درجے میں ہوتی تو عزل کی طرح مشت زنی سے متعلق بھی دورِ نبوی یا پھر دورِ خیر القرون میں کوئی معاملہ پیش آتا اور اس کے متعلق واقعات ضرور ہمارے سامنے آتے، حالاں کہ ذخیرۂ احادیث میں اور سلف کے یہاں اس کے جواز کے لیے کہیں کوئی وجود نہیں پایا جاتا ہے۔

مشت زنی ایسی وبا ہے کہ ایک بار جو اس کا شکار ہو گیا تو پھر اس سے بچنا اور دوری اختیار کرنا اس کے لیے انتہائی مشکل امر ہو گا، جیسا کہ بہت سے نوجوانوں کی طرف سے علمائے کرام اور ڈاکٹروں کے پاس اس طرح کے استفسارات اور کیس آتے رہتے ہیں کہ وہ مدتِ دراز سے اِس لت میں مبتلا ہیں اس سے چھٹکارے کی اُنھیں کوئی سبیل بتائی جائے۔ پھر عمومی ضرورت کے تحت اس کو جائز قرار دے کر انسان کو بے لگام جنسی خواہش کی تکمیل کے گڑھے میں ڈھکیلنا کیوں کر درست ہو گا؟ جب کہ طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ انتہائی ضرر رساں عمل ہے اور پھر مشت زنی بھی ایک طرح سے زنا میں واقع ہونے کا ذریعہ ہے۔ وہ اس طرح کہ جو شخص اس برے فعل کا عادی ہو گا شیطان اسے زنا کی طرف مائل کرے گا، مختلف طرح کے گندے خیالات اس کے ذہن و دماغ میں پیوست کرے گا، اس کے دل میں زنا کے عمل کو مشت زنی سے بھی زیادہ لذت اندوز اور مزین کر کے پیش کرے گا، جس سے لامحالہ وہ شخص شیطان کے بہکاوے میں آکر زنا کی طرف قدم بڑھائے گا اور بالآخر زنا میں واقع ہو جائے گا۔ شیطان بھی اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو گا اور مشت زنی کے عادی شخص کو بھی گناہوں کی غار میں ڈھکیل دے گا، اس لیے اسے جائز قرار دینا قطعی درست نہیں ہے۔

البتہ اگر کسی انسان کو طبی ضرورت کے پیش نظر منی کے اخراج کی ضرورت درپیش ہو تاکہ ڈاکٹر طبی ناحیے سے منی کی جانچ پڑتال کر کے اس کے مرض کی کھوج لگا سکیں اور اس کے لیے حسبِ حال مناسب دوا و علاج کی تشخیص کر سکیں تو دریں صورت طبی ضرورت کے تحت مشت زنی کے ذریعہ منی خارج کرنے میں کوئی قباحت اور حرج کی بات نہیں ہے، کیوں کہ مرض اور دواؤں کی تشخیص کے

لیے یہ ایک شرعی ضرورت ہے۔ اسی طرح جب کسی آدمی کے لیے ماہرینِ اطباء کے نزدیک منی کا عدمِ خروج مرض و بیماری اور مختلف نفسیاتی الجھن کا باعث ہو تو ایسی صورت میں بعض اہلِ علم کے نزدیک اضطراری صورت میں شدید بدنی ضرورت کے پیش نظر وقتی طور پر مشت زنی کے ذریعہ منی کا اخراج درست ہوگا تاکہ جسم اور دل و دماغ کو مختلف بیماریوں اور شدید اختلاج و الجھن سے بچایا جاسکے۔ علاوہ ازیں اگر کبھی کسی آدمی کے سامنے اس طرح کا اضطراری معاملہ پیش آئے کہ وہ لمبی مدت کے لیے گھر سے دور ایسی جگہ پر ہو جہاں زنا کا حصول آسان اور ممکن ہو اور اس کے سامنے شہوانی خواہشات کو بھڑکانے والے وسائل بھی موجود ہوں اور پھر شدتِ شہوت کی وجہ سے زنا میں واقع ہونے کا حقیقی اور یقینی خطرہ درپیش ہو تو ایسی صورت میں بھی، جیسا کہ اوپر اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، بعض اہلِ علم نے زنا جیسے کبیرہ گناہ اور نسب کو خلط ملط کرنے والے عملِ بد سے بچنے کے لیے وقتی طور پر مشت زنی کی رخصت دی ہے تاکہ ایک بڑے خطرے کو اس سے کم تر خطرے میں پڑکر ٹالا جاسکے۔ مگر اس سلسلے میں تساہلی اختیار کرتے ہوئے خود لذتی کو عادت بنا لینا اور حسبِ خواہش معمولی سبب کے تحت لذت اندوز ہونا قطعی درست نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔ قائلینِ جواز کا کہنا ہے کہ جب زنا میں ملوث ہونے کا یقینی خطرہ ہو تبھی یہ اضطراری صورت اپنائی جائے اور حتی المقدور اس سے بچنے کی کوشش کی جائے اور شہوانی خواہشات کو ذہن و خیال سے پرے رکھا جائے اور جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے شرعی وسائل کو اپنایا جائے۔

معاشرے کا کوئی بھی فرد مرد ہو یا عورت اگر اس کے پاس جنسی خواہش کی تکمیل کا جائز ذریعہ نہیں ہے تو اسے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق روزہ رکھنا چاہیے، اللہ سے لو لگانی چاہیے، شہوت کو بھڑکانے والے امور سے دوری اور برے لوگوں کی صحبت چھوڑ کر اچھے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنی چاہیے، اپنے نفس پر کنٹرول رکھتے ہوئے صبر سے کام لینا چاہیے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اس سے دعا و استغفار کرتے رہنا چاہیے، اللہ رب العزت ایسے لوگوں کے لیے کوئی سبیل پیدا

فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بے شک جو کوئی ڈرے اور صبر کرے تو یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' [یوسف:۹۰]
- ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ ''اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کی کوئی راہ بنادے گا۔'' [الطلاق:۲]

نفسانی خواہشات پر کنٹرول رکھنے کے فوائد

گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی تفصیلات سے واضح ہوا کہ جنسی بے راہ روی، بدکاری اور فحاشی انسانیت، فطرت، عقلِ سلیم اور کتاب و سنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف اور منافی ہے، اسی لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس طرح کے لوگوں کے لیے سزائیں متعیّن کی ہیں، لہٰذا معاشرے میں پنپنے والے اس گھٹیا ناسور، بڑھتے ہوئے وبائی مرض اور اس کے محرکات و دواعی سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا خوف و تقویٰ اختیار کرتے ہوئے خواہشِ نفس اور اتباعِ ہویٰ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایک ہوش مند مومن اور دانا و بینا شخص کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو گمراہی سے بچائے۔

یاد رکھیے! جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اور اپنے نفسانی خواہشات پر کنٹرول رکھے گا تو دنیوی زندگی میں بھی اللہ اس کا حامی و ناصر ہوگا، راہِ حق پر چلنے کی توفیق دے گا اور آخرت میں جنت جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ۞ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾ ''اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہش سے روک لیا، تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔'' [النازعات:۴۰-۴۱]

مطلب یہ کہ جس شخص کے اندر یہ خوف ہوگا کہ مجھے ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوکر اپنے کیے کا جواب دینا ہے تو وہ اللہ سے ڈرے گا، اپنے نفس پر کنٹرول کرے گا، اسے اس کی بری

خواہشات سے روکے رکھے گا اور خود کو خواہشِ نفس کی پیروی سے دور رکھے گا۔ اور پھر ایسی صورت میں اس کا مقام جنت ہوگا، لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نفس کی خواہشات پر کنٹرول رکھیں اور اگر ہمارا نفس کسی بری بات یا گندے عمل کی خواہش پر ابھارے تو ہمیں اس کے برے عواقب و نتائج پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے کہ وقتی لذت اندوزی کے لیے جن خواہشات کے پیچھے ہم لگے ہوئے ہیں، اس سے ہماری دنیا بھی برباد ہوگی، صحت بھی خراب ہوگی اور سب سے اہم بات یہ کہ راہِ حق سے دور ہونے کی وجہ سے آخرت میں بھی ہمارے لیے خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

جوانی کی حفاظت کریں

نوجوانی کا مرحلہ بڑا نازک ہوتا ہے، رگ و ریشے میں نیا خون دوڑتا ہے، شیطان ہر موڑ پر بہکانے کی کوشش کرتا ہے، جاں توڑ امنگیں سر اٹھاتی ہیں، جذبات بھڑکتے ہیں، دل مچلتا ہے، خواہشات ابھرتے ہیں، نظریں بھٹکتی ہیں، مگر ایسے پُر فتن دور میں ایک صاحبِ عصمت، ایمان دار خاتون اور نوجوان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور جذبات کو قابو میں رکھیں اور پوری ہوش مندی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی قدم اٹھائیں، تاکہ انھیں کسی خسارے اور اللہ کے حضور نیز معاشرے میں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سوچ لیجیے! جب قیامت قائم ہوگی، حشر کے میدان میں تمام اوّلین و آخرین کا اجتماع ہوگا، لوگ نفسی نفسی کے عالم میں رشتہ و اقارب سے دور، پسینے میں شرابور ہوں گے اور وہاں کوئی سایہ نہ ہوگا تو مصیبت کی اس گھڑی میں جن خوش نصیبوں کو اللہ رب العزت کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا ان میں ایک گروہ ان نوجوانوں کا ہوگا، جنھوں نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری ہوگی، اس میں وہ دوشیزائیں بھی داخل ہیں، جن کی نشو و نما اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہوئی ہوگی۔ اور ایک گروہ ان کا بھی ہوگا جنھیں خوب صورت صاحبِ ثروت عورت کی طرف سے قضائے شہوت کی دعوت ملی اور انھوں نے اسے اللہ واسطے ٹھکرا دیا، اِس اعزازِ الٰہی کی حق دار وہ خواتین بھی ہوں گی، جنھیں خوب صورت اور

صاحبِ منصب و ثروت نوجوان نے دعوتِ گناہ دی اور انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اللہ رب العزت سے ڈرتی ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)) ”جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، سات طرح کے لوگوں کو اللہ اپنے سایہ میں جگہ دے گا: عادل امام، وہ نوجوان جس کی نشوونما اپنے رب کی عبادت میں ہوئی، وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں لگا رہا، وہ دو لوگ جو آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے لیے جدا ہوتے ہیں، وہ شخص جسے کسی باعزت اور خوب صورت عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہہ دیا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ آدمی جس نے صدقہ کیا، اسے اس طرح چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا، وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں تر ہو گئیں۔“[1]

بدکاری سے بچنے والوں کی خوبی

قرآن کریم میں اہلِ ایمان کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے کہیں اور اس کا استعمال نہیں کرتے یعنی شہوات کی بے لگامی سے بچتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو لوگ جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے کوئی اور راہ اپناتے ہیں تو حقیقت میں وہ حد سے نکلنے والے لوگ ہیں۔ مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

[1] صحیح بخاری: ٦٦٠، صحیح مسلم: ١٠٣١

ٱلۡعَادُونَ﴾ ”اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جن کے وہ مالک ہیں تو یقیناً وہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، پھر جو کوئی اس کے سوا کوئی اور راستہ ڈھونڈیں تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔“ [المعارج:۲۹-۳۱]

اللہ تعالیٰ بدکاری سے بچنے والوں پر دنیا میں بھی اپنی رحمتیں نچھاور کرتا ہے اور ہر طرح سے ان کی حفاظت فرماتا ہے اور انھیں مصائب و تکالیف سے بچاتا ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل دو واقعات ہمارے لیے قابلِ نمونہ ہیں:

● صحابیِ رسول مَرثَد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہما رات میں مکہ مکرمہ کے مسلمان قیدیوں کو مدینہ پہنچایا کرتے تھے، وہ بڑے بہادر شخص تھے، مکہ میں عَنَاق نامی ایک بدکار عورت تھی، ان کے اسلام لانے سے پہلے زمانۂ جاہلیت کی وہ دوست تھی، انھوں نے مکہ میں موجود ایک قیدی سے اسے نکال لے جانے کا وعدہ کیا تھا، خود ان کا بیان ہے کہ اسے قید سے نکال کر مدینہ لے جانے کے لیے میں مکہ آیا اور چاندنی رات میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سایہ میں تھا کہ عَنَاق آگئی، اس نے دیوار کے ساتھ میرے سائے کا ہیولا دیکھ لیا، جب وہ میرے قریب پہنچی تو اس نے مجھے پہچان لیا اور پوچھا: مَرثد ہو؟ میں نے جواب دیا: ہاں! مرثد ہوں، اس نے کہا: خوش آمدید، آؤ ہمارے پاس رات گزارو۔ میں نے کہا: عناق! اللہ نے زنا حرام کر دیا ہے۔ اس نے کہا: اے خیمہ والو! یہ آدمی تمھارے قیدیوں کو اٹھائے لیے جارہا ہے۔ پھر میرے پیچھے آٹھ آدمی لگ گئے اور میں خندمہ نامی پہاڑ پر چلنے لگا، یہاں تک کہ اس کے ایک غار یا کھوہ کے پاس پہنچ کر اس میں داخل ہو گیا۔ وہ لوگ آئے یہاں تک کہ میرے سر پر آکھڑے ہوئے اور انھوں نے پیشاب کیا اور ان کا پیشاب میرے سر پر گرا اور اللہ نے انھیں مجھ سے اندھا کر دیا۔ پھر وہ واپس چلے گئے اور میں بھی اپنے ساتھی کے پاس واپس آیا، میں نے اسے اٹھایا، وہ بھاری بھرکم آدمی تھا، یہاں تک کہ میں اسے (مکہ سے باہر) اِذخِر (کی جھاڑیوں) کے پاس لے آیا، میں نے اس کی بیڑی کھولی اور پھر اٹھا کر چل پڑا وہ مجھے تھکا دیتا تھا، یہاں تک کہ میں

مدینہ پہنچ گیا۔ تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں عَنَاق سے نکاح کر لوں؟ میں نے دو مرتبہ یہ بات کہی اور رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ٱلزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ ”زانی مرد نکاح نہیں کرے گا، مگر کسی زانیہ یا کسی مشرکہ عورت سے اور زانیہ عورت، اس سے نکاح نہیں کرے گا، مگر کوئی زانی یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔“ [النور:٣]

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مرثد! زانی نکاح نہیں کرتا، مگر کسی زانیہ یا مشرکہ سے اور جو زانیہ ہے اس سے کوئی نکاح نہیں کرتا، مگر جو زانی یا مشرک ہے۔ اس لیے تم اس سے نکاح نہ کرو۔“[1]

● زمانۂ قدیم میں ایک مرتبہ تین لوگ ایک غار میں پھنس گئے، پھر انھوں نے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ نے انھیں نجات دے دی۔ ان میں سے ایک شخص نے جو دعا کی تھی اس میں خود اس کی پاکیزگی، زنا سے دوری اور ایک پاکیزہ عورت کا تذکرہ ہے کہ جو دعوتِ گناہ کے باوجود خود بھی گناہ میں ملوث نہیں ہوئی اور اس شخص کو بھی گناہ سے بچا لیا۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي ابْنَةُ عَمٍّ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ (وفي رواية: أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ) وَأَنِّي رَاوَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَأَبَتْ إِلَّا أَنْ آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَطَلَبْتُهَا حَتَّى قَدَرْتُ فَأَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهَا فَأَمْكَنَتْنِي مِنْ نَفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، فَقَالَتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ الْمِائَةَ دِينَارٍ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا)) ”اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جو مجھے سب

[1] سنن ترمذی: ٣١٧٧، سنن نسائی: ٣٢٢٨، سنن ابو داود: ٢٠٥١، اسنادہ حسن عند الالبانی رحمہ اللہ

سے زیادہ محبوب تھی، میں اس سے اتنی ہی شدید محبت کرتا تھا جتنا کہ مردوں کو عورتوں سے ہو سکتی ہے۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی اور انکار کر دیا، مگر اس شرط پر تیار ہوئی کہ میں اسے سو دینار دوں، میں نے یہ رقم اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور وہ مجھے حاصل ہوگئی تو میں نے اس کے حوالے کر دی، اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا اور جب میں (خواہش پوری کرنے کے لیے) اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور اس مہر کو ناحق مت توڑو، پس میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو دینار بھی چھوڑ دیے۔ پس اے اللہ! اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ عمل تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو تو ہماری مشکل آسان فرما دے۔" اور پھر اللہ نے ان کی مشکل آسان فرمادی۔[1]

مذکورہ بالا دونوں واقعات سے عبرت و موعظت حاصل کیجیے کہ کس طرح صحابیٔ رسول اور اس پاک باز خاتون نے محض خوفِ الٰہی کی خاطر گناہ کی دعوت کو ٹھکرا دیا، جب کہ دنیاوی اعتبار سے انھیں کوئی دیکھنے اور ٹوکنے والا نہیں تھا اور مقابل بالکل اُسی کے لیے آمادہ تھا۔ اللہ نے انھیں توفیق دی اور ان کے اس قابلِ تعریف عمل کی وجہ سے انھیں مصیبتوں سے بچایا بھی۔

آج ضرورت ہے کہ ہم بھی وہی ایمانی ولولہ اور خوفِ الٰہی کا وہی جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[1] صحیح بخاری: ۳۴۶۵، صحیح مسلم: ۲۷۴۳

فصلِ سوم: عریانیت اور بے پردگی

عریانیت اور بے پردگی جدید تہذیب کا لازمی عنصر قرار پا چکی ہے۔ عورتیں شرم وحیا کا دامن تار تار کرکے بالکل عریاں یا نیم عریاں نظر آرہی ہیں اور مرد بھی بے باکانہ فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں، جب کہ اسلام نے مرد و عورت دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے اور عورت کو مکمل طور پر پردہ کرنے کا حکم دیا ہے نیز اعضائے ستر کی نمائش اور اظہارِ زینت سے قطعی طور پر منع کیا ہے اور مردوں کو بھی اپنا ستر چھپانے کی تاکید کی ہے۔

عورت پوری کی پوری چھپانے کی چیز ہے اور مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔ ستر و حجاب کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے تمام تر واجب الستر اعضائے بدن کو اجنبی لوگوں سے چھپا لے اور مرد بھی اپنے واجب الستر اعضاء کو ڈھانپ لیں، مگر افسوس ہر چہار جانب عریانیت و بے حیائی اور سفور و بے حجابی کا دور دورہ ہے، عورت جو سراپا ستر و حجاب اور مردوں کے لیے سب سے بڑی آزمائش اور فتنہ ہے، آج عریاں اور نیم برہنہ نظر آرہی ہے، لباس کی تراش و خراش اور فیشن کے جدید طریقوں نے اسے ملبوس ہوتے ہوئے بھی عریاں کر رکھا ہے۔ غرض کہ عریانیت اور بے پردگی جیسی بے حیائی کا مظہر اس دور کا عظیم فتنہ ہے، جس نے انسانوں سے انسانیت کا لبادہ چھین کر انھیں شیطنت کا لباس پہنا دیا ہے۔

ایسا لباس جو جسم کے نشیب و فراز کو نمایاں کر دے یا پھر اتنا باریک ہو کہ اعضائے جسم کی ستر پوشی نہ کر سکے وہ عریانی اور برہنگی میں داخل ہے۔ چناں چہ نیم عریاں لباس کی بے ہودگی، جسمانی اعضا کی نمائش اور نمایاں کرنے والے زیب و زینت کا اظہار انسان کے خُفتہ جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں، جس سے شہوت رانی اور ہویٰ پرستی کو ہوا ملتی ہے اور افرادِ معاشرہ میں جنسی بے راہ روی کو بڑھاوا ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس طرح کی عریانیت اور برہنگی کی قطعی اجازت نہیں دیتا ہے، بلکہ ایک ہی جنس کے افراد کو بھی آپس میں ایک دوسرے کی شرم گاہوں کی جانب دیکھنے سے

روکتا ہے اور ایک دوسرے سے چھپانے کا حکم دیتا ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ)) "مرد مرد کی شرم گاہ اور عورت عورت کی شرم گاہ کی طرف نہ دیکھے، اور نہ مرد مرد کے ساتھ (برہنہ ہو کر) ایک کپڑے میں لیٹے اور نہ عورت عورت کے ساتھ (برہنہ ہو کر) ایک کپڑے میں لیٹے۔"[1]

ایک نبوی پیش گوئی

دورِ حاضر میں عورتوں کے اندر عریانیت، بے حیائی اور بے پردگی کے جو نت نئے مناظر اور بے ہودہ مظاہر ہمارے سامنے نظر آ رہے ہیں، اس کی پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے کر دی تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا)) "دو طرح کے جہنمی ایسے ہیں جنھیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا ہے یعنی ان کا وجود بعد میں ہو گا: ایک وہ لوگ ہیں، جن کے پاس گائے کے دُموں کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے یعنی ظلم کریں گے۔ اور دوسرے وہ عورتیں ہیں، جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود اُن کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی اور ان کے سر بختی اونٹ کے جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں نہیں داخل ہوں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، حالاں کہ اس کی خوشبو اتنے اور اتنے

[1] صحیح مسلم: ۳۳۸

فاصلے سے آئے گی۔"[1]

لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی یعنی ایسا باریک لباس زیب تن کریں گی، جس سے ان کا اندرونی حصہ دکھائی دے رہا ہوگا اور جِلد کا رنگ نمایاں ہوگا یا انھوں نے اپنے بدن کے کچھ حصہ کو تو ڈھانپا ہوگا، مگر اپنے حسن و جمال کے اظہار کے لیے بدن کا کچھ حصہ کھلا چھوڑ رکھا ہوگا، اس طرح وہ اللہ کی نعمتِ لباس اور دیگر بہت سی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود اس کا شکر ادا کرنے سے محروم ہوں گی، بدن پر کپڑا تو ڈال رکھا ہوگا، مگر لباسِ تقویٰ سے محروم ہوں گی اور برہنگی کی صورت بنا کر آخرت کا اہتمام کرنے اور بھلائی کا کام انجام دینے سے عاری ہوں گی۔ بالوں کی کثرت، درازی اور ان کی خوب صورتی بڑھانے کے لیے مصنوعی بال لگا کر سر کو کوہان کی شکل دینے والی ہوں گی یا بالوں کو اس زاویہ سے لپیٹیں گی کہ وہ کوہان کی مشابہت اختیار کر لے۔ اور موجودہ دور میں ایسی صورتیں خواتین میں بہت زیادہ عام ہو رہی ہیں۔

مندرجہ بالا حدیثِ نبوی میں ان عورتوں کے لیے سخت وعید ہے، جو بے پردگی، اپنے زیب و زینت اور حسن و جمال کے اظہار کو اپنائیں گی، جو کہ بدکار عورتوں کا شیوہ ہے، اور مردوں کے لیے کشش اور فتنے کا باعث ہوں گی، علاوہ ازیں اپنے سر کے بالوں کو بھی مختلف اسٹائلوں سے سنواریں گی، اپنی چال ڈھال اور ناز و ادا سے مردوں کو پرچائیں گی اور لبھائیں گی، خود بھی اس حیا باختگی کو اپنائیں گی اور دوسروں کو اس کی ترغیب اور تعلیم دیں گی، جیسے آج کل بیوٹی پارلروں کی وبائے عظیم ہے۔ یہ حدیث علاماتِ نبوت میں سے ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس میں عورتوں کی بابت جو خبر دی ہے، وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مسلمان عورتوں کی ایک بڑی تعداد نے مذکورہ تمام خرابیوں اور بے حیائیوں کو اپنا لیا ہے اور اس معاملے میں وہ بازاری عورتوں سے بھی آگے بڑھ گئی ہیں۔[2]

نیم عریاں اور جسمانی ساخت کو عیاں کرنے والے لباس کو زیب تن کرنے والی خواتین نبوی

[1] صحیح مسلم: ۲۱۲۸

[2] دیکھیے: دلیل الطالبین ترجمہ و فوائد ریاض الصالحین ۲/ ۳۹۷

وعید کے مطابق جہنم میں عریاں ہوں گی اور اس کا ایندھن بنیں گی۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے حالت میں بیدار ہوئے تو فرمایا: ”آج رات اللہ نے کتنے خزانے نازل کیے ہیں اور کتنے فتنے اتارے ہیں۔ کوئی ہے جو ان حجرے والیوں کو جگائے؟“ آپ کی مراد ازواج مطہرات سے تھی تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ (اور فرمایا:)

((يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ)) ”افسوس! دنیا میں کپڑے پہننے والی بہت سی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔“[1]

آج مسلمان عورتوں میں عریانیت و بے حجابی اور حسن و جمال کا اظہار عام وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ سڑکوں، پارکوں، گلی کوچوں، جِم خانوں، شاہ راہوں، بازاروں، ایوانوں اور تعلیم گاہوں میں ہر جگہ خاتونِ اسلام کی ایک بڑی تعداد بے پردہ نظر آ رہی ہے۔ ماڈرن برقع اور نقاب کے نت نئے جدید فیشن نے تو باپردہ عورتوں کو بھی بے پردہ کر دیا ہے۔ عورت سراپا ستر ہے اور اگر بے ستر ہو تو خود اپنی ذات کے لیے اور دوسروں کے لیے بھی فتنہ اور آزمائش ہے۔ ذرا غور کریں! اگر ایک خاتون دورِ جدید کے عریاں لباس میں ملبوس، پرفیوم و عطریات سے لیس اور زینت و آرائش کے جدید طریقوں سے آراستہ ہو کر بے محابا بے حیائی کا اظہار کرے، آفسوں اور دکانوں کی زینت بنے تو کیا وہ یہ طریقہ اختیار کر کے گھروں میں ٹِکی رہنے والی یا باحجاب خواتین سے زیادہ محفوظ رہے گی؟ سچ یہ ہے کہ یہ غیر محفوظ طریقہ ہے اور اس سے فواحش کو کتنا فروغ ملے گا اس کا اندازہ معاشرے پر نگاہ رکھنے والا کوئی بھی عقل مند شخص کر سکتا ہے۔ آئے دن جبری زنا کے جو حادثات پیش آ رہے ہیں کیا اس میں عریانیت اور بے حیائی کا دخل نہیں ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ زنا کے مجرم بے قصور ہیں، سزاوار نہیں ہیں، وہ ضرور خطا کار اور سزاوار ہیں، مگر معاشرے میں بڑھتی ہوئی عریانیت اور بے پردگی جیسی بے حیائی پر بھی قدغن لگانا ضروری ہے۔

آیاتِ حجاب

[1] صحیح بخاری: ۱۱۲۶، ۶۲۱۸، ۷۰۶۹، جامع ترمذی: ۲۱۹۶

آئیے اس سلسلے میں وارد قرآن کریم کی آیاتِ مقدسہ کا مطالعہ کریں اور غور کریں کہ قرآن کریم کے اندر اس طرح کی عریانیت، بے پردگی اور فواحش سے روکنے کے لیے کس طرح کی پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور کون سی احتیاطی تدابیر اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

- ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ ”مومن مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“ [النور:۳۰]
- ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ”اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں کے لیے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوک یا تابع رہنے والے مردوں (خادموں) کے لیے جو شہوت والے نہیں یا ان لڑکوں کے لیے جو

عورتوں کے پردے کی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر زور سے) نہ ماریں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" [النور:۳۱]

● ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۞ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ "اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرو تو بات کرنے میں نرمی نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ میں پڑ جائے، اور معروف قاعدے کے مطابق بات کرو۔ اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیت سے گندگی دور کر دے اور تمھیں پوری طرح خوب پاک صاف کر دے۔" [الأحزاب:۳۲-۳۳]

● ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ "اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو، یہ تمھارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔" [الأحزاب:۵۳]

● ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ "اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" [الأحزاب:۵۹]

حجاب اور پردے سے متعلق مذکورہ بالا بعض آیاتِ کریمہ میں اگرچہ براہ راست امہات المؤمنین کو خطاب کیا گیا ہے، مگر یہ احکام تمام خواتینِ اسلام کے لیے عام ہیں اور سبھوں کے لیے اس کی پیروی ضروری ہے، کیوں کہ امہات المومنین کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں پائی جاتی ہے اور پھر عام خواتین تقویٰ و طہارت میں بہرحال امہات المؤمنین سے کم تر ہیں اور ان سے کہیں زیادہ ان احکامات کی محتاج ہیں، امت کی انتہائی افضل خواتین کو پردے کا حکم دیا جارہا ہے تو دیگر عام خواتین کے لیے ان کی پیروی کے بجائے اس سے مستثنیٰ کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ یہ تو عام خواتین کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہوں گی اور پھر امہات المومنین کی پیروی کرنے میں حجاب کی اہمیت و شان اور بھی دوبالا ہوجاتی ہے، جیساکہ مفسرین نے اس کی صراحت کررکھی ہے۔

عریانیت و بے حجابی اور فواحش سے اجتناب کے بارے میں درج بالا مذکورہ آیاتِ کریمہ کے اندر جو احکامات و تعلیمات اور روشن ہدایات پائی جارہی ہیں، اس کی کچھ تفصیل سلسلہ وار آگے پیش کی جا رہی ہے۔ وباللہ التوفیق

غضِ بصر اور حفاظتِ فروج

مرد اور عورت دونوں کو یکساں طور پر حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، پہلے نگاہوں کو نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا اور متّصلاً فوراً ہی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا، کیوں کہ نگاہوں کی غفلت و لاپروائی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے میں بے احتیاطی کا سبب بنتی ہے، گویا شرم گاہوں کی حفاظت کے لیے بد نگاہی سے بچنا ضروری ہے۔ نظر بازی بے حیائی کا ابتدائی زینہ اور پھر بدکاری میں پھنسنے کا ذریعہ ہے، یہ وہ چنگاری ہے جو آگے چل کر شعلہ کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔

موجودہ دور میں خود نگاہیں مختلف تراش و خراش اور جدید ترین فیشن سے آراستہ ہوکر اور کشش و میلان کا ذریعہ بن کر دعوتِ نظارہ کا سماں پیش کررہی ہیں۔ نگاہوں کو نیچی رکھنا اس لیے بھی ضروری

ہے، کیوں کہ اس کی بے احتیاطی آدمی کے زنا میں واقع ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور پھر بذاتِ خود نگاہ کی بے احتیاطی کو حدیث میں زنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَى، مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ)) ''ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، وہ لا محالہ اسے پانے والا ہے۔ پس دونوں آنکھوں کا زنا (غیر محرم کی طرف) دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا (حرام آواز) سننا ہے، زبان کا زنا (حرام و ناجائز) بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا (ناجائز) پکڑنا ہے اور پیر کا زنا (حرام کام کی طرف) چل کر جانا ہے۔ دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ (زنا کی مرتکب ہو کر) اس کی تصدیق کرتی ہے یا (زنا سے بچ کر) اس کی تکذیب کرتی ہے۔''[1]

در حقیقت غیر محرم کی طرف دیکھنا، حرام آواز کا سننا، حرام گفتگو کرنا، ناجائز شے پکڑنا اور حرام کام کی طرف چل کر جانا اسبابِ زنا ہیں، مگر حدیثِ نبوی میں اسے زنا سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ انسان ان اسباب سے بچے اور زنا کا مرتکب نہ ہو، ظاہر سی بات ہے جو اسباب سے بچاؤ کرے گا وہ اس کے برے نتیجہ سے بھی محفوظ رہے گا۔ گویا بدنگاہی دراصل زنا کی ابتدائی سیڑھی ہے اور تمام شہوانی فتنوں کی ابتدا بھی عام طور پر اسی سے ہوتی ہے۔

یہاں نگاہیں نیچی رکھنے سے مراد اُن چیزوں سے نگاہیں نیچی رکھنا ہے، جن کی طرف دیکھنا حرام ہے، مثلاً عورتوں کا غیر محرم مردوں کی طرف دیکھنا اور مردوں کا غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا یا اَمرد اور بے ریش لوگوں پر نگاہِ بد ڈالنا وغیرہ، ورنہ اور دیگر حلال اشیاء کی طرف نگاہ بھر کر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ضرورت اور مجبوری کی صورت میں دو غیر محرموں کا آپس میں ایک

[1] صحیح بخاری: ۶۲۴۳، ۶۶۱۲، صحیح مسلم: ۲۶۵۷ واللفظ لہ

دوسرے کی طرف دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اتفاقی طور پر اچانک بلا ارادہ کسی غیر محرم پر پہلی نگاہ پڑ جائے تو یہ بھی معاف ہے، مگر یہ بھی ضروری ہے کہ فوراً نگاہ پھیر لی جائے۔ جیسا کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ پڑنے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر پھیر لوں۔[1] نیز ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

((يَا عَلِيُّ، لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ؛ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ)) ''اے علی! نظر کے پیچھے نظر نہ دوڑاؤ یعنی کسی اجنبی عورت پر نگاہ پڑنے کے بعد دوبارہ نگاہ نہ ڈالو، اس لیے کہ پہلی اتفاقیہ نظر تمھارے لیے (معاف) ہے اور دوسری تمھارے لیے (معاف) نہیں ہے۔''[2]

''[البتہ] عورتوں پر مردوں کو نہ دیکھنے کی اتنی سختی نہیں جتنی مردوں پر عورتوں کے دیکھنے کے بارے میں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنی چادر کے ساتھ مجھے پردے میں لیے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی، وہ (برچھوں کے ساتھ) کھیل رہے تھے، یہاں تک کہ میں ہی اکتا جاتی، تو ایک نو عمر لڑکی کا اندازہ کر لو جو کھیل دیکھنے کی شوقین ہو۔''[3] یعنی اندازہ لگا لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کتنی دیر کھڑے رہے ہوں گے۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند نے تیسری طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''ام شریک کے گھر رہ کر عدت گزارو۔'' پھر فرمایا: ''اس عورت کے پاس میرے صحابہ کثرت سے آتے ہیں، (کیوں کہ وہ مال دار اور بہت مہمان نواز خاتون تھیں) اس لیے تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیوں کہ وہ نابینا آدمی ہیں، تم اپنے کپڑے بھی نیچے رکھ سکو گی۔''[4]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر شہوانی خیال نہ ہو تو عورتیں مردوں کو دیکھ سکتی ہیں۔ پردے

---

[1] صحیح مسلم:۲۱۵۹ [2] ترمذی:۲۷۷۷، ابوداود:۲۱۴۹، السراج المنیر ۲/۹۱۴ [3] صحیح بخاری: ۵۲۳۶ [4] صحیح مسلم:۱۴۸۰

کا حکم عورتوں کو ہے، تاکہ مرد انھیں نہ دیکھیں، مردوں کو نہیں کہ عورتیں انھیں نہ دیکھیں۔ البتہ اگر شہوت کے ساتھ ہو تو عورتوں کو بھی مردوں کی طرف دیکھنا حرام ہے، جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے۔"[1]

بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ موجودہ دور میں بد نگاہی سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ جب کہ ہر سو شیطان کے کارندوں نے بے حیائی کا جال بچھا رکھا ہے، ہر طرف بے پردگی و عریانیت عام ہے، دیہی علاقہ ہو یا شہری ماحول، بھیڑ بھاڑ کی جگہیں ہوں یا اِکادُکا افراد کا جمگھٹا، غرض ہر طرف زیب و زینت سے آراستہ ہو کر بناؤ سنگار کر کے عورتیں بے پردہ نظر آتی ہیں، ہر گلی و کوچہ میں عورتیں بالکل نیم برہنہ ہو کر مردوں کی شانہ بہ شانہ چل رہی ہوتی ہیں۔ اس لیے فتنوں کے اس دور میں نگاہوں کو فواحش اور حرام چیزوں سے بچا پانا بڑا مشکل معاملہ اور ایک مومن کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے، لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے دلوں میں خوفِ الٰہی، اللہ کے احکام و فرامین کا پاس و لحاظ اور اس کے سزا و عقاب پر پختہ ایمان و ایقان ہوتا ہے، انھیں دنیا کی رنگینیاں اور رعنائیاں ہزار کشش اور جاذبیت کے باوجود بھی اپنی طرف مائل کرنے میں ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ اس لیے بد نگاہی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم جہاں بھی رہیں اللہ کے خوف اور خشیت کو اپنے دلوں میں جاگزیں رکھیں، نگاہوں کو غلط جگہوں پر ڈالنے اور کسی بھی جانب اُٹھانے سے پہلے یہ بات دھیان میں رکھیں کہ اللہ کے سامنے ہمیں اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے۔ سو جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی نگاہوں کو غلط چیزوں کی طرف ڈالنے سے احتراز کریں۔ نظروں کو فواحش اور محرمات سے محفوظ رکھنے کی صورت میں انسان بے حیائی اور بدکاری سے محفوظ رہے گا، جس سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوگا، ایمانی لذت و مٹھاس کو محسوس کرے گا، عقیدے میں مضبوطی آئے گی، عزم و ارادہ میں پختگی حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔

---

[1] مذکورہ باتیں تفسیر القرآن الکریم (۳/۱۰۵) سے ماخوذ ہیں۔

اور جہاں تک حفاظتِ فروج کا معاملہ ہے تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بدکاری وغیرہ سے دوری اختیار کر کے اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کی جائے اور اس میں زنا، لواطت، سحاقت اور استمنا بالید وغیرہ سے حفاظت اختیار کرنا شامل ہے، لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ فروج کو ظاہر کرنے اور کھولنے سے احتراز کیا جائے، ڈھیلا ڈھالا لباس زیب تن کیا جائے جس سے مقاماتِ ستر واضح اور نمایاں نہ رہیں، نیم عریاں اور برہنہ لباس زیب تن کرنے سے بچا جائے۔

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ)) ''اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا اپنا ستر سب سے چھپاؤ۔''

وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب لوگ ملے جلے ہوں یعنی بھیڑ بھاڑ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ''اگر تم سے ہو سکے کہ تمھارا ستر کوئی نہ دیکھے تو اسے کوئی نہ دیکھے یعنی مقدور بھر کوشش کرو کہ اسے کوئی نہ دیکھے۔'' وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب ہم میں سے کوئی تنہا خلوت میں ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ''لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔''[1]

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو مردوں کے سامنے اور عورتوں کو عورتوں کے سامنے اپنی شرم گاہوں کو ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے اور زبان و شرم گاہ کی حفاظت کرنے والوں کو جنت کی بشارت اور ضمانت دی ہے، جیسا کہ اس موضوع سے متعلق احادیثِ نبویہ پہلے ہی مقدمۂ کتاب میں بیان کی جا چکی ہیں۔

اظہارِ زینت کی اجازت اور اس کے حدود

[1] سنن ابو داود: ۴۰۱۷، جامع ترمذی: ۲۷۶۹، ۲۷۹۴، واخرجہ البخاری معلقا قبل حدیث: ۲۷۸ مختصراً

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنی زینت کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور اس کو ظاہر کرنے سے روکا ہے۔

زینت کے معنی حسن و جمال، آرائش، بناؤ سنگار اور سجاوٹ کے ہیں۔ اس سے مراد فطری حسن و جمال بھی ہے اور وہ لباس، زیور اور سامانِ آرائش بھی ہے، جو عورتیں اپنے حسن و جمال میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ قرآن کریم میں زیادہ تر مادی اشیاء پر زینت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ یہاں عورت کو انھیں چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، البتہ جو زینت بلا اختیار از خود ظاہر ہو جائے یا اس کا چھپانا ناممکن ہو یا اسے ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت در پیش ہو تو اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے۔ از خود ظاہر ہو جانے والی زینت کے بارے میں سلف سے جو اقوال منقول ہیں ان کا مستفاد یہی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد وہ کپڑے ہیں جن سے فطری حسن و جمال اور زینتِ باطنہ کو چھپایا جاتا ہے۔ البتہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں جو منقول ہے اس کو بنیاد بنا کر بعض منکرینِ حجاب نے یہ بات کہی ہے کہ عورت کا اپنا چہرہ، ہتھیلیاں، ہاتھ کی مہندی اور انگوٹھی، آنکھوں کا سرمہ، بالیاں اور کنگن وغیرہ اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز ہے۔ حالاں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کا مقصود یہ نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

سلف میں سے جن لوگوں نے چہرے کو کھولنے کی اجازت دی ہے، ان کے نزدیک بھی چہرے کا چھپانا افضل اور مسنون و مستحب عمل ہے، سوائے چند ملحدین اور دین بیزار نام نہاد "مفکرین" کے کسی نے بھی چہرہ چھپانے کی مسنونیت اور مشروعیت کا انکار نہیں کیا ہے۔ اختلاف فقط وجوبیت اور عدمِ وجوبیت کے بارے میں ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے موقف میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر اجنبیوں کے اعتبار سے فرمائی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر اپنے لوگوں کے اعتبار

سے فرمائی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ اجنبیوں کے سامنے ظاہری کپڑوں کے سوا کوئی زینت ظاہر نہ کریں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ ''زینتِ ظاہرہ'' (چہرہ اور ہاتھ) خاوند کے علاوہ اپنے محرموں کے سامنے بھی ظاہر کر سکتی ہیں، جس میں سرمہ، مہندی، بالیاں، کنگن، ہار سب کچھ شامل ہے۔ ان محرموں کا بیان آگے فرمادیا:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے، اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے شوہروں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں، یا اپنے مملوک کے لیے۔'' [النور:۱]

البتہ زینتِ باطنہ (پیٹ، سینہ، ران اور مخفی حصے) صرف خاوند کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں۔ اب آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی مکمل تفسیر پڑھیں، جس کا صرف شروع کا حصہ بیان کیا جاتا ہے۔ طبری نے (علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس سے) حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آیت: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''وَالزِّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ: الْوَجْهُ وَ كُحْلُ الْعَيْنِ وَ خِضَابُ الْكَفِّ وَ الْخَاتَمُ، فَهٰذِهِ تَظْهَرُ فِيْ بَيْتِهَا لِمَنْ دَخَلَ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهَا'' ''زینتِ ظاہرہ سے مراد چہرہ، آنکھ کا سرمہ، ہتھیلی کی مہندی اور انگوٹھی ہے، چناں چہ وہ یہ چیزیں اپنے گھر میں ان لوگوں کے سامنے ظاہر کر

سکتی ہے جو اس کے پاس اندر آتے ہیں۔"[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما پر اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ وہ یہ زینت گھر کے اندر اپنے لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کی بات کر رہے ہیں اور یہ حضرات سرمہ، مہندی، گلے کے ہار اور کنگن اور انگوٹھی سمیت چہرے اور ہتھیلیوں کو اپنوں اور بیگانوں سب کے سامنے کھلا رکھنے کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول قرار دے رہے ہیں۔"[2]

چہرے کا پردہ

عورت کے لیے اپنے جسم کا مکمل پردہ کرنا ضروری ہے، مگر ظاہری اعتبار سے پورے جسم میں پردہ کرنے کا اصل مقام چہرہ ہے، یہی حسن و قبح کا مرکز اور محور بھی ہے اور لوگوں کی توجہ بھی زیادہ تر اسی پر مرکوز ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے جب سینہ اور گردن کو چھپانے کی بات کہی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ چہرے کو چھپانے کے بجائے اسے کھولنے کی اجازت دے گا، قرآن کریم کا مقصود چہرے اور ہتھیلیوں کی نمائش کرنا نہیں ہے۔ اگر چہرے کو ہی پردہ سے خارج کر دیا جائے تو پھر اسلامی پردہ کی خصوصیت اور امتیاز ہی کیا رہ جائے گی۔ چوں کہ چہرہ ہی حسن و قبح کا اصل مرکز ہے اب اگر اسی سے پردے کا انخلا کر دیا جائے تو پھر آگے چل کر بہت سی بھیانک برائیاں جنم لیں گی اور بے حیائی کے پھیلاؤ کا اہم سبب بنے گی۔ جیسا کہ ایک عربی شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے: ؎

رفع النقاب وسيلة إن حبذت ضمت إليها للفجور وسائل
فالاختلاط فمرقص فتواعد فالاجتماع فخلوة فتواصل

"پردہ اٹھانا اگر محبوب ہو جائے تو یہ ایک وسیلہ ہے، جس کے ساتھ فواحش کے اور بھی وسائل شامل ہو جاتے ہیں۔ چناں چہ اولاً باہمی اختلاط ہے، پھر ڈانس، پھر عہد و پیمان، پھر اجتماع، پھر خلوت نشینی اور پھر وصال کا مرحلہ ہے۔"

---

[1] جامع البیان ۱۷/ ۲۵۹
[2] ماخوذ از: تفسیر القرآن الکریم ۳/ ۱۰۸

غیر محرم اجنبی لوگوں کے سامنے چہرے کو مستور و محجوب رکھنا واجب ہے، یہی شریعت کا مقصود ہے اور کتاب و سنت کے دلائل بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں، عہد نبوی میں اور اس کے بعد کے ادوار میں مسلمان خواتین کا برابر اسی پر عمل رہا ہے۔ چہرے کو مستور رکھنے کی وجوبیت کے چند دلائل آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

① اوپر سورہ احزاب کی جس آیتِ کریمہ میں جلابیب ڈالنے کی بات کہی گئی ہے اس کا مقصود بھی وجوبی طور پر چہروں کو چھپانا ہے۔ جلابیب، جلباب کی جمع ہے جس کے معنی لمبی چادر کے ہیں، جو جسم کو ڈھانپ لے، یعنی اجنبی مردوں سے جسم کو ڈھانپ لیں تاکہ لوگ پہچان لیں کہ یہ شریف اور باحیا خواتین ہیں اس طرح انھیں ستایا نہ جائے۔ پہچانی جانے سے مراد خاص ان کی شناخت نہیں ہے کہ وہ فلاں عورت ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ پردہ کرنے کی وجہ سے ان کی پہچان ہو جائے کہ یہ شریف عورتیں ہیں بازاری نہیں ہیں، گویا چہرہ کشائی اور جسمانی نمائش کے ساتھ بے پردہ ہو کر نکلنا لوگوں کو دعوتِ التفات دینا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر اس طرح کی ہے:

"أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ أَنْ يُّغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَ يُبْدِيْنَ عَيْنًا وَاحِدَةً" ''اللہ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں کو اپنے سروں کے اوپر سے بڑی چادروں کے ساتھ ڈھانپ لیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''[1]

② اوپر سورۂ احزاب کی جو ترپنویں آیت ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ نقل کی گئی ہے اس میں بہ وقتِ ضرورت عورتوں سے پردے کے اوٹ سے کوئی سامان طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت اجنبی لوگوں سے اپنے چہرے کا پردہ کرے گی، اس لیے کہ اگر چہرے کو کھلا رکھنے کی اجازت ہوتی تو پردے کی اوٹ

[1] جامع البیان: ۱۹/ ۱۸۱

کے بجائے روبرو طلب کرنے کی بات کہی جاتی۔ اور یہاں آیتِ کریمہ میں وارد لفظ حجاب سے مراد ہر وہ چیز ہے، جسے پردے یا اوٹ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہو خواہ وہ کوئی دیوار ہو یا کپڑے ہوں۔

③ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان: ﴿وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ﴾ میں پاؤں کو زور سے زمین پر مارنے سے منع کیا ہے کہ کہیں غیر مردوں کو ان کے زیور کی آواز سے شہوانی خیال پیدا نہ ہو اور وہ فتنے میں پڑ جائیں۔ اب ایک عورت جو معلوم نہیں جوان ہے یا بوڑھی، خوب صورت ہے یا بد صورت، اس کی پازیب کی آواز دلوں میں خرابی پیدا کرتی ہے اور اسے چھپائے رکھنے کا حکم ہے، تو چہرہ جس پر کسی عورت کے خوب صورت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہوتا ہے، وہ کھلا رکھنا کیسے جائز ہو گا؟ اور کس صورت میں بھکنے کا زیادہ احتمال پایا جاتا ہے؟ کوئی بھی باشعور شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ چہرہ زیادہ فتنے کا باعث ہے اور مستور رکھنے کا زیادہ حق دار ہے۔

④ حادثۂ اِفک سیرتِ نبوی کا مشہور باب ہے، جو کہ غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی میں پیش آیا تھا، صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ قافلے کے پیچھے آرہے تھے، ایک جگہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سوتے ہوئے پایا، چوں کہ وہ انھیں آیتِ حجاب کے نزول سے پہلے دیکھ چکے تھے، اس لیے فوراً پہچان گئے اور إنا للہ وإنا إلیہ راجعون پڑھا، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا آواز سن کر جب بیدار ہوئیں تو فوراً ہی اپنی جلباب سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اور اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوئی۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ کرنا ضروری ہے، اگر چہرے کا ڈھانپنا واجب نہ ہوتا تو عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا چہرہ نہ ڈھانپتیں اور اگر حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا ہوتا تو وہ کبھی نہ پہچان سکتے، کیوں کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد انھیں دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي، فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي)) ”پس جب انھوں نے مجھے دیکھا تو وہ مجھے پہچان گئے،

انھوں نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھ رکھا تھا، انھوں نے جب مجھے پہچان کر انا للہ پڑھا تو میں بیدار ہوگئی اور میں نے اپنا چہرہ اپنی چادر سے ڈھانپ لیا۔"[1]

⑤ عورتوں کے لیے ممنوعاتِ احرام سے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)) "اور حالتِ احرام میں عورت نہ نقاب استعمال کرے اور نہ دستانہ پہنے۔"[2]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان عورتوں کے یہاں نقاب اور دستانے کا استعمال مشہور و معروف تھا، جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ان کے چہرے اور ہاتھ چھپے رہتے تھے، اسی لیے احرام کی حالت میں ان کے پہننے سے روکا گیا۔ اور پھر احرام کی حالت میں عورتیں اجنبی مردوں کا سامنا ہونے پر اپنی چادروں سے اپنا چہرہ چھپا لیا کرتی تھیں۔ اگر چہرے کا پردہ ضروری نہ ہوتا تو وہ سب اپنی چادروں سے اپنا چہرہ نہ چھپاتیں، کیوں کہ احرام کی حالت میں چہرہ کھلا رکھنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں:

((كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ)) "سوار ہمارے سامنے سے گزرتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں ہوتیں، جب سوار ہمارے برابر آجاتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی چادر اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم اسے کھول لیتیں۔"[3]

نیز مستدرک حاکم میں اَسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا بیان اس طرح مروی ہے:

((كُنَّا نُغَطِّي وُجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ)) "ہم مردوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیتی تھیں۔"[4]

⑥ کئی احادیث میں شادی کرنے والے شخص کو اپنی ہونے والی بیوی یعنی مخطوبہ کو دیکھنے کی

[1] صحیح بخاری: ۴۱۴۱، ۴۷۵۰، صحیح مسلم: ۲۷۷۰ [2] صحیح بخاری: ۱۸۳۸ [3] سنن ابو داود: ۱۸۳۳، شیخ البانی رحمہ اللہ نے شواہد کی بنیاد پر اس کو حسن اور جید قرار دیا ہے۔ تراجع العلامۃ الالبانی: ۴۳۳، ۲/۲۶۴ [4] مستدرک حاکم بحوالہ إرواء الغلیل ۴/۲۱۲

اجازت دی گئی ہے، بلکہ کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطوبہ کو دیکھنے کا حکم دیا اور اس کی ترغیب دلائی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے آپ کو خبر دی کہ وہ ایک انصاری عورت سے شادی کر رہا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا:

((فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا)) ''جاؤ اسے دیکھ لو! کیوں کہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔''[1]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ)) ''جب تم میں سے کوئی عورت کو نکاح کا پیغام دے، اگر وہ چیز دیکھنا ممکن ہو جو اسے اس سے نکاح کرنے پر آمادہ کرے تو وہ ضرور ایسا کرے'' جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ''میں نے بنو سلمہ کی ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں اسے چھپ کر دیکھتا تھا، یہاں تک کہ میں نے اسے دیکھ لیا جس سے مجھے اس کے ساتھ نکاح کی رغبت ہوئی اور میں نے اس سے شادی کر لی۔''[2]

اسی طرح محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی مخطوبہ کو چھپ کر دیکھنے کی کوشش کی اور پھر مشکل سے کھجور کے ایک باغ میں دیکھ پائے۔[3]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی منگیتر کو دیکھنے گئے تو اس عورت نے کہا: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھنے کا حکم دیا ہے تو ضرور دیکھ لیجیے اور اگر انھوں نے حکم نہیں دیا تو میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں۔'' ''گویا کہ اس نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا۔''[4]

غور کیجیے! اگر چہرے کا کھلا رکھنا جائز ہوتا اور صحابیات چہرے کو کھلا رکھتیں تو پھر دیکھنے کے لیے

[1] مسلم: ۱۴۲۴ [2] ابوداود: ۲۰۸۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۹۹ [3] ابن ماجہ: ۱۸۶۴، الصحیحۃ: ۹۸ [4] سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۶، صحیح

اتنی کوشش نہ کرنی پڑتی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اُس دور میں عورتیں وجوبی طور پر چہرے کا پردہ کرتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ کوشش کے باوجود چہرے کا دیکھ پانا مشکل تھا۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے چہرے کا چھپانا واجب ہے اور یہ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے استثناء سے خارج ہے، اس سے مراد فقط وہ زینت یا حصۂ جسم ہے جو از خود بلا قصد ظاہر ہو جائے، چناں چہ چہرہ اور ہتھیلی وغیرہ اگر از خود ظاہر ہو جائے یا کوئی ضرورت اسے ظاہر کرنے کی متقاضی ہو تو اس کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا اِن شاء اللہ۔ البتہ مردوں کے لیے اس کا دیکھنا بلا ضرورت جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ چہرہ کشائی بے حیائی میں پڑنے کی اوّلین منزل ہے اور چہرے کا کھولنا پورے محاسن کو بے پردہ کرنے جیسا ہے۔ معاشرے میں عریانیت اور بے پردگی کی جو حالت ہے اس کی ابتدا یقیناً نقاب سے گلو خلاصی اور چہرہ کشائی کے ذریعہ ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جنھیں چہرہ کشائی میں عار نہیں محسوس ہوگا آگے چل کر وہ دیگر اعضائے بدن کو عریاں کرنے میں کوئی قباحت نہیں محسوس کریں گی، جیسا کہ معاشرے میں ہم اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ جن مسلم خواتین کے چہرے کھلے ہوتے ہیں، ان کے بازو، گلا، بال، سینے کا اوپری حصہ اور ہار و بالی وغیرہ پورے آب و تاب کے ساتھ بے پردہ ہوتے ہیں۔

جِلباب اور نقاب

گذشتہ آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اگر گھر کے اندر محارم اور دیگر مستثنیٰ لوگوں کے سامنے رہیں تو خمار یعنی اوڑھنی کا استعمال کریں تاکہ سر، گردن اور سینہ چھپے رہیں اور کسی طرح کی بے حیائی اور بے پردگی کا اظہار نہ ہونے پائے اور اگر اضطراری صورت میں بہ وقتِ ضرورت گھر سے باہر جانا ہو تو جلباب یعنی بڑی چادر کا استعمال کریں تاکہ سر، چہرہ اور پورے بدن کا بخوبی پردہ ہو جائے اور جسم کے نشیب و فراز واضح نہ رہیں۔ اس طرح وہ اجنبی اور غیر مردوں کی ہوس ناک نگاہوں سے محفوظ رہیں گی۔

نقاب اور برقع بھی اسی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے ایک معقول لباس ہے، جس میں عورت کے جسمانی اعضا بشمول چہرہ اور نگاہیں محفوظ ہو جاتے ہیں اور کسی طرح کی بے پردگی اور عریانیت کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ زمانۂ قدیم ہی سے نقاب مسلم عورتوں میں معروف تھا، مگر آج کل اس کا چلن جتنا عام ہے اتنا پہلے نہیں تھا، پہلے زیادہ تر خواتین بڑی چادروں سے پردے کا اہتمام کرتی تھیں اور وہ بھی نہایت سادہ، موٹا، نقش ونگار سے عاری اور غیر رنگین ہوا کرتا تھا۔ نقاب کا استعمال اب اتنا عام ہو گیا ہے کہ چادر وغیرہ کا نام ونشان نہیں رہ گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ پردہ کرنے کے لیے برقع بہت ہی موزوں لباس ہے، جس سے بدن کے سارے اعضا مستور رہتے ہیں، مگر مسلمان عورتوں میں جب سے مغربی تہذیب نے اپنا سکہ جمایا ہے، برقعوں میں بھی نت نئے فیشن ایجاد ہونے لگے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یہ بھی فتنے کا سبب بن گئے ہیں اور مغرب زدہ خوش حال گھرانوں میں اس کا استعمال بطور پردہ کم بطور فیشن زیادہ ہو گیا ہے، یہ فیشن زدہ ماڈرن برقعے زیب و زینب کے اظہار اور جسمانی نشیب و فراز کو عیاں کرنے کا ذریعہ بن چکے ہیں، جس کے استعمال سے آزاد خیال عورتیں بظاہر پردہ میں رہتے ہوئے بھی بے پردہ نظر آتی ہیں اور آج کی بہت سی شرم وحیا سے عاری برہنہ پسند عورتیں اپنی اس نیم عریانیت پر فخر کرتی نظر آتی ہیں۔ سچ ہے: ؎

کالے برقعے کو بھی اک فتنۂ تازہ کہیے
اس کو پردہ نہیں پردے کا جنازہ کہیے

پازیب کی آواز

عورتوں کو زمین پر زور زور سے پاؤں مار کر چلنے سے منع کیا گیا ہے، مبادا اس سے پازیب اور زیورات کی آواز ابھرے اور لوگ ان کی جانب متوجہ ہوں اور خود اس کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو۔ اس ممانعت میں ہر وہ حرکت اور عمل شامل ہے کہ جس سے چھپا ہوا سنگار اور خُفتہ زیبائش واضح ہو

جائے۔ چناں چہ اس ممانعت کے اندر عورت کا خوشبو لگا کر گھروں سے باہر نکلنا اور چوڑیوں کی آواز کو ظاہر کرنا بھی داخل ہے نیز خود کو نمایاں کرنے اور بڑکپن کے اظہار کے لیے اونچی ہل کی ایسی سینڈل کا استعمال بھی اس ممانعت میں آجاتی ہے، جس سے آواز ابھرے اور لوگ اس کی جانب متوجہ ہوں، اونچی ہل نما چپلوں کا رواج زمانۂ قدیم میں بھی اپنی طرف مائل کرنے والی عورتوں میں پایا جاتا تھا۔ البتہ اس سے اپنی ذات اور اپنے ستر کی حفاظت مقصود ہو تو اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وہ لوگ جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں

عورتیں اپنی زینت و آرائش کو چند لوگوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں یعنی یہ چند لوگ ایسے ہیں کہ ان سے حجاب اور پردہ کرنا ضروری نہیں ہے:

(1) خاوند، عورت اس کے لیے ہر طرح کی زینت و آرائش کرے گی۔ اور تمام ظاہر و باطن اس کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے، کیوں کہ یہی اس کا حقیقی محور ہے اور عورت کی ساری زینت اس کی امانت ہے۔ اس کے سوا بقیہ جتنے محارم ہیں عورت ان کے سامنے چہرہ اور ہاتھ وغیرہ ظاہر کر سکتی ہے اور اگر ان سے فتنے کا خوف ہو تو پھر ان سے بھی پردہ کرنا ضروری ہوگا۔

(2) والد، اس میں دادا، پردادا اور اس کے اوپر کے تمام لوگ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں رضاعی باپ دادا کا بھی یہی حکم ہے۔

(3) خاوند کا باپ یعنی خسر، اس میں بھی دادا، پردادا اوپر تک شامل ہیں۔

(4) اولاد، اس میں بیٹے، پوتے، پرپوتے اور نواسے، پرنواسے نیچے تک شامل ہیں۔

(5) خاوند کی دوسری بیویوں کی اولاد، اس میں بھی پوتے، پرپوتے اور نواسے، پرنواسے وغیرہ نیچے تک شامل ہیں۔

(6) بھائی، اس میں عینی (سگے بھائی)، اخیافی (باپ جائی بھائی) اور علاتی (ماں جائی بھائی) تینوں قسم کے بھائی شامل ہیں۔

(7) بھتیجے، تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور ان سے نیچے کی تمام اولاد شامل ہیں۔

(8) بھانجے، تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد نیچے تک شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث کے مطابق مردوں میں سے داماد سے بھی پردہ نہیں ہے۔

(9) اپنی عورتیں۔ مفسر قرآن شیخ عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اپنی عورتوں سے مراد آپس میں میل ملاقات رکھنے والی مسلمان عورتیں ہیں، جو ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتی پہچانتی اور ایک دوسرے پر اعتبار رکھتی ہوں۔ رہی دوسری غیر مسلم، مشتبہ اور اَن جانی عورتیں تو ایسی عورتوں سے اپنی زیب و زینت چھپانے اور حجاب کا ایسا ہی حکم ہے، جیسے غیر مردوں سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں ہی ہوتی ہیں، جو قحبہ گری کی دلالی بھی کرتی ہیں، نوخیز اور نوجوان لڑکیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر غلط راہوں پر ڈال دیتی ہیں اور شیطان کی پوری نمائندگی کرتی ہیں۔ ایک گھر کے بھید کی باتیں دوسرے گھر میں بیان کر کے فحاشی پھیلاتی اور اس کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ ایسی بدمعاش قسم کی عورتوں سے پرہیز کی سخت ضرورت ہے، لہٰذا تمام اَن جانی اور غیر مسلم عورتوں یا غیر عورتوں سے بھی حجاب کا حکم دیا گیا، بلکہ ایسی عورتوں کو گھروں میں داخلہ پر بھی ایسے ہی پابندی لگانا ضروری ہے، جیسے غیر مردوں کے لیے ضروری ہے۔''[1]

(10) لونڈی اور کنیز، حدیثِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام سے بھی پردہ نہیں ہے، لہٰذا عورت اپنے غلام کے سامنے اپنی اس زینت کو ظاہر کر سکتی ہے، جو بقیہ اور دیگر محارم کے سامنے ظاہر کرتی ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک غلام لے کر آئے، جس کو آپ نے انھیں ہبہ کیا تھا، فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایک ایسا کپڑا تھا کہ وہ جب اس سے سر ڈھانکتیں تو پاؤں تک نہ پہنچتا اور جب پاؤں ڈھانکتیں تو سر تک نہ پہنچتا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت کو دیکھا تو فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ، إِنَّمَا هُوَ أَبُوكِ وَغُلَامُكِ)) ''یقیناً تم پر کوئی حرج نہیں ہے، یہاں صرف تمھارے والد ہیں اور تمھارا غلام ہے۔''[2]

---

[1] تیسیر القرآن ۳/ ۲

[2] سنن ابو داود: ۴۱۰۶، سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۲۸۶۸

(11) گھروں میں رہنے والے شہوت سے عاری اور ہم بستری کی خواہش نہ رکھنے والے بدھو قسم کے نوکر چاکر اور شاگرد قسم کے افراد سے بھی عورت کو پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے، لیکن اگر اس طرح کے لوگ عورتوں کی خفیہ باتوں سے دلچسپی لیں تو گھروں میں ان کے داخلہ پر پابندی لگائی جائے گی اور خواتین ان سے پردہ کریں گی۔ شیخ عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''اور اگر یہ خطرہ ہو کہ ایسے لوگوں کے شہوانی جذبات کسی وقت بھی بیدار ہو سکتے ہیں تو پھر ان سے یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔ ان پر حجاب کے احکام لاگو ہو جاتے ہیں اور ان کے سامنے اظہار زیب و زینت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، لہذا ایسے جوان ڈرائیور، خانسامے، اور بیرے وغیرہ سے حجاب کی رخصت کی کوئی گنجائش نہیں، بالخصوص اس صورت میں کہ ان کی شادی بھی ابھی نہ ہوئی ہو۔''[1]

واضح رہے کہ غلام اور اس طرح کے مردوں کے ساتھ عورت خلوت نشینی نہیں اختیار کر سکتی ہے اور نہ ان کے ساتھ سفر کر سکتی ہے، کیوں کہ یہ محارم میں سے نہیں ہیں۔

(12) ایسے نابالغ اور چھوٹے بچے جو عورتوں کی خفیہ باتوں سے ناواقف ہوں۔

آیتِ کریمہ میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں ہے، حالاں کہ یہ بھی محارم میں سے ہیں، سو یہ لوگ بھی باپ کے حکم میں ہیں، اس لیے ان سے بھی پردہ نہ کرنا درست ہے۔ جب کہ بعض مفسرین کے نزدیک عورت ان سے بھی پردہ کرے گی، اُنھوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ممکن ہے یہ اپنے بیٹوں کے سامنے عورتوں کے محاسن بیان کریں، اس لیے ان کے سامنے دوپٹے کے بغیر اور بلاضرورت نہیں آنا چاہیے۔

فتنۂ آواز

عورت کی آواز میں فطری طور پر لطافت و نزاکت اور ملائمت وکشش پائی جاتی ہے، اس لیے اجنبی مردوں سے گفتگو کے وقت خوش آوازی اور نرمی و لطافت کا لہجہ اپنانے سے روکا گیا ہے، کیوں کہ

[1] تیسیر القرآن ۳/۲۶۳

خوش آوازی اور آواز میں سُریلا پن لانے سے شہوانی خواہشات بھڑکنے کا اندیشہ رہتا ہے اور سامنے والا کسی غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے انھیں مردوں سے گفتگو کے وقت لہجے میں قدرے سختی، روکھا پن، معمولی بلندی اور مضبوطی اختیار کرنی چاہیے تاکہ حیا اور وقار کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ ساتھ ہی معروف طریقے سے دستور کے مطابق گفتگو کرنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ کسی طرح کی منافرت نہ پیدا ہو اور سِرے سے بے حیائی کا خیال ہی دل میں نہ کھٹکے اور کوئی یہ تصور نہ کر سکے کہ یہ عورت میری طرف مائل ہو سکتی ہے، مگر افسوس کہ آج کل کی ماڈرن عورتیں لوگوں کو لبھانے کے لیے آواز میں کشش وجاذبیت اور ادائے کلام میں تصنع اور تکلف کے ذریعہ لچکیلا پن پیدا کر کے مغنیہ، گلوکارہ اور موسیقار کی شکل میں سامنے آرہی ہیں اور حامیانِ آزادیِ نسواں اسے خوب خوب استعمال بھی کر رہے ہیں۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ آج تربیت گاہوں میں بھی لاؤڈ-اسپیکر میں مسلم طالبات غزلوں اور دیگر نامناسب نظموں اور گیتوں کی راگ الاپتی رہتی ہیں، جو کہ فتنے کا باعث اور آوارہ قسم کے لوگوں کو مائل کرنے کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔ فإنا لله وإنا إليه راجعون

موجودہ دور میں مشاعروں کے اندر زبان و ادب کی خدمت اور فروغ کے نام پر بہت سی مسلم خواتین بھی بے پردہ ہو کر اپنی سریلی و مسحور کن آواز اور نازک اداؤں کے ذریعہ بے حیائی کے پھیلاؤ میں خاصا کردار ادا کر رہی ہیں، میک اپ اور بناؤ سنگار میں بازاری فاحشاؤں کو بھی مات دے رہی ہیں اور مخلوط اسٹیجوں کی زینت بن کر بے حیائی کو خوب خوب فروغ دے رہی ہیں۔ اور افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ بہت سے صاحبِ جبہ و دستار اُن مجالسِ فتن میں شریک ہو کر سامعین کا رول ادا کرتے ہوئے انھیں داد و تحسین سے بھی نوازتے ہیں، جس کا برا تاثر اور منفی پیغام کم پڑھے لکھے عام سامعین تک جاتا ہے اور وہ اسے شرعی اعتبار سے درست اور جائز سمجھنے لگتے ہیں۔

دراصل عورت کی آواز پر تو مکمل حجاب نہیں ہے، مگر اصل پابندی یہ ہے کہ اجنبی مرد بلا ضرورت اس کی شیریں اور لچک دار آواز نہ سننے پائیں اور مرد بھی بحالتِ مجبوری ہی کسی اجنبی عورت سے ہم کلام

ہوں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ عورت ضرورت کے پیش نظر بہ قدرِ ضرورت ہی سپاٹ اور محتاط انداز میں کسی مرد سے گفتگو کرے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، ان کے لیے اذان دینا بھی مشروع اور جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں بلند آوازی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور نمازوں میں امام کی بھول چوک پر انھیں سبحان اللہ کہنے اور لقمہ دینے کے بجائے تصفیق یعنی الٹے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دورِ جدید کی ایجاد موبائل فون اور انٹرنیٹ پر دو مختلف جنسوں کے مابین عشق و محبت سے لبریز، لجاجت سے پُر شہوت انگیز گفتگو ہوتی ہے اور جذبات کو برانگیختہ کرنے والے کلمات کا آپس میں تبادلہ ہوتا ہے اور ویڈیو کالنگ نے تو اس بے حیائی میں مزید اضافہ کر دیا ہے یعنی روبرو فحش حرکات و سکنات کے ذریعہ فحش گفتگو ہوتی ہے۔ گفتگو کی یہ ساری صورتیں حرام ہیں اور عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے اس طرح کے رویہ سے بچنا قطعی ضروری ہے اور جدید وسائل سے اپنے حد میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔

عورت کا مسکن

عورتوں کا اصلی مسکن ان کا اپنا گھر ہے، وہ اندرونِ خانہ کی ملکہ اور اپنے اولاد کی حقیقی مربیہ ہیں۔ لہٰذا انھیں گھر کی سکونت کو لازم پکڑنی چاہیے۔ البتہ حاجات اور ضروریات کے تحت اسلامی آدابِ حجاب کو ملحوظ رکھتے ہوئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ)) ”بے شک تم عورتوں کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔“[1]

مثلاً قضائے حاجت کی ضرورت، زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کرنے کے لیے جہاد میں شرکت، باپردہ

[1] صحیح بخاری:۴۷۹۵، صحیح مسلم:۲۱۷۰

ہوکر تعلیم کا حصول، مریض کی عیادت، اقربا سے ملاقات اور ان کی تقاریب مثلاً شادی و بیاہ میں شمولیت اور مساجد و عید گاہ میں حاضری وغیرہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) "عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔"[1]

نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ وَ إِنَّهَا إِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَ إِنَّهَا لَا تَكُوْنُ أَقْرَبَ إِلَى اللّٰهِ مِنْهَا فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا)) "عورت سراپا پردہ ہے اور جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے۔ اور وہ اللہ کے قریب اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی جس قدر وہ اپنے گھر کے اندر رہ کر ہوتی ہے۔"[2]

دورِ جدید میں مغربی تہذیب سے متاثر بہت سی خواتین اپنے حقیقی مسکن اندرونِ خانہ کو خیر باد کہہ کر بیرونِ خانہ کو اپنا مسکن بنا چکی ہیں، بیرونِ خانہ کی بھاگ دوڑ میں شریک ہوکر خود کو سوشل ورک میں گم کر چکی ہیں، دفتروں اور دکانوں میں گاہکوں کی کشش کا سامان بن کر اپنی نام نہاد آزادی کی متلاشی ہیں، غرض کہ مردوں کی ہم سری کا درجہ حاصل کرنے کے لیے تمام حدود و قیود کو پسِ پشت ڈال چکی ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ حقوق و آزادیِ نسواں کے فُسّاق محرکین نے انھیں شہ دے کر جلتے پر تیل کا کام کیا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں ان کی ناقدری میں اضافہ ہوا ہے، ان کے جائز حقوق کو سلب کر لیا گیا ہے اور سماج و معاشرے میں ان کی حیثیت اور ان کے بلند مقام کو ختم کر کے انھیں فقط تسکینِ جنس کا سامان بنا دیا گیا ہے اور ان سب کا منفی اثر سماج میں جنسی انحراف کی کثرت اور افرادِ معاشرہ کی اخلاقی حالتِ زار کی پستی کی صورت میں نظر آ رہی ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے بھی عریانیت اور بے پردگی ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جا رہی

[1] جامع ترمذی: ۱۱۷۳، ارواء الغلیل: ۲۷۳
[2] طبرانی، بحوالہ: سلسلۃ الصحیحۃ: ۲۶۸۸

ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سی ماڈرن مسلم خواتین اپنی ویڈیو خود ہی بناکر سوشل میڈیا کے حوالے کررہی ہیں اور موبائل فون کے غلط استعمال نے بہت سی باپردہ خواتین کو بے پردہ کردیا ہے۔ چناں چہ آج کل شادی بیاہ، دینی اجتماعات اور عیدین وغیرہ کے موقع پر بہت سی خواتین دلہنوں کی یا عام عورتوں کی کبھی خود ان کی رضامندی سے اور کبھی ان کی اجازت کے بغیر تصویریں کھینچتی اور ویڈیو بناتی ہیں اور پورے رشتے داروں اور متعارفین کے پاس اسے بھیجتی ہیں، جس سے بہت سے اجانب مرد بھی بڑی آسانی سے اُن عورتوں کو دیکھ لیتے ہیں، جنھیں دیکھنے کی انھیں اجازت نہیں ہے اور بعض دفعہ اس طرح کی گھریلو تصویریں یا ویڈیو وغیرہ سوشل پلیٹ فارم پر بھی شیئر ہوجاتی ہیں، جس سے ایک تو پورے گھر خاندان کی رسوائی ہوتی ہے اور مزید متعلقہ دوشیزہ کی عزتِ نفس بھی مجروح ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بسااوقات وہ منفی سوچ کی حامل بن جاتی ہے۔

جاہلی تبرج سے ممانعت

عورتوں کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے، مگر انھیں پہلی جاہلی تبرج کی رَوش کو اپنانے سے روکا گیا ہے۔ اجنبی لوگوں کے سامنے جسمانی محاسن کی نمائش، زیب و زینت کے اظہار اور بے پردگی کو تبرج کہتے ہیں۔ مثلاً جسم کے بعض حصہ کو کھلا رکھنا، مردوں سے اونچی آواز میں بے باکانہ گفتگو کرنا، ناز و ادا سے چلنا، باہر نکلتے وقت عطریات اور خوشبو کا استعمال کرنا، زیورات اور کپڑوں کی نمائش کرنا وغیرہ۔ ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ، فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوا مِنْ رِيحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ))

”جو کوئی عورت خوشبو لگائے اور لوگوں کے سامنے سے گزرے تاکہ لوگ اس کی خوشبو کو سونگھیں تو وہ زانیہ ہے۔“[1]

موجودہ دور میں وہی جاہلیتِ اولیٰ، ثقافت اور ترقی کے نام پر پھر عود کر آئی ہے اور بہت سی

[1] سنن نسائی: ۵۱۲۶، السراج المنیر ۲/ ۸۸۷

عورتیں غیر مردوں کے سامنے اپنی خِلقی وکسبی زینت کے اظہار پر فخر محسوس کرتی ہیں، جس کا مشاہدہ کسی بھی آزاد خیال سوسائٹی میں کیا جاسکتا ہے۔

حجاب میں تخفیف

سنِ یاس کو پہنچی ہوئیں حیض وزچگی سے محروم اور کشش وجاذبیت نہ رکھنے والی عمر رسیدہ، بوڑھی خواتین کو پردے کے سلسلے میں تخفیف دی گئی ہے کہ وہ چہرے وغیرہ کو اجنبی مردوں کے سامنے کھول سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ”اور بیٹھ رہنے والی بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے کپڑے اتار دیں جب کہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں اور اگر وہ احتیاط کریں تو ان کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ [النور:٦٠]

معلوم ہوا کہ ایسی بڑی بوڑھی عورتیں، جن میں مردوں کے لیے کشش باقی نہ رہے تو ان سے حجاب کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں، لیکن اگر ان میں مردوں کے لیے کشش وجاذبیت باقی ہو یا وہ بڑھاپے کے باوجود خود ہی زیب وزینت کا اظہار کرنے والی ہوں، جیسا کہ بہت سی خمیدہ کمر بوڑھی عورتیں اپنی کشش اور جاذبیت کھو چکنے کے باوجود بھی زیبائش وآرائش میں نوجوان دوشیزاؤں کو مات دے رہی ہوتی ہیں، تو ان کے لیے بھی پردہ کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر بڑی بوڑھی عورتیں پردے سے متعلق رخصت کے باوجود اپنے آپ کو حجاب میں رکھیں اور احتیاط سے کام لیں تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔

صحت پر عریانیت کا منفی اثر

ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق نیم عریانی، برہنگی اور تنگ وچست لباس زیب تن کرنے سے

عورتوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور ایسی خواتین کو کئی طرح کی بیماریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔
جیسا کہ ڈاکٹروں کی ایک جماعت کی ریسرچ اور تحقیق یہی کہتی ہے کہ:

برہنہ لباس میں ملبوس عورت کو جب کہیں زیادہ دھوپ لگ جاتی ہے تو اس کی جسمانی رونق کم ہو جاتی ہے اور بڑھاپا جلد لاحق ہونے لگتا ہے۔ ڈاکٹر سیمیر زمو کا کہنا ہے: یورپ کی علمی تحقیقات میں زیادہ تر عورتیں جو جِلدی کینسر کا شکار ہیں، وہ اپنے جسم کو برونی رنگ میں بدلنے کے لیے نیم عریاں یا برہنہ لباس میں زیادہ دیر تک دھوپ میں رہا کرتی تھیں۔

اسی طرح ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ: تنگ لباس جسم کی آزادی کے لیے عذاب ہے۔ نظامِ صحت کے لیے جسمانی ریشوں، خلیوں، جگر، پاؤں، پٹھوں اور خاص کر عضو تناسل کے لیے بہت ہی نقصان دہ ہے، تجربہ کی بات ہے کہ بہت سی عورتیں انھیں تنگ کپڑوں کو پہننے کی وجہ سے بانجھ پن کا شکار ہو گئیں اور بعض کو غیر طبعی تولید کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے شقِ رحم (رحم پھٹ جانا) اور بہت ہی تکلیف دہ آپریشن سے دوچار ہوئیں۔ یہ تنگ لباس فشارِ دم (بلڈ پریشر) کا بھی سبب ہے، جونسوں کے دب جانے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ پاؤں، پٹھوں اور دیگر متحرک اعضا پر ایسے لباس کی سخت گرفت ہوتی ہے۔[1]

غرض کہ عریانیت و بے حجابی اور فواحش کے پھیلاؤ سے سماج میں بڑی بھیانک اخلاقی و جنسی برائیاں اور شرعی قباحت کے ساتھ ساتھ بہت سی نفسیاتی و جسمانی بیماریاں جنم لیتی ہیں، اس لیے اس سے بچنا اور اس طرح کی واہیات حرکات و اعمال سے دوری اختیار کرنا سماج کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

شیطانی چال

دراصل انسانوں کو عریاں اور بے پردہ کرنا شیطانی داؤ پیچ ہے، شیطان ہی فواحش کو مزین اور آراستہ کر کے، لوگوں کو بہلا پھسلا کر اس کی جانب آمادہ کرتا ہے اور پھر اسے بے حیائی کے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام کو عریاں اور بے پردہ کرنے اور انھیں جنت سے نکلوانے کے لیے

[1] جمالیاتِ نسواں طب و شرع کی روشنی میں ص: ۵۰-۵۱

شیطان ہی نے مکر و فریب اور حیلہ سازی سے کام لیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُۥرِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ ٱلْخَٰلِدِينَ﴾ ''پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکایا تاکہ ان کے لیے کھول دے ان کی شرم گاہیں، جو ان دونوں سے چھپائی گئی تھیں۔ اس نے کہا کہ تمھارے رب نے تم کو اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا تم دونوں ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' [الأعراف:۲۰]

شیطان نے اپنی دسیسہ کاریوں اور حیلہ سازیوں سے جب سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ کر دیا تو وہ دونوں غیر شعوری طور پر جنت کے پتے توڑ توڑ کر پردہ کرنے لگے۔ گویا عریانیت سے دوری اختیار کرنا اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ان کی فطرت و سرشت میں داخل تھی، جس کا فوری مظاہرہ ان کی طرف سے ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم کی فطرت میں بھی یہ داخل ہے کہ وہ اپنی آبرو کی حفاظت کریں اور اپنے مقاماتِ ستر کو ڈھانپے رکھیں یعنی عریانیت اور بے پردگی اختیار کرنا دراصل فطرت سے بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾

''پس اس نے دونوں کو دھوکے سے مائل کر لیا، پھر جب دونوں نے درخت کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان پر کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے آپ پر جنت کے پتوں سے چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ

شیطان تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔" [الأعراف:۲۲]

مذکورہ باتوں کے ضمن میں آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے نعمتِ لباس کا تذکرہ فرمایا ہے اور پھر شیطانی فِتن سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے کہ مَبادا شیطان تمھیں بھی تمھارے ماں باپ (آدم و حوا) کی طرح عریاں اور بے پردہ نہ کر دے اور یہ شیطان ہی ہے جو اولادِ آدم کو عریانی اور بے پردگی پر ابھارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ۗ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

"اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا، اس نے ان کے لباس اتروائے تاکہ دونوں کو ان کی شرم گاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں، جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھ سکتے، بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔" [الأعراف:۲۷]

آج ہمارے سماج و معاشرے میں عریانیت اور بے پردگی کے جو مظاہر نظر آرہے ہیں یہ سب شیطانی جعل سازیوں کے کارنامے ہیں اور اس کو فروغ دینے والے اہلِ مغرب، داعیانِ آزادیِ نسواں اور محرکینِ مساواتِ مرد و زن در حقیقت اللہ اور اس کے رسول کے دشمن اور شیطانوں کے دوست ہیں، لہٰذا ان کی بتائی ہوئی راہوں سے بچنا اور ان کے پُر فریب نعروں اور بلند بانگ دعووں سے دوری اختیار کرنا انسانیت کا لازمی فریضہ اور شریعت کا واجبی تقاضا ہے۔

اللہ ہمارے دین و ایمان کو سلامت رکھے اور شیطانی راہوں سے بچائے۔ آمین!

•···········••✦ ✿ ✿ ✦••···········•

فصلِ چہارم: اختلاطِ مرد وزن

اسلام میں مرد اور عورت کے درمیان فرائض و واجبات کی ادائیگی اور کسی بھی عمل پر اجر و ثواب کے حصول یا اعمالِ بد کی وجہ سے عذاب و عقاب دینے میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ دونوں صنفوں میں سے جو کوئی بھی نیک عمل انجام دے گا اسے اس کا مکمل بدلہ دیا جائے گا اور جنسی امتیاز و تفریق یعنی مذکر یا مؤنث ہونے کی بنا پر ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جائے گی۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾ ”اور جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ [النساء:۱۲۴]

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ”جو کوئی برائی کرے گا اُس کو اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔“ [غافر:۴۰]

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ)) ”بلاشبہ عورتیں مردوں ہی کی مانند ہیں۔“[1]

مطلب یہ کہ شرعی احکام کی اتباع و پیروی اور اپنی اصل خلقت و طبیعت میں عورتیں مردوں ہی

[1] سنن ابو داود:۲۳۶، سنن ترمذی:۱۱۳، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:۲۸۶۳

کی طرح ہیں۔

یہ ہے اسلام کا عادلانہ نظام اور مرد و زن کے درمیان مساوات کا عین فطری نظریہ کہ جزا و سزا سے متعلق جنسیت کی بنیاد پر مرد و عورت کے درمیان تفریق نہیں کی گئی ہے، بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے حساب سے مکمل جزا یا سزا دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ اسلام کی نگاہ میں بحیثیت انسان دونوں برابر ہیں، دونوں کے مقام اور مرتبے میں جنسیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی جائے گی اور دونوں کے لیے یکساں طور پر شرعی احکام و واجبات کی اتباع و پیروی لازم ہے۔

مرد و عورت کا دائرۂ عمل

البتہ قدرتی اور فطری طور پر مرد اور عورت کی جسمانی بناوٹ و ساخت، قوت و صلاحیت اور مزاج و طبیعت میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے، مثلاً فطری اعتبار سے مرد قوی، درشت اور سخت ہوتا ہے اور عورت نازک، کمزور، قدرے نرم مزاج اور زود انفعالی طبیعت کی ہوتی ہے۔ اسی فطری تفریق کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض امورِ دین میں ایک دوسرے کو ان کے احوال کے مطابق کچھ تخفیف دی گئی ہے۔ مثلاً عورتوں کو ان کے مخصوص ایام میں نماز نہ پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے کی چھوٹ دی گئی ہے، روزے کی تو وہ قضا کریں گی، مگر نماز ان کے لیے مستقلاً معاف ہے، مرد بیک وقت چار عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے، مگر عورت ایک وقت میں صرف ایک ہی مرد کی زوجیت میں رہ سکتی ہے، جہاد صرف مردوں پر فرض کیا گیا ہے، مسجد میں جمعہ اور باجماعت نمازوں کی ادائیگی صرف مردوں پر فرض ہے۔ طلبِ رزق، عورتوں کے نان و نفقہ، سکنیٰ اور بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کی ذمہ داری صرف مردوں کو دی گئی ہے، کیوں کہ وہ خارجی دنیا کی آزمائش اور پریشانیوں کا بخوبی مقابلہ کرسکتے ہیں اور ہر طرح کے پیش آمدہ مسائل سے نبرد آزما ہوسکتے ہیں اور عورتوں کو بیرونی تگ و دو سے بچا کر بچوں کی پرورش و پرداخت اور اندرونِ خانہ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور انھیں گھر کی ملکہ اور منتظم ہونے کا اعزاز عطا کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک سے ان کی ذمہ داری سے متعلق باز پرس ہوگی، مگر

موجودہ دور کی بہت سی آزاد خیال خواتین اور نام نہاد آزادیِ نسواں کے حامیوں کو یہ اعزازِ الٰہی طوقِ غلامی نظر آتی ہے، تحفظ کی یہ چہار دیواری اُنھیں قید خانہ نظر آتا ہے اور شرعی حدود و ضوابط کی پامالی کو ترقی اور روشن خیالی کا نام دے لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ ”مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اُن کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا ہے۔“
[النساء:۳۴]

قوّام کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورتوں کے محافظ اور نگراں ہیں، ان کے نان و نفقہ کے ذمہ دار ہیں، غلط روی کی صورت میں ان کی اسلامی تادیب و تربیت کے مکلف ہیں اور آوارہ مزاج بدقماش لوگوں سے انھیں بچانا ان کا واجبی فریضہ ہے۔ گویا مرد کی حیثیت حاکم اور سردار کی سی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بناوٹ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مضبوط بنایا ہے اور عورتوں میں نزاکت رکھی ہے، اسی لیے انھیں ان کی فطری اور تخلیقی کمزوریوں کے باوصف قیادت و سرداری کے فریضہ سے سُبک دوش رکھا گیا ہے اور اگر مرد و عورت کے درمیان فطری تفاوت کے باوجود دونوں کو یکساں میدانِ عمل دے دیا جاتا تو یہ دونوں پر ظلم ہوتا۔ ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی (بوران) کو بادشاہ بنالیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ، وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً)) ”وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنا حکمراں کسی عورت کو بنالیا ہو۔“[1]

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت وغیرہ کی حکمرانی عورت کو دینا عدمِ فلاح کا ضامن ہے، اس لیے انھیں حکمرانی نہیں دی جا سکتی ہے، مگر اس حدیث کو بنیاد بنا کر عورت کو اپنے

[1] صحیح بخاری: ۴۴۲۵، ۷۰۹۹

دائرے میں رہ کر تعلیم و تعلم میں مہارت حاصل کرنے، اپنے حلقے میں درس و تدریس، مسائل کی تشریح و تفہیم اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے نیز دینی معاملات میں اجتہادی کارنامہ انجام دینے سے روکنا مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اس حدیث کا تعلق حکومت و سرداری سے ہے نہ کہ عمومی طور پر ہر معاملے کی نگرانی اور سربراہی کرنا ان کے لیے منع ہے۔

اسی طرح دورِ نبوی اور خلفائے راشدین کے عہد میں مسلم خواتین جہاد میں بھی شریک ہوتی تھیں اور زخم خوردہ مجاہدین کی مدد کرتی تھیں، وقت پر ان کے لیے تیر کمان کا بندوبست کرتی تھیں، اس لیے موجودہ دور میں جہاں عورتوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا ضروری ہے، وہیں انھیں کسی حد تک دُنیوی تعلیم سے بھی روشناس کرانا وقت کی اہم ضرورت ہے، بالخصوص ہمارے ملک ہندوستان کے اندر میدانِ طب میں آج مسلم ڈاکٹروں کی ویسے بھی شدید قلت ہے، لیکن علمِ طب سے بہرہ ور مسلم عورتوں کی اور بھی قلت ہے، اسی وجہ سے مسلمان خواتین کو زچگی، پیچیدہ مسائل اور دیگر زنانہ امراض کے علاج و معالجہ کے لیے غیر مسلم یا مسلم مرد ڈاکٹروں سے رہنمائی لینی پڑتی ہے اور ان کے سامنے بے حجاب ہونا پڑتا ہے۔

ضرورت ہے کہ قوم کے اصحابِ حل و عقد اس سلسلے میں سنجیدگی سے غور و خوض کریں اور مسلم عورتوں کو طب اور صحت کے میدان میں مہارت پیدا کرنے کے لیے علاحدہ اسکولوں اور کالجوں کا انتظام کریں، جہاں شرعی دائرے میں رہ کر انھیں اِن علوم سے بہرہ ور کیا جائے، تاکہ مسلم خواتین بھی طب کے میدان میں آگے رہیں اور باپردہ خواتین کا علاج و معالجہ پردے کی آڑ میں رہ کر کریں، ورنہ ہماری مسلم خواتین غیر محرم اور غیر مسلم مردوں کے سامنے جاکر علاج کرانے پر مجبور ہوں گی، جہاں انھیں مجبوراً بے پردہ ہونا پڑے گا۔

مرد و زن کا بے باکانہ اختلاط

اسلام میں مرد و زن کے بے باکانہ اختلاط اور باہمی مخلوط طرزِ معاشرت کا کوئی تصور ہی نہیں

ہے، بلکہ دونوں جنسوں کو اپنے اپنے دائرے میں رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چناں چہ غیر محرموں کے ساتھ اختلاط اور خلوت نشینی اختیار کرنا، نامحرم مرد و عورت کا کسی بھی جگہ یکجا ہونا، بلا محرم بالغ بچوں اور بچیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا، مخالف جنس کے ساتھ ایک دوسرے کے ہم راہ تنہائی اور خلوت نشینی اختیار کرنا، مخلوط مجالس بپا کرنا، مخلوط مقامات پر ملازمت کرنا، مرد و عورت کا مخلوط اور یکجا ہو کر تعلیم حاصل کرنا، بلا روک ٹوک ایک دوسرے سے ملنا، ایک دوسرے سے لطیف پیرائے میں گفتگو کرنا اور ایک دوسرے کو کسی اوٹ اور پردہ کے بغیر بلا ضرورت دیکھنا شرعًا حرام اور فتنے کا باعث ہے۔ اس طرح کی مخالطت اور خلوت و ہم نشینی زنا اور فحاشی کے راستے کو ہموار کرتے ہیں، اس سے بے لگام شہوت کو شہ ملتی ہے اور فتنے سر اٹھاتے ہیں۔

فطری طور پر مرد و عورت کے درمیان آپس میں ایک دوسرے کے لیے صنفی کشش، خواہش اور میلان پایا جاتا ہے، مرد کے لیے عورت میں کشش ہوتی ہے اور عورت کے لیے مرد میں کشش پائی جاتی ہے، بالخصوص مرد کے اندر عورت کی محبت اور اس کی طرف مائل ہونے کا جذبہ فطری طور پر کچھ زیادہ ہی رکھا گیا ہے۔ اور یہ معلوم بات ہے کہ خلوت میں ایک دوسرے کو دیکھنے سے جنسی تحریک و خواہش پیدا ہوتی ہے۔ مزید پُرکشش و دل ربا لباس، بے ہنگم بات چیت اور اغوائے شیطانی بیک وقت حملہ آور ہوتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کی طرف پائے جانے والے جھکاؤ، پسندیدگی اور میلان حرام کاری کا روپ دھار لیتے ہیں، خواہ کتنا ہی بچاؤ کی تدبیر اور حفاظتی حصار قائم کر لی جائے، شیطانی چالوں سے بچنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ اسی لیے مرد و زن کی آپسی مخالطت اور خلوت نشینی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)) ”کوئی مرد کسی (نا محرم) عورت کے ساتھ تنہائی نہ اختیار کرے اور کوئی عورت سفر نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔“

اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا نام فلاں غزوے میں لکھا جا چکا ہے اور میری بیوی حج کے لیے نکل رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔[1]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا؛ فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ)) ”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، جس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو، کیوں کہ ان میں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“[2]

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ)) ”غیر محرم عورتوں کے پاس جانے سے بچو!“ اس پر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شوہر کے قریبی رشتہ دار یعنی دیور و جیٹھ وغیرہ کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ((الْحَمْوُ الْمَوْتُ)) ”شوہر کا قریبی رشتہ دار تو موت ہے۔“[3]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ)) ”خبردار! کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت نشینی اختیار کرتا ہے تو ان میں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“[4]

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ))

---

[1] صحیح بخاری: ۳۰۰۶، صحیح مسلم: ۱۳۴۱

[2] مسند احمد: ۱۴۶۵۱، مسند احمد کے محققین کہتے ہیں: حسن لغیرہ، وبعضہ صحیح، وھٰذا اسناد ضعیف لسوء حفظ ابن لھیعۃ، وابو الزبیر لم یصرح بالتحدیث۔ ۱۹/۲۳

[3] صحیح بخاری: ۵۲۳۲، صحیح مسلم: ۲۱۷۲

[4] سنن ترمذی: ۲۱۶۵، صحیح

”تم لوگ ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر گھروں پر نہ ہوں، کیوں کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر ایسے ہی دوڑتا ہے جیسے خون جسم میں دوڑتا ہے۔“[1]

مذکورہ بالا فرامین اپنے مفہوم میں قطعی واضح ہیں، چناں چہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرے، تنہائی میں اس سے ملے یا اس کے ساتھ سفر کرے، اگر ایسی صورت اختیار کی جاتی ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے، جو انھیں ہر ممکن طریقے سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ مذکورہ احادیثِ نبویہ مخلوط معاشرت کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔

آج ان احکاماتِ عالیہ کو بالائے طاق رکھ کر جن گھرانوں میں غیر محرموں سے دوری اور قطعِ تعلق اختیار کرنے کے بجائے مرد و زن کے باہمی اختلاط اور بے پردگی کا عام رواج ہے، وہاں فواحش کے بھیانک مظاہر سامنے آتے ہیں اور ازدواجی تعلقات میں خیانت تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اسی غفلت اور لاپروائی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ: ”ایک عورت اپنے ہی دیور یا جیٹھ یا دیگر قریبی رشتہ دار کے عشق میں مبتلا ہوتی ہے، یا ایک مرد اپنی ہی کسی قریبی عزیزہ کے دامِ محبت کا اسیر بنا ہوتا ہے، بلکہ اب تو اس سے بڑھ کر بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کے چکر نے غیر رشتہ داروں کے لیے بھی جنسی ہوس پرستی کے راستے چوپٹ کھول دیے ہیں، ایک عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ اور خاوند اپنی بیوی کو چھوڑ کر اپنے کسی گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے۔ یہ دوسری بیماری ابھی صرف مغرب زدہ طبقے تک محدود ہے، لیکن پہلی کمزوری ہمارے گھروں میں عام ہے۔“[2]

آج ہمارے معاشرے میں دیور، جیٹھ، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد اور پھوپھی زاد بھائیوں نیز خالو، پھوپھا اور بہنوئی وغیرہ سے پردہ بالکل نہیں کیا جاتا ہے، بہت کم گھرانے ہیں جہاں اِن سے پردے کا اہتمام پایا جاتا ہے، بلکہ اِس طرح سے پردے کا اہتمام کرنے کرانے والوں کو وحشت

[1] جامع ترمذی: ۱۱۷۲، مسند احمد: ۱۴۳۲۴، شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ [2] دلیل الطالبین ترجمہ و فوائد ریاض الصالحین ۱/ ۷۵۸

بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

ہمارے ہندوستانی معاشرے میں چوں کہ مخلوط اور جوائنٹ فیملی کا سسٹم ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ غریبی اور معاشی بحران کی وجہ سے علاحدہ علاحدہ گھروں کا انتظام بھی انتہائی مشکل امر ہے، جس کی وجہ سے مکمل طور پر شرعی پردے کے اہتمام میں کافی دقت اور پریشانی کا سامنا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں اِمکان کی حد تک پردے کا اہتمام کرنا ضروری ہے، جہاں تک ممکن ہو اِن غیر محرموں سے پردہ کیا جائے۔ اور مذکورہ بالا قریبی غیر محرموں کے ساتھ اختلاط، سفر اور تنہائی وغیرہ اختیار کرنے سے قطعی طور پر پرہیز کیا جائے اور اس پر عمل کرنا بھی آسان اور ممکن ہے، اسی میں ہماری بھلائی اور عزت و آبرو کی حفاظت ہے۔ جن کے یہاں اس طرح کے معاملات میں بے جا قسم کی آزادی پائی جاتی ہے اس کے نتائج بھی بڑے بھیانک روپ میں سامنے آتے ہیں، جس کا مشاہدہ ہم آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ عصمت دری کے جتنے واقعات پیش آتے ہیں اُن میں کا بیش تر واقعہ قریبیوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور اپنے قریبی ہی لوگ مجرم ہوتے ہیں۔ جب کہ شرعًا یہ بہت بڑا جرم ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو اس کا ہم سر ٹھہراؤ، حالاں کہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا: واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمھارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا:

((أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ)) ”یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔“[1]

حجاب و اختلاط کے سلسلے میں سستی اختیار کرنے سے متعلق کویتی مجلہ النور کے حوالے سے مولانا عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ کا بیان کردہ ایک عبرت ناک واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور قریبی رشتہ داروں کے

[1] صحیح بخاری: ۷۷۴۴، صحیح مسلم: ۸۶

ساتھ اختلاط اور خلوت نشینی کی سنگینی کا اندازہ لگائیں!

ایک عبرت ناک واقعہ

وہ ایک عام سا آدمی تھا اور خاصی مدت سے ایک عرب ملک میں مقیم تھا۔ اس کے بیوی بچے اس کے پاس تھے۔ محدود آمدنی کے باوجود وہ اپنی زندگی سے خاصا مطمئن تھا۔ اس کا گھر، اس کی محبت کرنے والی بیوی اور بچے تھے۔ مستقبل کی ذمہ داریوں کے احساس نے اسے مجبور کیا کہ وہ ٹیکسی چلایا کرے تاکہ آمدنی میں اضافہ ہو اور پھر وہ ٹیکسی ڈرائیور بن گیا۔

ایک دن وہ معمول کے مطابق ٹیکسی لے کر نکلا، سواری کے انتظار میں تھا۔ مغرب کا وقت ہوا جاتا تھا کہ برقع میں ملبوس ایک عورت نے ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ اس نے ٹیکسی روک لی۔ عورت نے کہا کہ فوری طور پر ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لے چلو، میں زچگی کی حالت میں ہوں۔ اس نے ٹیکسی دوڑائی اور فوری طور پر ہسپتال پہنچ گئے۔ عورت نے کہا کہ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ نرسیں اس کو لیبر وارڈ میں لے گئیں۔ ادھر ہسپتال کے ایک ملازم نے ڈرائیور سے پوچھا کہ اس کا ایڈریس اور فون نمبر کیا ہے۔ اس نے اس کو معمول کا معاملہ سمجھا، کیوں کہ وہ مریضہ کو لے کر آیا تھا، چناں چہ وہ اپنا فون نمبر دے کر چلا آیا۔

رات کے وقت اسے فون آیا کہ تمھارے یہاں بیٹا ہوا ہے، لہٰذا فوری طور پر ہسپتال آجاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میری ایک ہی بیوی ہے جو گھر میں ہے۔ ہسپتال کے ملازم نے کہا کہ کوئی بات نہیں، تم ایک مرتبہ آؤ تو سہی، تمھارا آنا نہایت ضروری ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ڈرائیور ہسپتال پہنچ گیا اور جا کر میڈیکل سٹاف سے جھگڑا شروع کر دیا کہ تم لوگوں نے مجھ پر نہایت ہی گھٹیا الزام لگایا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری بیوی کو پتا نہیں چلا، ورنہ گھر میں قیامت برپا ہو جاتی کہ میں نے ایک اور شادی کر رکھی ہے۔ میرے بیوی بچے کیا سوچیں گے۔ ملازمین نے کہا کہ ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں، جس عورت کو تم ٹیکسی میں لے کر آئے تھے، اس سے

جب پوچھا گیا کہ تمھارا خاوند کون ہے؟ تو اس نے تمھارا نام لیا۔ بچے کی پیدائش کے بعد اس عورت نے یہی کہا کہ اس بچے کا باپ ٹیکسی ڈرائیور ہے اور وہی مجھے ہسپتال چھوڑ گیا ہے۔

نوجوان نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، یہ بالکل بہتان ہے۔ یہ تو گھر بیٹھے مصیبت میرے گلے آ پڑی ہے۔ کسی نے بالکل درست کہا ہے کہ مصیبتیں اس حال میں تمھارے پاس آئیں گی کہ تم اطمینان سے سو رہے ہوگے۔ بہرحال اس کی ہسپتال کے عملے کے ساتھ بحث جاری تھی کہ اچانک اس کو خیال آیا کہ اگر تمھیں میری سچائی پر یقین نہیں تو ایسا کرو کہ نومولود اور میرے خون کا (D.N.A.) ٹیسٹ لے لو۔ تمھیں پتا چل جائے گا کہ بچہ میرا ہے یا کسی اور کا ہے۔

ڈاکٹروں کے لیے اس معاملے کی تصدیق ضروری تھی، لہٰذا انھوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور اس کے خون کا نمونہ لے لیا ہے۔ اب وہ ٹیکسی ڈرائیور مسلسل دعائیں کرتا رہا کہ الٰہی! اس آزمائش کی گھڑی میں میری مدد فرمانا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر نتیجہ لے کر آیا اور کہنے لگا: "نوجوان! ہم معذرت خواہ ہیں، خواہ مخواہ تمھارا وقت ضائع کیا ہے۔ آپ کے خون کی تشخیص سے یہ بات سامنے آگئی ہے کہ واقعی یہ آپ کا بچہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ باپ بننے کے قابل ہی نہیں، کیوں کہ آپ مکمل طور پر بانجھ ہیں۔"

اب حیران اور پریشان ہونے کی باری اس نوجوان کی تھی۔ یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ وہ بولا: "تمھاری یہ بات تو پہلی بات سے بھی زیادہ سخت ہے۔ میں کئی سالوں سے شادی شدہ ہوں اور میرے چھ بچے ہیں، اور تم مجھے بانجھ ہونے کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہو۔ یقیناً تمھاری لیبارٹری رپورٹ بے کار ہے۔" ڈاکٹر نے اس کی رپورٹ کو عمیق نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ نوجوان! ہماری رپورٹ درست ہے، مگر کوئی بات نہیں، ہم دوبارہ ٹیسٹ لے لیتے ہیں۔ ٹیسٹ دوبارہ ہوا اور ڈاکٹروں نے حتمی فیصلہ دیا کہ جس شخص کا یہ خون ہے کبھی باپ نہیں بن سکتا۔

مگر میرے چھ عدد بچے اور ڈاکٹروں کا یہ دعویٰ کہ میں باپ بن ہی نہیں سکتا! وہ سوچ کر پاگل

ہو رہا تھا۔ پھر وہ حقائق کی دنیا میں آیا، غور و فکر کیا، جانچ پڑتال شروع کی، گھر کے ماحول پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کی بیوی یقیناً خائن ہے، مگر یہ ڈاکہ ڈالنے والا کون ہے؟ اب ایک اور تلخ حقیقت اس کے سامنے کھڑی تھی، اس کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کا حقیقی بھائی، اس سے عمر میں چھوٹا، جس کو وہ اولاد کے برابر جگہ دیتا تھا، اس کے گھر میں شروع سے مقیم تھا۔ اس نے موقع سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنی بھابھی کے ساتھ........ہاں اس کی بیوی کے ساتھ.......کئی سالوں سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ اور پھر شدید دباؤ کے بعد اس کی بیوی اور بھائی نے ان ناجائز تعلقات کا اعتراف کر لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ﴾ ”ظلم کرنے والوں کے کرتوتوں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھو۔ وہ تو انھیں اس دن تک مہلت دیے ہوئے ہے، جس دن آنکھیں پھٹی پھٹی رہ جائیں گی۔“

[ابراہیم:۴۲]

اس جرم کے حقیقی مجرم تو وہ دونوں تھے، مگر یہ شوہر بھی اس میں برابر کا حصہ دار تھا، جس نے نبی کریم ﷺ کے فرمان ذی شان پر کوئی توجہ نہ دی تھی۔ [1]

غیر محرم کو چھونا

مرد و زن کے باہمی اختلاط اور بے باکانہ خلوت نشینی کا نتیجہ ہے کہ بغیر کسی حد اور امتیاز کے دو مختلف الجنس لوگ گلے ملتے ملاتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ بھی کرتے ہیں، ان کے یہاں نا محرموں کے چھونے، بلکہ آپسی بوس و کنار میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی ہے، جب کہ ہماری شریعت نے اس طرح کے اختلاط کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے کسی بھی غیر محرم کے اعضائے بدن میں سے کسی بھی عضو کو بلا ضرورت چھونا خواہ لذت اندوزی کی خاطر ہو یا کسی طرح کے لطف و لذت

[1] واقعہ کے لیے دیکھیے: کویت سے نکلنے والا مجلہ ”النور“ عدد:۱۵۹، ماخوذ از: سنہری کرنیں ص:۲۶۲ تا ۲۶۶

کے بغیر ہو حرام ہے۔ بعض لوگ یہ دلیل دیتے نظر آتے ہیں کہ مصافحہ کرنے سے ہماری پاکیزگی میں کوئی کمی نہیں آتی ہے اور نہ ہماری عفت و عصمت داغ دار ہوتی ہے اور ہمارا ذہن و دماغ اور دل بالکل پاک ہوتا ہے اور کوئی ہوس نہیں ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ کیا وہ ہمارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے زیادہ پاک باز ہیں؟ کیا ان کے دل نبی محترم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے زیادہ پاکیزہ ہیں؟ کیا ان کے ذہن و دماغ آپ سے زیادہ پاکیزہ، صحیح اور سلیم الفطرت ہیں؟ آپ نے تو کبھی کسی غیر محرم عورت سے نہ مصافحہ کیا اور نہ ان کے کسی عضو کو مَس کیا۔ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا:

((إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ)) ”بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔“[1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب مومن عورتیں آیتِ بیعت کی شرائط کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان سے زبانی طور پر فرماتے کہ میں نے تمھاری بیعت قبول کر لی۔ آپ فرماتی ہیں:

((وَلَا وَاللّٰهِ، مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ: قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذَلِكِ)) ”اور ہر گز نہیں، اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کسی (غیر محرم) عورت کا ہاتھ کبھی نہیں چھوا۔ بیعت لیتے وقت آپ ان سے صرف یہ کہتے کہ میں نے اس پر تمھاری بیعت قبول کر لی۔“[2]

امت کی غیر محرم عورتوں کے ساتھ ہمارے نبی مکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا یہ تعامل تھا، جب کہ آپ کا دل، دماغ اور نگاہ سب پاک و طاہر تھا، کوئی برا خیال آپ کو چھو بھی نہیں سکتا تھا اور مزید یہ کہ آپ امت کے روحانی باپ بھی ہیں۔ اس کے بالمقابل آج کل کے نام نہاد پیروں، ولیوں، مرشدوں اور تعویذ گنڈوں کے بیوپاریوں کا جائزہ لیں کہ وہ اپنے آستانوں اور اڈوں پر کس قدر بے حیائی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، نامحرموں کے اعضائے بدن کو چھونا، نامناسب جگہوں پر ہاتھ پھیرنا، سادہ لوح عوام اور خواتین

[1] سنن نسائی: ۴۱۸۱، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۵۲۹
[2] صحیح بخاری: ۴۸۹۱، صحیح مسلم: ۱۸۶۶

کو بے وقوف بنا کر ان سے نازیبا جنسی و جسمانی خدمات لینا، دوشیزاؤں کے ساتھ خلوت نشینی اختیار کرنا وغیرہ۔ یہ شیطان صفت انسانی بھیڑیے اسلام کے نام پر کلنک ہیں، ان کا کام فقط شیطان کی پیروی، شریعت کی مخالفت اور خواتین کے دامنِ عصمت کو تار تار کرنا ہے۔

غرض کہ غیر محرم عورتوں کو چھونا یا ان سے مصافحہ کرنا حرام ہے، بلکہ غیر محرم عورتوں کو چھونا سخت وعید کا موجب اور فتنے کا باعث ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اپنے غلط استدلال، دور از کار تاویلات اور خود ساختہ اجتہاد کے ذریعہ عورتوں سے مصافحہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور عملاً وہ کسی کراہت کے بغیر غیر محرم عورتوں کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ مداہنت کا رویہ اپنا کر جواز کا فتویٰ دینے والوں کو مذکورہ بالا نبوی طرزِ عمل کے علاوہ درج ذیل حدیثِ نبوی کو بھی اپنے سامنے رکھ کر اپنے لچک رویے اور روشن خیالی کی سنگینی کا اندازہ لگانا چاہیے اور اپنے غلط طرزِ فکر پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔ مَعقِل بن یَسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رأسِ رَجُلٍ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيرٌ مِن أن يَمَسَّ امرأةً لا تَحِلُّ لَهُ)) ”کسی آدمی کے سر میں لوہے کی سوئی پیوست کیا جانا بہتر ہے اُس سے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے یعنی اس کے لیے غیر محرم ہے۔“[1]

راستے میں اختلاط سے بچنے کی تاکید

اسلام نے عورت کو زمانۂ جاہلیت کی ذلت سے نکال کر عزت و وقار کے بلند مقام پر فائز کیا، انھیں ہر طرح سے تحفظ دیا ہے اور انھیں ہر اس مقام سے دوری اختیار کرنے اور بچنے کی تعلیم دی ہے، جہاں ان کی نسوانیت کو ذرہ برابر بھی خطرہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ راستہ چلتے ہوئے مرد و زن کے اختلاط کا کافی امکان رہتا ہے، اس لیے عورتوں کو لوگوں کے درمیان چلنے سے روکا گیا ہے تاکہ کوئی بد طینت شخص انھیں ایذا نہ پہنچا سکے۔

[1] أخرجه الطبراني، سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۲۲۶

ابو اُسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکل رہے تھے اور راستے میں لوگ عورتوں کے ساتھ مختلط ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا:

((اسْتَأْخِرْنَ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ))

”پیچھے ہٹ جاؤ، کیوں کہ تمھارے لیے بیچ راستے میں چلنا ٹھیک نہیں ہے، تمھیں چاہیے کہ تم راستے کے کنارے ہو کر چلو۔“ پھر ایسا ہو گیا کہ عورتیں دیوار سے چپک کر چلنے لگیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیوار سے لپٹ رہے ہوتے تھے۔[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ لِلنِّسَاءِ وَسَطُ الطَّرِيقِ)) ”عورتوں کے لیے راستے کا درمیانی حصہ نہیں ہے۔“[2]

مطلب یہ کہ عورتوں کو راستہ چلتے ہوئے بھی اختلاط اور آپسی میل جول والے راستوں سے بچنا چاہیے اور جہاں مردوں کے ساتھ باہم مختلط ہونے کا اندیشہ ہو تو بلا ضرورت اس طرح کی اختلاط والی جگہوں میں چلنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں مردوں پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خود اختلاط سے بچیں، عورتوں کو اختلاط والی جگہوں سے بچائیں اور گھر کی مستورات کو محرم مرد کے بغیر کہیں روانہ نہ کریں۔

مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ

اجنبی مرد و عورت کا باہمی اختلاط اور آپسی صحبت و ہم نشینی فاحشہ کبریٰ یعنی زنا میں واقع ہونے کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے اجنبی مرد و عورت کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ میل جول، اختلاط، بود و باش اور خلوت نشینی اختیار کرنے سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن ابو داود: ۵۲۷۲، حسن

[2] صحیح ابن حبان، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۸۵۶

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ)) ”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا کوئی اور فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔“[1]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ؟ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ))

”یقیناً دنیا بہت میٹھی اور ہری بھری ہے اور بلا شبہ اللہ تمھیں اس میں جانشین بنانے والا ہے، پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ لہٰذا تم دنیا سے بچنا اور عورتوں سے بچ کر رہنا، اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔“[2]

عورتیں فطری طور پر بذاتِ خود حسن و جمال کا مرقع ہیں اور قدرتی طور پر ان کے اندر کشش و جاذبیت پائی جاتی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ ہر طرح سے مزین حالت میں بے پردہ ہوکر گھر کے باہر قدم رکھنے پر ان کا مقصود زینت کا اظہار ہو اور پھر شیطان انھیں مزین بنا کر مرد و عورت دونوں فریق کو بہکانے پر آمادہ ہو جائے تو ظاہر سی بات ہے کہ اس طرح کی مخالطت اور آپسی میل ملاپ سے فتنہ ہی برپا ہوگا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عورتوں نے جہاں بھی بے پردگی کا مظاہرہ کیا اور مردوں کے ساتھ علانیہ اختلاط و ہم نشینی کو روا رکھا وہاں کا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے پستی میں جاگرا اور دنیا کی بہت سی حکومتوں کے زوال کا بنیادی سبب بھی عورتوں کی بے راہ روی بنی ہے۔

آج مسلمانوں کی تہذیب و شناخت کو سبوتاژ کرنے کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں نے اسی ہتھیار کو استعمال کر کے مسلم نوجوانوں اور دنیا کی بہت سی مسلم حکومتوں کو پستی و گمراہی اور ذلت و غلامی کے دہانے پر لاکھڑا کر دیا ہے اور یہ مغربی قومیں برہنگی اور عریانیت کو فیشن کا نام دے کر اور مرد و زن کے بے باکانہ اختلاط کو ہوا دے کر خود بھی اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہیں اور اس کے نتیجے میں وہاں کا معاشرتی نظام بھی انتہائی پستی سے دوچار ہے۔

[1] صحیح بخاری:۵۰۹۶، صحیح مسلم:۲۷۴۰ [2] صحیح مسلم:۲۷۴۲

چناں چہ جنسی بے راہ روی، مرد وزن کے آزادانہ اختلاط اور شادی و نکاح کے بغیر زندگی گزارنے کے عام رجحان کے سبب یورپی معاشرہ کے پیدا ہونے والے ایک تہائی بچے ناجائز ہوتے ہیں۔ لندن کے ایک ذمہ دار ادارہ کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۹ء تک صرف انگلینڈ اور ویلز میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار بچوں کی ناجائز ولادت ہوئی، اس کے علاوہ دوسرے یورپی ممالک میں ناجائز بچوں کی ولادت کا تناسب رپورٹ کے مطابق اس طرح ہے:

سوید 75٪، ڈنمارک 46٪، فرانس 28٪، امریکہ 27٪، فلینڈ 20٪، آسٹریلیا 19٪، کناڈا 19٪، شمالی آئرلینڈ 18٪، جرمنی 10٪، اٹلی 8٪، یونان 5٪۔ دوسری طرف برطانوی حکومت نے قانونی اور غیر قانونی ولادت کی تفریق کو ختم کر کے ناجائز طور پر پیدا ہوئے بچوں کی بہت ساری مشکلات ختم کر دی ہیں، اس سے ناجائز بچہ پیدا کرنے والوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ نیز مجلہ الوطن کی رپورٹ کے مطابق تین سال کے اندر پندرہ ملین (ڈیڑھ کروڑ) نوجوان بچیاں اپنے باپ کے ہوس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں، گویا اہلِ یورپ تہذیب کے نام پر بدکاری میں قومِ لوط سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں، جو اپنے بچوں کے ساتھ فحش کاری بہر حال نہیں کرتے تھے۔[1]

منعِ حمل کی تدبیروں اور آلاتِ منعِ حمل کے عام ہو جانے کے باوجود اس طرح کے واقعات کا رونما ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مغربی تہذیب فحاشی کے ان مظاہر کو قطعًا معیوب نہیں سمجھتی۔ اور یہ سب کچھ عیار و لذت اندوز محرکین آزادیِ نسواں کی سعیِ پیہم اور مردوں و عورتوں کے آزادانہ اختلاط کا "حسین" ثمرہ و نتیجہ ہے۔

شوخ و چنچل اداؤں، خود سرو بے باک حُسن، نیم عریاں جھلکتے بدن یا جسمانی ساخت کو ظاہر کرنے والے تنگ لباس اور نمائشِ حسن کی خاطر آلاتِ تجمل سے آراستہ چہرے کے ساتھ جب کوئی حیا باختہ عورت زلفوں کو مختلف طرح سے زینت بخش کر مردوں کے شانہ بشانہ چلے گی، خلوتوں میں اپنی

[1] دیکھیے: الدعوۃ ریاض ش:۱۲۹۸-۱۲۹۹ بحوالہ: ماہنامہ نور توحید نیپال ج:۵ ش:۶ / اکتوبر ۱۹۹۱ء

ادائے دل ربائی سے اجنبی مردوں پر حکومت کرنا چاہے گی، اعضائے بدن کو مختلف زاویوں سے جنبش دے کر حریص و للچائی نظر سے تاکتے خوں خوار بھیڑیوں کو اپنی طرف مائل کرے گی، بہ زبان حال فرحت و مسروریت کی دعوت دے گی اور لذت کوشی پر ابھارے گی تو پھر آگے چل کر بہ رضا و رغبت یا بہ جبر و کراہ ہوس و جذبۂ شہوانیت کی تکمیل اور شیطنت و حیوانیت کا ننگا کھیل کھیلنے جیسے بھیانک اور انتہائی فحش حادثات رونما نہیں ہوں گے تو پھر اور کیا ہوگا؟ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس طرح کی بے حیائی و فحاشی کی وجہ سے معاشرے میں عصمت دری کا اضافہ ہی ہوا ہے!!

عورت ایک نازک پھول اور آبگینے کی مانند ہے، اسی وجہ سے اسے صنفِ نازک کہا جاتا ہے، مگر آج مجسم فتنہ بن کر دہلیز سے باہر قدم رکھنے کی وجہ سے خود ہی اپنے مسلے جانے اور خراش لگائے جانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے۔ آج اسے شو پیس کے طور پر پیش کیا جارہا ہے، باہمی نزاع کے سلجھاؤ کے لیے اعلیٰ عہدے داروں کی خلوت گاہوں میں بھیجا جارہا ہے، رقاصہ و گلوکارہ اور فن کارہ کی شکل میں پردہ سیمیں اور اسٹیج پر لایا جارہا ہے، مزید عہدہ و منصب کا لالچ دے کر یا معمولی قسم کی نوکریاں دے کر ان کے ساتھ باندی و لونڈی کا سا سلوک کیا جارہا ہے۔ اللہ انھیں اپنی حقیقت و حیثیت کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین!

مخلوط معاشرت کی صورتِ حال

مساواتِ مرد و زن، حریتِ فکر و نظر، آزادیِ رائے اور حقوقِ نسواں وغیرہ جیسے پُر فریب نعرے لگاکر حامیانِ فسق و فجور نے فواحش و منکرات کو ایسا رواج دیا ہے کہ شمعِ خانہ ان جالوں میں پھنس کر زینتِ محفل بنی ہوئی ہے، ہوس پرستوں کی ہوس ناک نگاہیں اور خوں خوار بھیڑیوں کے آہنی پنجے اس کی عفت و عصمت میں نقب لگانے پر تلے ہوئے ہیں۔ زینتِ خانہ کو بے آبرو کرکے خواہش کے یہ بندے اپنی حیوانی خواہشات اور لذات کی دنیا میں مست و مگن ہیں۔ وہی عورت جس کی ذمہ داری نوعِ انسانی کی بقا، گھریلو امور کی دیکھ ریکھ، اندرونِ خانہ کو جنت نشاں بنانا اور نئی نسل کی تربیت تھی، آج

بھیڑیوں اور درندوں کی بے لگام آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے۔ حامیانِ آزادیِ نسواں کی چیخ و پکار پر لبیک کہہ کر ماڈرن عورت نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہے، گھر سے بے گھر ہو کر اپنے ناتواں کندھے پر کسبِ معاش کا بوجھ لادے حیران و ششدر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت نے سکون و اطمینان کی زندگی ترک کر کے مردوں کے دوش بدوش ہنگامۂ تگ و دو میں چھلانگ لگا کر سوائے داشتہ بننے اور آزاد و بے لگام مردوں کا ہوسِ بے جا پوری کرنے کے کچھ بھی حاصل نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ آئے دن اخبارات، ٹی وی چینلوں اور سوشل میڈیا میں اس طرح کی خبریں آتی رہتی ہیں کہ ترقی، عہدہ اور ملازمت کے خواب میں مدتوں عورت کو اپنے ہی احباب، اکابر اور اعلیٰ عہدے داروں کی جنسی پیاس بجھانے کے لیے چاہِ شیریں رہنا پڑا، آفس میں تنہا اور لاچار پاکر عصمت دری کی گئی، اپنے سے بڑے منصب داروں کے خواہشات کی عدمِ تکمیل کی صورت میں بہت سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، کسی نے کسی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر مدتِ دراز تک جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنے قابو میں رکھا، جھوٹی محبت کے دعوے دار عاشق نے خوب فائدہ اٹھایا اور پھر راہِ فرار اختیار کر لی وغیرہ۔

اسی طرح جنسی استحصال سے متعلق آزاد خیال سوسائٹی کی بڑی نامی گرامی خواتین کے بیانات بھی آتے رہتے ہیں کہ آزادی اور اختلاط کی راہ میں کیا کچھ ان پر بیت چکی ہے اور کس قدر ان لوگوں نے اپنا قیمتی وقت اور اپنا قیمتی سرمایہ برباد کیا ہے۔

غرض کہ اپنی حد سے نکل کر بے لگام آزادی اور مخالطت کے ہنگامے میں صنفِ نازک نے مینیجر کی کرسی تو حاصل کر لی، مگر اپنے حقیقی تفوق کو نہ پاسکی، آزاد خیال ملحدین کے دلوں میں اپنی جگہ تو بنا لیا، مگر سرمایۂ تقدس کو کھو بیٹھی، آفسوں، سڑکوں، پارکوں، گلی کوچوں اور بڑے بڑے مجالسِ فِتن کو آباد تو کر دیا، لیکن اپنے دل کی دنیا آباد کرنے اور اپنے گھر کو جنت نظیر بنانے سے قاصر رہی، مخلوط مجالس اور مخلوط درس گاہوں کی رونق تو بنی، مگر ملکۂ خانہ کا درجہ نہ پاسکی، کانفرنسوں میں حقوق طلبی کی آواز تو بلند

کیا، مگر اپنے حقیقی سرمایۂ حیات عفت و ناموس اور شرم و حیا کو اپنانے سے قاصر رہی، ظاہری ٹیپ ٹاپ اور حسنِ بے جا کا بے باکانہ اظہار تو کیا، مگر اپنی فطری و پیدائشی حسن و نزاکت سے محروم رہی۔

حامیانِ آزادیِ نسواں نے فحاشیت کا ڈنکا بجایا اور پھر دھوکا و فریب دے کر صنفِ نازک کو لچر گفتگو کا سلیقہ اور بے باکانہ اختلاط کا ماحول دیا۔ اور آج اسی بے لگام آزادی کا نتیجہ ہے کہ آلاتِ منع حمل کے وسیع پیمانے پر پھیلاؤ کے باوجود روزانہ ہزاروں کی تعداد میں بِن بیاہی کم سِن لذت آشنا دوشیزائیں ابارشن (Abortion) کرواتی پھر رہی ہیں یا لاتعداد لاوارث بچوں کو جنم دے رہی ہیں، اِنہی مخلوط مجالس و معاشرت کا نتیجہ ہے کہ آئے دن جبری بدکاری کے حادثات پیش آتے رہتے ہیں، حقوق طلبی کے نام پر مغربی عورت نے عفت کی چادر کو اتار کر مخلوط مجالس میں قدم رکھا، مگر اپنا سب کچھ گنوانے کے بعد تلافیِ حقوق کے سوا اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں لگا۔ اور اس کے حصے میں زیادہ تر پرائیوٹ سکریٹری، ایئر ہوسٹس، کال گرل، سیلز گرل، اسٹینو ٹائپسٹ وغیرہ "اعلیٰ مناصب" آئے اور دیگر اسامیوں میں ان کی شرکت انتہائی معمولی رہی۔

بے باکانہ اختلاط، فحاشی اور بے حیائی پر مبنی، ہر ۱۴/فروری کو منائے جانے والے تہوار "ویلنٹائن ڈے" کا اثر بھی ابھی تک صرف مغربی ممالک تک محدود تھا اور صرف وہیں کے مرد و عورت اس مخصوص دن میں فحاشی کا عام ارتکاب کرتے تھے، مگر اب یہ ہمارے مشرقی معاشرے میں بھی کافی زور و شور سے منایا جا رہا ہے۔ روشن خیالی اور جدیدیت کے نام پر مسلم ممالک اور مسلم سوسائٹی میں بھی یہ بے حیائی بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بھی مخلوط مجالس اور بے شرمی و بے حیائی کو کافی بڑھاوا مل رہا ہے۔

علاوہ بریں اس وقت دنیا بھر کی لبرل خواتین ہر ۸/مارچ کو "یوم حقوقِ نسواں" کے نام سے معنون کرتی ہیں اور اس عالمی یومِ خواتین کے موقعے پر بہت سارے مغربی ممالک میں عورتیں اپنے بے جا حقوق اور جنسی آزادی کا مطالبہ کرتی ہیں اور اُنھی کی تقلید میں بہت سی لبرل مغرب پرست، نام

نہاد دین بے زار مسلم عورتیں بھی بے لگام آزادی کا مطالبہ کرتی ہیں اور سرِ عام فحاشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے "میرا جسم، میری مرضی"، "عورت بچہ پیدا کرنے کی مشین نہیں"، "اپنا کھانا خود گرم کرلو" وغیرہ جیسے بے ہودہ نعرے بازی کرتی ہیں، بلکہ بعض مسلم ممالک کے اندر بھی بڑی شدت کے ساتھ اس طرح کے مطالبات کیے جارہے ہیں۔

اس نعرے کے پیچھے کی حقیقت یہ ہے کہ اہلِ مغرب اپنے اس کھوکھلے نعرے کے ذریعے اپنی جنسی کج روی کی بے لگام تکمیل چاہتے ہیں، اسلام کی پاکیزہ تعلیمات، امہات المؤمنین کی روشن شبیہ اور اسلامی اقدار و روایات کو پسِ پشت ڈال کر مسلمانوں کو بھی اپنے دین سے آزاد کرنا چاہتے ہیں اور اسلام نے عورت کو جو تحفظ دیا ہے، اسے توڑ کر انھیں مادر پدر آزاد کرنا چاہتے ہیں، اُن کے تقدس اور احترام کی چادر کو نوچ کر انھیں محفلوں کی زینت بنانا چاہتے ہیں تاکہ مذہبی بندشوں کو توڑ کر وہ اپنی مرضی سے اپنے جسم کا سودا کریں، جہاں اور جس کے سامنے چاہیں اپنے آپ کو پیش کریں، مخلوط مجالس کو آباد کریں، مرد کی قوامیت کو ٹھکرا کر اس سے جس طرح چاہیں پیش آئیں۔

در حقیقت آزادیِ نسواں اور حقوقِ نسواں کا نعرہ محض دل فریب لفظی مینا کاری ہے، ورنہ یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں ہے کہ اس تحریک نے صرف اور صرف خواتین کو استعمال کر کے خود انھیں کا استحصال کیا ہے۔ اس کی وجہ سے مغربی معاشرے کے ساتھ ساتھ مشرقی معاشرے میں بھی فحاشی، بے حیائی، عریانیت، بے باکانہ اختلاطِ مرد و زن اور جنسی بے راہ روی کو خوب خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا ہے، جو پوری نوعِ انسانیت کے لیے تباہ کن حد تک ضرر رساں ہے، جب کہ بسا اوقات اس تحریک کے منفی اثرات کو خود اُسی معاشرے کے پروردہ مغربی مفکرین بھی تسلیم کرتے نظر آتے ہیں اور وہ اس طرح کی بے حیائی کے نقصانات کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ ؎

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

مذکورہ مغربی سوچ کے زیرِ اثر آزادی کے نام پر نام نہاد مسلم خواتین بھی اپنے ہاں مخلوط انداز میں عبادتوں کی ادائیگی کا مطالبہ کر رہی ہیں اور بسا اوقات اس کا عملی مظاہرہ بھی کرتی ہیں، حالاں کہ اس طرح کی خواتین کو دین و مذہب اور عبادات کی بجا آوری سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا ہے، وہ بس بے لگام آزادی اور مذہبی حدود و قیود سے نکل بھاگنا چاہتی ہیں اور اپنے اس بُرے کرتوت میں دوسری خواتین کو بھی شریکِ جرم بنانا چاہتی ہیں۔ ابھی جلد ہی ماضی قریب میں چند خواتین و حضرات کی طرف سے اسی طرح کا مخلوط عملی مظاہرہ پیش کیا گیا۔

۱۸/مارچ ۲۰۰۵ء کو ایک امریکی گرجے میں نوجوان عرب لڑکی سہیلہ، جس نے امریکی معاشرت کی مناسبت سے چست پتلون اور واہیات انداز کی مختصر شرٹ پہن رکھی تھی جب کہ سر دوپٹے سے بے نیاز تھا، بغیر سپیکر کے اذان کہی، اذان کے بعد ویسٹ ورجینیا کی افریقن نژاد خاتون پروفیسر ڈاکٹر امینہ ودود نے خطبہ دیا اور اس کے بعد نمازِ جمعہ کی امامت بھی کرائی، کم و بیش ایک سو کی تعداد میں مردوں، عورتوں نے خاتون کی اقتدا میں نماز ادا کی اور مرد، عورتیں باجماعت نماز کے لیے صفوں میں بلا تمیز مخلوط انداز میں کھڑے تھے، کوئی تفریق روا نہیں رکھی گئی تھی۔ اور ۲۵/مارچ ۲۰۰۵ء کو شکاگو میں اسی انداز میں مرد و زن کا مشترکہ جمعہ ادا کیا گیا، یہاں امامت کے فرائض اسراء نعمانی نامی خاتون نے ادا کیے، جو کہ ایک ناجائز بچے کی ماں بھی ہیں۔[1]

ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ۲۶/جنوری ۲۰۱۸ء کو صوبۂ کیرل کے مسلم اکثریتی ضلع ملاپورم سے تعلق رکھنے والی جمیدہ نام کی ایک چوتیس سالہ دین بے زار خاتون نے چند مردوں کو اپنی امامت میں نماز ادا کروائی۔ قرآن و سنت سے نابلد یہ خاتون پیشہ کے لحاظ سے ایک ٹیچر ہے اور قرآن و سنت نامی ایک سوسائٹی سے وابستہ ہے، انکارِ حدیث اور شریعت کا استہزا کرنا اس کی عادت ہے۔ حقیقت میں یہ عورت آر ایس ایس ذہنیت کی حامل ہے اور در پردہ آر ایس ایس ہی کے لیے ایک ورکر کے طور پر کام

[1] دیکھیے: ہفت روزہ الاعتصام لاہور ج:57 ش:13 مارچ 2005ء

کر رہی ہے۔

مخلوط انداز میں نماز پڑھانے کی اس کی جو ویڈیو وائرل ہوئی تھی، وہ اب بھی یوٹیوب پر موجود ہے،اس ویڈیو میں اس کے نماز پڑھنے کے انداز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے نماز پڑھنے کا طریقہ بھی نہیں معلوم ہے،اس کے نزدیک ایک رکعت میں صرف ایک ہی سجدہ ہوتا ہے اور رکوع سے اٹھتے وقت ''اللہ اکبر'' کہا جاتا ہے۔اس سے بڑھ کر اس عورت نے اپنی ایک گفتگو میں کہا کہ نماز پانچ وقت کے بجائے صرف تین وقت کی ہوتی ہے، یعنی صبح، شام اور رات کے وقت۔ یہ ہے اس کے علم کی پرواز اور اس کا دینی مزاج، جو مسلمان ہونے کی دعوے دار ہے اور مسلم خواتین کو ان کا حق دلانے کے نام پر خود کی طرح انھیں بھی گمراہ کرنا چاہتی ہے۔

بے غیرتی اور دیّوثیت

اختلاطِ مرد وزن کے بدترین نتائج ہماری اجتماعی و معاشرتی زندگی اور گھریلو معاملات میں بھی رونما ہو رہے ہیں، اس کی وجہ سے اخلاق و کردار میں اس قدر پستی اور کمزوری آچکی ہے کہ بے پردگی، برہنگی اور عصمت فروشی بجائے معیوب ہونے کے جدید تہذیب و تمدن کا لازمی عنصر قرار پا چکی ہیں، آزاد و بے مہار مرد اپنی قوامیت کی ذمہ داری کو نظر انداز کر چکا ہے اور اپنے گھروں کی ملکہ کو زینتِ محفل بنا کر خوش و خرم نظر آرہا ہے، خود اوروں کی عصمت پر ڈاکے ڈالتا پھر رہا ہے اور گھر کی عزت و آبرو کو دوسروں کے دامن میں ڈالنے سے عار نہیں محسوس کرتا ہے، باپ اپنی نیم عریاں بیٹی کو دنیا بھر کی مخلوط معاشرت اور مجلسوں میں لیے پھرتا ہے، متعارفین سے مصافحہ اور معانقہ کراتا ہے اور اجنبیوں کی خلوت و ہم نشینی میں چھوڑ کر خود دوسروں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے، بھائی اپنی بہنوں کو لے کر رقص و کلب گاہوں کے چکر لگاتا ہے اور یار دوستوں سے متعارف کرا کے بے راہ روی کے راستوں کو ہموار کرتا ہے، شوہر بیوی کو لے کر یاروں کی مجلسوں میں حسن کی بازی جیتنے میں لگا ہوا ہے۔

یہ ہے مخلوط سوسائٹی کی حالت اور ایسے ہوتے ہیں مخلوط سوسائٹی کے دیوث اور بے غیرت مرد۔

اُف رے انسانیت کی ارزانی! یہ کتنی گھناؤنی تجارت ہے کہ اپنی آبرو کے بدلے دوسرے کی آبرو کو تار تار کرو۔ اسلام تو شوہر کے قریبی رشتہ داروں کو بھی عورت سے دور رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے ساتھ خلوت نشینی اختیار کرنے سے روکتا ہے اور عورتوں کو محرم کے بغیر سفر کرنے اور اجنبیوں کے ساتھ خلوت میں مل بیٹھنے سے منع کرتا ہے اور یہاں تو بہت سے مسلم گھرانوں کا یہ حال ہے کہ ہر کس و ناکس کے لیے ان کے گھر کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور گھر کی بہو بیٹیاں ہر کسی کے ساتھ آجا سکتی ہیں، ہر کسی کے سامنے اپنی زینت کا اظہار بھی کر سکتی ہیں اور کسی روک ٹوک کے بغیر مخلوط معاشرت کا حصہ بھی بن سکتی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر غیر محرم مردوں کے ساتھ بازاروں اور دیگر تفریحی مقامات پر سیر و تفریح بھی کر سکتی ہیں اور خلوت میں ان کے ساتھ رات بھی گزار سکتی ہیں، جب کہ اس طرح کی فحاشی بہت سی آفتوں کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس تعلق سے تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے بڑی نفیس بات کہی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ اختلاط کا موقع دینا ہر مصیبت اور برائی کی جڑ ہے اور یہ اختلاط عام عقوبات کے نزول کا اہم سبب ہے، جس طرح کہ یہ عوام و خواص کے امور میں فساد کا ایک سبب ہوتی ہے۔ عورتوں کے ساتھ مردوں کا اختلاط کثرتِ فواحش اور زنا کا سبب بنتا ہے اور یہ عمومی اموات اور طاعون کے اسباب میں سے ایک ہے۔ چناں چہ جب موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں بدکار عورتوں کا اختلاط ہو گیا اور فوج میں بدکاری پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف طاعون کی بیماری بھیج دی، جس سے ایک ہی دن میں ستر ہزار لوگ مر گئے، یہ قصہ تفسیر کی کتابوں میں مشہور ہے۔ عمومی اموات کے ہونے کا ایک بڑا سبب کثرتِ زنا ہے، جو عورتوں کو مردوں کے ساتھ مختلط ہونے کا موقع دینے اور ان کا مردوں کے درمیان بن سنور کر بے پردہ گھومنے کی وجہ سے پھیلتا ہے۔ اگر حکام کو اختلاطِ

مردوزن کی دینی خرابی کے سوادنیوی اور رعایا کو پہنچنے والی خرابی کا علم ہوجائے تووہ اسے روکنے کے لیے نہایت سختی کریں گے۔“[1]

حامیانِ آزادیِ نسواں اور مغرب پرست افراد ذرا غور و فکر سے کام لیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ مرد و زن کے باہمی اختلاط کو ہوا دے کر انھیں کون سی کامیابی میسر ہوئی ہے؟ انسانیت کو اس بے حیائی سے کتنا فائدہ پہنچا ہے؟ اس سے خانگی تعلقات کس قدر مضبوط ہوئے ہیں؟ خواتین میں کس قدر مضبوطی اور استحکام پیدا ہوا ہے؟ حقوقِ نسواں کی جانب کتنی توجہ دی گئی ہے؟ اور خواتین کے تقدس و آبگینۂ نسائیت کو کتنا تحفظ ملا ہے؟ اگر پوری امانت و دیانت داری، انشراحِ صدر اور عبرت کی نگاہ سے معاشرے کا جائزہ لیں گے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ اس کھلی بے حیائی اور لایعنی طرزِ معاشرت سے انسانیت کو کوئی بھی فائدہ نہیں ملا ہے اور نہ کوئی کامیابی حاصل ہوئی ہے، بلکہ حقوقِ نسواں کی پامالی اور معاشرتی انارکی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا ہے۔

ہاں مذہب بے زار اور ہوس پرست انسانوں کو جنسی جذبات کی تسکین کا موقع ضرور ہاتھ آیا، لذت کوشی کی دنیا ضرور آباد ہوئی، آبگینۂ نسائیت کو ضرور چکنا چور کیا گیا اور صنفِ نازک کے مسائل مزید گنجلک اور پیچیدہ ہوگئے۔ سو اہل و عیال میں فحاشی اور اختلاطِ مرد و زن جیسی بے حیائی کو بڑھاوا دینے والوں، ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرنے والوں اور مغربی چال چلن اختیار کرنے والی مردانہ صفت عورتوں کو جان لینا چاہیے کہ نبوی پیش گوئی کے مطابق اللہ نہ تو انھیں جنت میں داخل فرمائے گا اور نہ ان پر نظرِ رحمت ڈالے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى)) ”تین طرح کے

[1] الطرق الحكمية في السياسة الشرعية ٧٢٤/٢، بتحقيق نائف بن أحمد الحمد، دار عالم الفوائد مكة المكرمة ١٤٢٨هـ

لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ اللہ قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا: والدین کا نافرمان، مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی ترجل پسند خاتون اور دیوث۔ اور اللہ قیامت کے دن تین طرح کے لوگوں کی طرف نہیں دیکھے گا: والدین کا نافرمان، عادی شرابی اور (صدقہ وغیرہ) دے کر احسان جتلانے والا۔"[1]

دیوث ایسے بے غیرت شخص کو کہتے ہیں، جو اپنے اہل و عیال میں بے حیائی اور فحاشی کو دیکھتے ہوئے چشم پوشی کرے اور یہاں تو خود ہی گھروں میں بے حیائی اور فحاشی کی ترویج و اشاعت کی جاتی ہے، جیسا کہ عام طور پر معاشرے میں اس کے مظاہر نظر آرہے ہیں۔

موجودہ دور میں مغربی تہذیب کا اثر ہر معاشرے میں عام ہو رہا ہے، بہت سارے آزاد خیال لوگ لڑکے اور لڑکیوں کی آپسی دوستی اور تعلقات کو قطعًا معیوب نہیں سمجھتے، بلکہ الٹا اسے فخر تصور کرتے ہیں، شادی سے پہلے منگیتر سے موبائل کے ذریعے گفتگو کرنے کا چلن بھی عام ہو چکا ہے اور بہتیرے والدین اسے برا بھی تصور نہیں کرتے ہیں، حالاں کہ وہی رشتہ جب شادی کے بندھن میں بندھنے سے قبل ہی ٹوٹ جاتا ہے تو بے عزتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

علاوہ ازیں مغربی طرزِ معاشرت کی طرح ہمارے یہاں بھی یہ رواج عام ہوتا جارہا ہے کہ شادی سے پہلے ہی دونوں منگیتر (لڑکی و لڑکا) باہمی طور پر آزادانہ ملاقات کرتے ہیں، مختلف مقامات کی سیر کرتے ہیں، مختلف موضوعات پر باہم دوبدو گفتگو کرتے ہیں اور بسااوقات ہر وہ حد پار کر لیتے ہیں جو نکاح کے بعد ہی جائز و روا ہیں۔ اور اس کے لیے یہ خوبصورت بہانا تراشا جاتا ہے کہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کے مزاج و طبیعت سے ہم آہنگ ہو رہے ہیں تاکہ دونوں کے مابین شادی کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ پیدا ہو۔ العیاذ باللہ

[1] اسنادہ حسن، مسند احمد: ۶۱۸۰، سنن نسائی: ۲۵۶۲

فصلِ پنجم: خود نمائی اور فیشن پرستی

اچھا لباس اور خوش پوشاکی انسانی ضرورت ہے اور یہ معیوب ہونے کے بجائے پسندیدہ عمل ہے، جب تک کہ یہ بے حیائی اور تکبر میں نہ داخل ہو۔ ویسے تو لفظِ فیشن کا استعمال کئی مفہوم میں کیا جاتا ہے، مگر یہاں فیشن پرستی سے مراد: وضع قطع، رہن سہن اور لباس وغیرہ میں دورِ جدید کی اس زینت وزیبائش، وضع قطع اور رہن سہن کو اپنانا ہے جو برہنگی اور فحاشی کا مظہر ہو اور جس کا مقصود نمود و نمائش، غرور و تکبر اور خود پسندی ہو اور اِنہی چیزوں کو آیندہ صفحات میں قدرے تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

عمدہ لباس کا استعمال

ستر پوشی اور خوش پوشاکی اولادِ آدم کی فطرت میں داخل ہے۔ اللہ رب العالمین نے دنیا میں موجود تمام مخلوقات میں صرف انسان کو لباس کی نعمت سے سرفراز فرمایا، جس سے ستر پوشی اور زینت کا کام لیا جاتا ہے، سرد و گرم موسم میں اس کے ذریعہ جسم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اللہ نے کچھ ایسے لباس بھی مہیا فرمایا، جو دورانِ جنگ جسم کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذَلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ﴾ ”اور اللہ نے تمھارے لیے سایے بنا دیے، ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کیا، اور پہاڑوں میں تمھارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمھارے لیے ایسے لباس بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں اور کچھ ایسے لباس جو تمھاری لڑائی میں تمھاری حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔“ [النحل:۸۱]

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾

''اے آدم کی اولاد! تحقیق کہ ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمھارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو چھپاتا ہے اور زینت کا ذریعہ بھی ہے اور تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔'' [الأعراف:۲۶]

آیتِ کریمہ میں وارد لفظ ﴿رِيشًا﴾ سے مراد وہ لباس ہے جو زیب و زینت اور حسن و رعنائی کے لیے پہنا جائے۔ اور آگے ﴿لِبَاسُ التَّقْوَىٰ﴾ تقویٰ کے لباس کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے، یعنی لباسِ ظاہری کے سوا ایک معنوی لباس بھی ہے اور وہ ایمان، حیا، خوش اخلاقی، عملِ صالح، تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا لباس ہے، جس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اسی سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ لباس میں زیب و زینت کا اپنانا اگرچہ درست ہے، مگر لباس میں سادگی اپنانا اور ایسا لباس زیب تن کرنا، جس میں تقویٰ اور پرہیز گاری پائی جائے، زیادہ بہتر ہے۔

علاوہ ازیں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لباس بھی نہ پہنے جائیں جس کی ممانعت شریعت میں آئی ہے۔ مثلاً ایسا باریک و شفاف یا چست لباس جس سے اعضائے ستر دکھائی دیں یا جسمانی ساخت نمایاں ہوں، فاخرانہ لباس، مردوں کے لیے ریشمی یا زعفرانی رنگ کا لباس وغیرہ۔

اسی طرح عمدہ لباس کا انتخاب کرتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہرت کا لباس نہ ہو، کیوں کہ ایسا لباس زیب تن کرنے والوں کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس میں آگ بھڑکائی جائے گی، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا، أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا)) ''جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ اسے قیامت کے دن ذلت کا

لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ بھڑکائے گا۔‘‘[1]

عمدہ و پاکیزہ لباس کے استعمال اور جسمانی طہارت و صفائی کے حصول کا داعیہ ہر انسان کے اندر ہوتا ہے اور یہ ان کا حق بھی ہے، چناں چہ لباس و جسم کو پاک صاف رکھنا اور نظافت و طہارت اختیار کرنا ہر مومن مرد و عورت کی شان ہے اور اسلام نے بھی نظافت و طہارت پر خاصا زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے نیز وہ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ ’’بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘[البقرۃ:۲۲۲]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں داخل ہو گا۔ ایک آدمی نے کہا: بے شک آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ)) ’’بے شک اللہ خوب صورت ہے، وہ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔ حق کو انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔‘‘[2]

اللہ تعالیٰ نے نظافت و طہارت اور زیب و زینت کی بہت ساری چیزیں اور بہت سارے وسائل انسانوں کو مہیا فرمائے ہیں، جن سے تمام بنی نوع انسان فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس اور عمدہ کھانے کا اہتمام کرتے ہیں، لہٰذا ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور حلال اسبابِ زینت کو حرام قرار دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ

[1] حسن، سنن ابو داود:۴۰۲۹، ابن ماجہ:۳۶۰۷ [2] صحیح مسلم:۹۱

قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص انھیں کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں، جو جانتے ہیں۔“ [الأعراف:۳۲]

بری ہیئت اختیار کرنا

اوپر کی آیتِ کریمہ کا مطلب یہ بھی ہے کہ زینت کی چیزوں کو استعمال میں لانا برا نہیں ہے بلکہ ایسی چیزوں کو حرام قرار دینا غلط ہے یعنی وسعت وکشادگی کے باوجود بری ہیئت اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ)) ”بے شک اللہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے۔“[1]

غرض کہ اپنی حیثیت کے مطابق اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حدود وقیود میں رہتے ہوئے استعمال کرنا چاہیے، خوش حالی اور کشادہ دستی کے باوجود گھٹیا کھانا کھانا، ردی لباس پہننا اور جمال کے منافی بری ہیئت اختیار کرنا زہد اور نیکی نہیں ہے، زہد یہ ہے کہ آدمی سادگی اور قناعت پسند بنے۔ سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ؛ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ))

”یقیناً تم لوگ اپنے بھائیوں کے پاس آنے والے ہو، اس لیے تم اپنی سواریاں درست کر لو اور اپنے لباس درست کر لو، یہاں تک کہ تم ایسے ہو جاؤ گویا تم لوگوں میں تل ہو، یعنی جس طرح چہرے پر تل والا شخص لوگوں میں نمایاں ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ بلا ارادہ خستہ حالت اختیار کرنے

[1] جامع ترمذی:۲۸۱۹، السراج المنیر ۲/ ۱۰۸۵

اور بہ تکلف بری ہیئت اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا ہے۔"[1]

ویسے فحش کا اطلاق قبیح قسم کے معاصی و گناہ اور فحش قسم کے اقوال و افعال پر ہوتا ہے، مگر یہاں اس حدیث میں ردی و خستہ حالت اور بری ہیئت اختیار کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے، جو یقیناً خوب صورتی کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔

قزع کی ممانعت

موجودہ دور کے نوجوانوں کو دیکھیں کہ وہ کس طرح بہ تکلف لباس و اطوار میں کریہہ قسم کی بد ہیئتی اختیار کر رہے ہیں، پھٹے لباس اور پراگندہ بال رکھنے کی عام روش چل پڑی ہے۔ فیشن کے نام پر بالوں کی تراش کا ایک جدید (پیالہ) اسٹائل نہایت بد نما اور فحش منظر پیش کرتا ہے، یعنی سر کے پچھلے حصے اور دونوں طرف کے بال زمینی اور باقی سامنے والے بال عورتوں جیسے لمبے ہوتے ہیں۔ بالوں کی یہ ہیئت نبوی ممانعت میں بھی داخل ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ سالم کہتے ہیں: قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کا بعض حصہ مونڈ دیا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کے کچھ بال مونڈے ہوئے ہیں اور کچھ چھوڑے ہوئے ہیں تو آپ نے انھیں اس روش سے منع کیا اور فرمایا:

((احْلِقُوهُ كُلَّهُ أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ)) "اس کے سارے بال مونڈ دو یا سارے بال چھوڑ دو۔"[3]

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے ممنوع قزع کی درج ذیل چار صورتیں ذکر کی ہیں:

(1) سر کے مکمل بال کو مونڈنے کے بجائے مختلف جگہوں سے مونڈنا۔

(2) بیچ سر کے بال کو مونڈنا اور اطراف و جوانب سے چھوڑ دینا۔

---

[1] سنن ابو داود: ۴۰۸۹، مسند احمد: ۱۷۶۲۴، قال شعيب الأرناؤوط: إسناده محتمل للتحسين

[2] صحیح بخاری: ۵۹۲۰، ۵۹۲۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۰

[3] ابو داود: ۴۱۹۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۱۲۳

(3) اطراف وجوانب سے مونڈنا اور سر کے درمیانی حصے کو چھوڑ دینا۔

(4) سر کے اگلے حصے کے بال کو مونڈنا اور پچھلے حصے کو چھوڑ دینا۔[1]

دراصل ہمیں وضع قطع اور لباس وغیرہ سمیت اپنے تمام تر معاملات میں تصنع، بناوٹ اور تکلف اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' [ص:۸۶]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ'' ''ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔''[2]

اس لیے فیشن اور جدید تہذیب وثقافت کے نام پر وضع قطع، رہن سہن اور ملبوسات ومطعومات وغیرہ میں بھی بے ہنگم بناوٹ اور تکلف وتصنع سے پرہیز کرنا چاہیے، ورنہ کوّا چلا ہنس کی چال اور اپنی چال بھول گیا والی مثال ہوگی، نہ ہمیں دنیا حاصل ہوگی اور نہ ہماری عاقبت سدھرے گی۔

موجودہ دور میں بہت سارے کم پڑھے لکھے حجاج ومعتمرین حضرات سعی سے فارغ ہونے کے بعد جب مروہ کے پاس پہنچتے ہیں تو وہاں پر کچھ لوگ موجود ہوتے ہیں، جو پیسوں کی لالچ میں لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور حجاج ومعتمرین کے بال غلط طریقے سے کاٹتے ہیں اور حجاج کرام بھی دیکھا دیکھی انہی سے یا اپنے بعض ساتھیوں کی مدد سے سر سے محض چند بال کٹوا لیتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ تقصیر ہوگیا، حالاں کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے، بلکہ یہ قزع کی ممنوع صورت میں داخل ہے، جیسا کہ اہلِ علم نے اس کی وضاحت کر رکھی ہے، لہٰذا حج وعمرہ جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کے موقع پر اس طرح کے خلافِ شرع اعمال سے بچنا چاہیے اور ممکن ہو تو سنت کے مطابق سر کا پورا بال مونڈوایا جائے اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو پھر سلیقے سے سر کے تمام حصوں کے بال کٹوائے جائیں، جس طرح عام دنوں میں کٹواتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے مسنون ہیں۔

[1] تحفة المودود بأحكام المولود ص:۱۴۷-۱۴۸ [2] صحیح بخاری:۷۲۹۳

اسلامی لباس

عورتیں زینت کا محل ہیں، قدرتی طور پر ان میں سجنے سنورنے کا ذوق زیادہ پایا جاتا ہے، لہٰذا زینت و زیبائش اور خوب صورتی کو اپنانا ان کا فطری حق ہے، اسی لیے ان کے لیے سونا، چاندی، ریشمی کپڑے اور تزئین کی بہت ساری چیزیں جائز قرار دے کر ان کی آرائش کے لیے شریعت میں کافی وسعت و گنجائش رکھی گئی ہے۔

عورتوں اور مردوں کے لیے آرائشِ زینت کی چیزیں جداگانہ ہیں اور نمایاں طور پر ان کے لباس میں فرق پایا جاتا ہے، اس لیے ہر ایک کو اپنے اپنے ذوق اور طبیعت کے اعتبار سے ستر کو چھپانے والے لباس اور زینت کے دیگر سامانوں کو استعمال میں لانا چاہیے اور ایک دوسرے کے وضع قطع کو اپنانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لباس کے انتخاب کے سلسلے میں درج ذیل شرعی حدود و قیود کا پاس و لحاظ رکھنا ہمارے لیے ازبس ضروری ہے:

(1) ایسا لباس جو اعضائے ستر کو ڈھانپ لے بالخصوص عورت ایسا لباس زیب تن کرے جس سے اس کا پورا بدن چھپ جائے۔

(2) عورت ایسا لباس زیب تن نہ کرے جو بذاتِ خود زینت اور نمائش کا باعث ہو، جس کی وجہ سے وہ خود سراپا زینت اور فتنہ بن جائے۔

(3) لباس دبیز ہو اور ایسا باریک و شفاف نہ ہو، جس سے بدن جھلکے اور جسم کی رنگت نظر آئے۔

(4) لباس کشادہ اور ڈھیلا ڈھالا ہو اور ایسا تنگ نہ ہو کہ جس سے جسم کے نشیب و فراز عیاں ہوں۔

(5) عورتیں خوشبو زدہ لباس نہ استعمال کریں کہ اس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف مائل ہوں۔

(6) عورت کا لباس مرد کے لباس سے اور مرد کا لباس عورت کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔

(7) عورت کا لباس کافر عورتوں کے اور مرد کا لباس کافر مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔

(8) شہرت کا لباس نہ ہو یعنی وہ لباس ایسا نہ ہو کہ اس سے فخر و غرور کی بو آئے اور لوگوں کے یہاں وہ

خود نمائی اور شہرت طلبی کا باعث ہو۔

(9) خاص مردوں کا لباس ریشم کا نہ ہو اور اس کا رنگ زعفرانی نہ ہو۔

مرد و زن کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا

تہذیبِ نو نے معاشرے میں تجمل و حسن کاری اور ذوقِ جمال کو اس قدر فروغ و بڑھاوا دیا ہے کہ خود نمائی کے طور پر فیشن کے نت نئے طریقوں کو اپنانے کے لیے ہر کوئی سرگرداں ہے۔ مغربی کلچر کی اس اندھی تقلید نے مرد کو مرد اور عورت کو عورت نہیں رہنے دیا ہے۔ بہت سے مردوں نے اپنی مردانہ وجاہت کو ترک کر کے عورتوں کے انداز و اطوار کو اپنا لیا ہے اور بہت سی عورتوں نے اپنی نسوانیت کو بالائے طاق رکھ کر مغرب کی حیا باختہ فیشن ایبل عورتوں کی تقلید میں مردانہ چال چلن کو اپنا لیا ہے، جو کہ مظہرِ فواحش اور فتنوں کی جڑ ہیں۔

مرد و عورت میں سے ہر ایک صنف کے فطری تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں اور ہر ایک کی اپنی مخصوص ہیئت و کیفیت ہوتی ہے۔ بود و باش، ملبوسات و پہناوا، بات چیت، اٹھنا بیٹھنا، رہن سہن، حرکات و سکنات اور وسائلِ آرائش و زیبائش فطری طور پر ہر ایک کے جدا جدا ہوتے ہیں اور ان میں نمایاں فرق بھی ہوتا ہے۔ مہندی لگانا، زلفوں کو دراز کر کے سنوارنا، زیب و زینت اختیار کرنا، کنگن، بالی، پازیب اور گلے میں ہار پہننا، ابرو و پلک کو سنوارنا اور رخ کو حسین و خوب صورت بنائے رکھنا خواتین کا خاص طبعی وصف ہے، مگر افسوس کہ یہ چیزیں زنخا قسم کے بہت سے مردوں میں بھی سرایت کر گئی ہیں، بلکہ عورتوں کا سا لباس پہن کر عام نمائش کرنا بھی کچھ بدقماش مردوں کی عادت بن چکی ہے، جنھیں دیکھ کر اُن کی جنس کا پتا لگا پانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے۔ اور اِنہی فیشن پرستیوں اور ایک دوسرے کی نقالی کی وجہ سے معاشرے میں فواحش و بے حیائی اور اور فتنوں کے ابھرنے اور پھیلنے کا خوب موقع ملتا ہے، جب کہ ایسے لوگوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ،

وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) ''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ)) ''رسول اللہ ﷺ نے عورت کا لباس پہننے والے مرد اور مرد کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔''[2]

مردوں کی مجالس کو ترک کر کے عورتوں کی مجالس میں بیٹھنا، ہر وقت ان کی معیت و ہم راہی اختیار کرنا، ان کے انداز و اطوار کو اپنانا، آواز میں لچک وکشش پیدا کرنا، سراویل کا ٹخنوں کے نیچے رکھنا، داڑھی و مونچھ صاف کر کے عورتوں جیسا حلیہ بنانا، حسن و خوب صورتی کے لیے ہر وقت زینت و آرائش میں لگے رہنا، بیرونی کاموں کو چھوڑ کر خاص اندرونی کاموں میں شغل رکھنا، زیورات اور ریشمی و رنگین پھول دار ملبوسات کو استعمال میں لانا، لواطت اختیار کرنا وغیرہ عادات و اطوار کا تعلق مشابہتِ نسواں سے ہے، لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں بہت سے افراد مذکورہ خصائص کو بطور فیشن اپنائے ہوئے ہیں، بلکہ حبائل الشیطان نما بالوں کی وبا تو نوجوانوں میں بہت زیادہ عام ہے، جب کہ اس میں جہاں مشابہتِ نسواں کا شائبہ پایا جاتا ہے، وہیں اس ہپی ازم فیشن میں خلقتِ الٰہی کو بگاڑنا اور کفار کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے اپنی امت کو روکا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ، وَلَا بِالنَّصَارَى)) وفي روايةٍ: ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو ہمارے سوا لوگوں کی مشابہت اختیار کرے، نہ یہود کی مشابہت اختیار کرو اور نہ نصاریٰ کی۔'' ایک روایت میں ہے: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھیں میں سے ہے۔''[3]

مغربی فیشن کو اپنا کر خواتین بھی مردوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہیں اور بلا تردد مغرب سے کشید

[1] صحیح بخاری: ۵۸۸۵ [2] سنن ابو داود: ۴۰۹۸، السراج المنیر ۲/۹۹۶ [3] جامع ترمذی: ۲۶۹۵، سنن ابو داود: ۴۰۳۱، السراج المنیر ۲/۹۹۶

ہر فیشن کو اپنا رہی ہیں، خواہ اس میں ان کا دینی اور دنیاوی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ شرعی پردے کے التزام سے پہلوتہی اختیار کر کے مردوں جیسا لباس پہننا، تنگ و چست اور جسم کے بیش تر اعضا کو کھلا رکھنے والا لباس زیب تن کرنا، بہ کثرت گھروں سے باہر گھومنا، بغیر محرم کے سفر کرنا، مردوں کے ساتھ مختلط ہونا، غیر محرموں سے کھلے عام بات چیت کرنا، بالوں کی تراش خراش اور دیگر امور میں مردوں جیسی شکل و شباہت بنانا، مردوں کی قوامیت کو بالائے طاق رکھ کر خود سری کی خو اپنا کر گھریلو ضروریات کی تکمیل کے لیے بازاروں اور سیر گاہوں کے چکر لگانا، خود کفیل بننے کے لیے سحاقت کی روش اپنانا وغیرہ امور مردوں کے ساتھ مشابہت کے مظاہر میں سے ہیں، جس کا مشاہدہ ہم عام طور پر معاشرے میں کر سکتے ہیں۔ مسلم خواتین کو اس طرح کی واہیات سے بچنا چاہیے اور والدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ بچپن ہی سے بچوں کو آدابِ شرع کا پابند بنائیں، اخلاق و حیا اور حجاب وغیرہ سے متعلق ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ اس طرح کی لایعنی چیزوں کے قریب بھی نہ جائیں۔

تبدیلیِ جنس

اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں مغربی معاشرے کے اندر دو طرفہ مشابہت کی ایک جدید شکل تبدیلیِ جنس کے نام سے متعارف اور رواج پذیر ہوئی ہے۔ تبدیلیِ جنس کا مطلب ہے جدید میڈیکل سائنس کی مدد سے ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں آپریشن کے ذریعے مرد کے ظاہری اعضا کو نکال کر اس میں عورتوں جیسے اعضا لگا دینا اور عورت کے ظاہری اعضا کو نکال کر اس میں مردوں جیسے اعضا لگا دینا۔ حقیقت میں یہ مکمل تبدیلی نہیں ہوتی ہے، بلکہ مرد و عورت کے ہارمونز کو بدل کر فقط ظاہری طور پر مصنوعی تبدیلی کی جاتی ہے، یعنی تبدیلی کے بعد عورت بننے والے مرد میں صرف ظاہری تبدیلی ہوتی ہے، اس کے ہاں عورتوں کی طرح حیض کا آنا اور حمل قرار پانا ممکن نہیں ہوتا ہے اور مرد بننے والی عورت کے مصنوعی عضوِ تناسل سے منی کا اخراج ناممکن ہوتا ہے۔

جنس تبدیل کرنے کرانے کا یہ بے حیا عمل شرعًا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا

کردہ صورت میں تغییر و تبدیلی اور دو مخالف جنسوں کا آپس میں ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا لازم آتا ہے، جو کہ حرام ہے اور پھر اس عمل میں بلا ضرورت جسم کو مثلہ کرنا بھی لازم آتا ہے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ دراصل اس جراحی عمل کا مقصود بڑھتی ہوئی جنسی بے راہ روی کو تسکین دینا اور فطری راہ کو ترک کر کے غیر فطری طریقے سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا ہوتا ہے۔ جب کہ عورت کے لیے مرد بننے اور مرد کے لیے عورت بننے کی آرزو اور خواہش کرنا بھی ناجائز اور ممنوع ہے، چہ جائے کہ جنس تبدیل کروا کر باہم ایک دوسرے کا روپ دھار لیا جائے جیسا کہ ہمارے اس جدید دور میں مختلف طرح سے مخالف جنس کی مشابہت اختیار کرنے کی وبا عام ہوتی جارہی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اور اس چیز کی تمنا نہ کرو، جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' [النساء:۳۲]

آیتِ کریمہ کی شانِ نزول سے متعلق ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مرد حضرات جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں اور ہم عورتوں کے لیے میراث میں آدھا حصہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[1] آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت کو اپنے اپنے حدود میں رہ کر مشترکہ طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوش نودی طلب کرنی چاہیے اور اپنے حدود سے باہر نکل کر کوئی غلط تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ عورتیں مردانہ صفات اپنانے کی کوشش اور تمنا کریں اور مرد زنانہ صفات کو اپنانے کی کوشش اور تمنا کریں۔

[1] سنن ترمذی: ۳۰۲۲، مسند احمد: ۲۶۷۳۶، صحح اسنادہ الشیخ الالبانی

البتہ اگر کسی مخنث مرد کے اندر زنانہ علامات پائی جائیں یا بظاہر وہ مردانہ جنسی اعضا سے محروم ہو یا کسی مخنث عورت کے اندر مردانہ علامات پائی جائیں یا اس کے زنانہ اعضا میں کوئی نقص پائی جائے تو ان لوگوں کے اندر پائی جانے والی ان علامات کو جو عیوب کی حیثیت رکھتی ہیں، آپریشن کے ذریعے زائل کر کے اصلی و بنیادی مردانہ یا زنانہ خفتہ علامات کو اجاگر کرنا جائز اور مباح ہے، کیوں کہ اس کی حیثیت ازالۂ عیوب کی سی ہے اور پھر اس میں اصل جنس کو واضح کیا جاتا ہے نہ کہ اس میں کوئی بنیادی تبدیلی کی جاتی ہے۔ در اصل ایسے لوگ ناقص الخلقت ہوتے ہیں اور ان کے اعضائے رئیسہ کی پرورش و پرداخت میں کمی پائی جاتی ہے، لہٰذا آپریشن کے ذریعے ان کے نقص کو دور کیا جاتا ہے اور یہ ان کے علاج کے لیے ضروری بھی ہے۔ تبدیلِ جنس کی یہ صورت جائز اور مباح ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ مسئلے کی صورتِ حال کو جاننے کے لیے اہلِ علم سے صلاح و مشورہ لینا اور ماہر ڈاکٹروں کی خدمات لینا ضروری ہے۔[1]

تزئین کاری کی چند حرام صورتیں

جدید وسائلِ جمالیات نے بہت سی خواتینِ اسلام کو جہاں بے حجاب اور بے آبرو کر دیا ہے، وہیں انھیں حرام زینت سے آراستہ کر کے شعلۂ محفل کی شکل میں فحاشیت اور بے حیائی کا جیتا جاگتا نمونہ بھی بنا دیا ہے۔ میک اپ اور آرائش کے نام پر مغرب سے آنے والی ہر حیاباختہ فیشن کو سود و زیاں کی پروا کیے بغیر اپنانا اُن کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ چناں چہ گیسوئے دراز کی خاطر مصنوعی بال جوڑنا جڑوانا، خوب صورتی کے لیے گودنا گدوانا، ابرو کے بال اکھیڑنا، دانتوں کے مابین فاصلہ کرا کے انھیں باریک و نوکیلا کرنا، ناخنوں کو بڑھانا اور اس کی آرائش کے لیے تہہ دار نیل پالش کا استعمال کرنا، چست و عریاں لباس زیب تن کرنا وغیرہ بازاری و جاہلی عورتوں کا شیوہ تھا، لیکن وہی بازاریت اور جاہلیتِ اولیٰ، دورِ جدید میں معزز گھرانوں کے اندر عود کر آئی ہے۔ غیر مسلم گھرانوں میں تو یہ برائیاں عام ہی ہیں، ساتھ ہی آزاد خیال مسلم

[1] تبدیلِ جنس کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: اسلام اور جدید میڈیکل سائنس تالیف: ڈاکٹر محمد شوکت شوکانی

گھروں کی خواتین بھی ان برائیوں میں گھری نظر آتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ خود نمائی اور زینتِ ظاہرہ و باطنہ کے اظہار کے طور پر کیا جاتا ہے تاکہ اس قماش کی عورتیں مرد وزن کی مخلوط مجالس میں منفرد مقام حاصل کر سکیں نیز مردوں اور اپنی ہم جولی عورتوں سے دادِ تحسین وصول کر سکیں، لوگ ان کی طرف مائل ہوں، ان کی تعریف کریں اور ان کے بے باک حسن و خوب صورتی کے گن گائیں۔

خواتین میں اضافۂ حسن اور مسابقتِ حسن کے لیے شہروں میں جگہ جگہ بیوٹی پارلر نظر آتے ہیں، جہاں ان کے نوک و پلک کو نہایت بے باکی سے سنوارا جاتا ہے اور ایسی جگہوں پر انھیں مجسم شعلۂ حسن بنانے کے لیے عورتیں تو کام کرتی ہی ہیں، مرد بھی اس کام کی انجام دہی کے لیے پیش پیش رہتے ہیں اور بلا جھجھک عورتیں اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیتی ہیں۔ یہ سب فواحش اور بے حیائی کے کام ہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس طرح کی بے حیائی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت پڑتی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ)) ”اللہ نے بال جوڑنے والی، جڑوانے والی، گودنے والی اور گدوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔“[1]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی، وہ بیمار ہوگئی اور اس کے بال جھڑ گئے۔ تو لوگوں نے اس کے بال کے ساتھ (مزید بال) ملانا چاہا اور اس کے متعلق انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ)) ”اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔“[2]

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میری بیٹی کو خسرے کا بخار ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے اور میں اس کی شادی بھی کر چکی ہوں کیا میں اس کے سر میں بال جوڑ سکتی ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح بخاری: ۵۹۳۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴
[2] صحیح بخاری: ۵۹۳۴، صحیح مسلم: ۲۱۲۳

((لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ)) ”اللہ نے بال جوڑنے والی پر اور جس کے بال لے کر بال جوڑے جائیں اس پر لعنت فرمائی ہے۔“[1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ، وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ)) ”اللہ نے گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں اور خوب صورتی کے لیے آگے کے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔“[2]

مذکورہ بالا احادیثِ نبویہ حسن و جمال میں اضافہ اور کمال کی خاطر مصنوعی تزئین کاری کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ جمال و خوب صورتی کو اپنانے کے لیے مصنوعی تزئین کاری کا سہارا لینے والی مسلم خواتین کو درج بالا احادیث کی روشنی میں غور و فکر کرنا چاہیے کہ ان کے یہ انداز و اطوار کہاں تک درست ہیں؟

غور طلب مقام ہے کہ مذکورہ احادیث میں اس قماش کی عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے اور لعنت، قہرِ الٰہی کی آمد اور نزولِ رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب ہوا کرتی ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ اس قدر وعید کے باوجود بہت سی مسلم خواتین حرام امور کو اپنا کر خود نمائی اور فیشن پرستی کی دوڑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں اور اس کے پیچھے بے جا طور پر مال و دولت صرف کرتی ہیں۔ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”آج کل بھی عورتوں میں اس قسم کے بعض فیشن رائج ہیں۔ جیسے آنکھوں کی پلکوں کے بال نوچ کر ان میں رنگ اور میک اپ کی بعض چیزیں وغیرہ بھرنا یا ہندو عورتوں کی طرح تلک اور سیندور بھرنا وغیرہ۔ فیشن اور میک اپ کے جدید طریقے جو آج کل عورتوں میں عام ہیں اور جن پر قوم کا کروڑوں اور اربوں روپیہ برباد ہو رہا ہے، یہ سب اسی ذیل میں آتے ہیں، جن پر لعنت فرمائی گئی ہے، اس لیے مسلمان عورتوں کو زیب و زینت کی ان تمام چیزوں سے بچنا

[1] صحیح بخاری: ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲

[2] صحیح بخاری: ۴۸۸۶، صحیح مسلم: ۲۱۲۵، واللفظ لہ

چاہیے، اس میں دین اور دنیا دونوں کی بربادی ہے۔ اسی طرح ناخنوں کی پالش ہے، جس سے وضو بھی اکثر علما کے نزدیک نہیں ہوتا، علاوہ ازیں ناخنوں کو خوب بڑھایا جاتا ہے اور ان میں سرخ پالش لگائی جاتی ہے، جس سے وہ خوں خوار درندوں کے خونی پنجوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ سارے بے ہودہ فیشن دراصل مغرب کی حیاباختہ عورتوں کے ہیں، جو بدقسمتی سے مسلمان عورتوں نے بھی اختیار کر لیے ہیں، جن سے اجتناب ضروری ہے، کیوں کہ ان میں کافروں کی مشابہت اور نقالی ہے، جو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔" [دلیل الطالبین ۲/۴۰۲-۴۰۳]

تزئین کاری کے جدید وسائل اور طریقۂ کار نے عورتوں کی فطری اور وہبی رنگ و خو کو یکسر نابود کر دیا ہے، کردار اور کریکٹر مجروح ہو کر رہ گیا ہے، غیرت و خودداری اور عفت و آبرو سرِ بازار نیلام ہو رہی ہے۔ چھیڑ خانی، اغوا اور عصمت دری کے بیش تر واقعات، سرِ بازار زینت کا اظہار کرنے والی عورتوں ہی کے ساتھ پیش آتے ہیں، لہٰذا مرد و خواتین کو اپنی عظمت و وقار اور تقدس و کردار کے تحفظ کے لیے، شریعتِ اسلامیہ کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے، اس کے قوانین و ضوابط کو عملی جامہ پہنانے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ اصلی خوب صورتی کپڑوں کی ظاہری چمک دمک، زیورات کی بہتات، مصنوعی تزئین کاری، اعضائے جسمانی کی نمائش اور جدید وسائلِ جمالیات میں نہیں ہے، بلکہ لباسِ تقویٰ، سادہ و ساتر لباس، عفت مآبی، اخلاق کی عمدگی، ظاہر و باطن کی پاکیزگی اور فطری خوبیوں کے بچائے رکھنے میں ہے، لہٰذا اس بات کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ شریعت نے عورتوں کو گھر کے اندر رہ کر حرام زینت سے اجتناب اور شرعی آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے جہاں حصولِ زینت کی ترغیب دی ہے، وہیں اضافۂ حسن کی خاطر خلقتِ الٰہی میں تبدیلی کرنے سے روکا بھی ہے۔

ورزش اور ایکسر سائز کے نام پر بے حیائی

صحت و تندرستی اور چاق چوبند رہنے کے لیے ورزش اور ایکسر سائز ایک مفید عمل ہے، اس کو اپنانے سے انسان چست و پُھرت اور نشیط رہتا ہے، اس کے جسمانی قویٰ مضبوط رہتے ہیں اور شرعًا

بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، بس شرط یہ ہے کہ آدمی شرعی دائرے میں رہے اور اسی کو اپنا مطمحِ نظر نہ بنالے کہ دن کے دن اسی میں لگا رہے، مگر آج کل اس میدان کو بھی بے حیائی اور فحاشی کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔

بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ اس میدان میں بھی بہت سے مسلمان مغربی تہذیب وثقافت سے اس قدر متاثر ہوچکے ہیں کہ ورزش، جم اور ایکسر سائز کے نام پر فحاشی اور بے حیائی کو مسلم معاشرے میں بڑھاوا دے رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ اب مرد و عورت مخلوط انداز میں مختصر کپڑوں کے اندر ایک ساتھ ورزش اور ایکسر سائز کرتے ہیں، تفریح اور ورزش کے نام پر مختلف کھیلوں مثلاً کرکٹ، ٹینس، ہاکی، کبڈی اور فٹ بال وغیرہ کے اندر نیم عریاں لباس میں عورتیں کھلے عام اپنے خد و خال اور جسمانی اعضا کی نمائش کرتی نظر آتی ہیں۔ اور بعض نام نہاد اسلامی ملکوں میں بھی صبح و شام فحش مناظر سے پُر یوگا اور ورزش کے شوز چلتے ہیں، جن میں طوائفیں رول ماڈلز کا کردار ادا کرتی ہیں اور فحاشی و بے حیائی کا کھلم کھلم پرچار کرتی ہیں، تنگ وچست لباس پہن کر، مرد ٹرینر کے سامنے جسم کے تمام مخصوص پارٹ کو بھی نمایاں کرنے سے کوئی عار و جھجھک نہیں محسوس کرتیں، بلکہ بطور فخر اس طرح کی ویڈیوز خود ہی نشر کرتی ہیں اور پوری دنیا کو بے حیائی کی دعوت دیتی ہیں۔ اسی طرح ورزش اور تفریح کے نام پر یورپ کی اندھی تقلید میں آج بڑے بڑے ہوٹلوں کے احاطے اور پارکوں میں سوئمنگ پول کا انتظام و اہتمام ہوتا ہے، جہاں مرد و خواتین نیم برہنہ ہوکر نہاتے ہیں۔ مخلوط انداز میں نہانے کا یہ فیشن اب عام ہوتا جارہا ہے اور ماڈرن قسم کی مسلم خواتین بھی نیم برہنہ ہوکر وہاں نہانے میں معیوب نہیں سمجھتی ہیں۔ جب کہ اس طرح کی کھلی بے حیائی ایک غیور مومن مرد اور مومنہ خاتون کے لیے قطعی زیب نہیں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری امتِ اسلامیہ کو اس طرح کی بے حیائی سے بچائے۔ آمین!

•••✦✿✿✦•••

فصلِ ششم: سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ

آج ہم اکیسویں صدی عیسوی کی جدید ٹیکنالوجی کے دور میں جی رہے ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبہ جات میں جدید ٹیکنالوجی نے ہمیں بہت سی سہولیتیں اور آسانیاں فراہم کی ہیں۔ ابلاغ کے جدید ذرائع، انٹرنیٹ، سوشل نیٹ ورک اور اس سے متعلق بہت سی نئی نئی اختراعات اور وسائل بھی اسی جدید ٹیکنالوجی کی مرہونِ منت ہیں۔ انٹرنیٹ جیسے طاقت ور وسیلے کے ذریعہ دنیا کے تمام لوگوں کے افکار و نظریات کو جانا جاسکتا ہے اور اپنے افکار و نظریات کو بھی پھیلایا جاسکتا ہے، گھنٹوں کا کام منٹوں میں اور منٹوں کا کام سیکنڈوں میں سمٹایا جاسکتا ہے اور آئے دن انسان ترقی کے نئے نئے منازل طے کررہا ہے۔

انٹرنیٹ نے میڈیا اور ابلاغ کی ترسیل اور ذرائع کو بہت وسعت دے دی ہے۔ اخبارات اور ٹی وی چینلوں کے ساتھ ساتھ بہت سی ویب سائٹس اور سوشل نیٹ ورکس ہیں، جو شب و روز مختلف قسم کی چیزوں کو پھیلانے اور لوگوں کو اپنی گرفت میں لینے کا مؤثر اور مضبوط ذریعہ ہیں۔ موجودہ دور کے بیش تر افراد اس کے عادی ہو چکے ہیں اور ان کا بیش تر وقت اسی پر صرف ہوتا ہے، بلکہ بعض لوگ تو ہمیشہ اسی سے چپکے رہتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انٹرنیٹ کی دنیا، میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں ہم مسلمانوں کی شمولیت ایک مؤثر کردار کی حیثیت سے بہت کم ہے، مگر جو کچھ ہے وہ قابلِ ستائش اور لائقِ تشہیر ہے۔ مؤثر میڈیا کا زیادہ تر حصہ یہودی و عیسائی لابی اور دیگر اعدائے اسلام کے قبضہ میں ہے، ہم فقط تماشائی ہیں۔ ہاں اِدھر کچھ دہائیوں سے انٹرنیٹ اور سوشل نیٹ ورک پر کچھ کام ہوا ہے، مگر دعوتی نقطۂ نظر سے ہمارے ملک ہندوستان میں منظم ڈھنگ سے کام نہ کے برابر ہوا ہے، البتہ انفرادی طور پر لوگ کافی کام کررہے ہیں اور انٹرنیٹ و سوشل میڈیا کے مثبت پہلو کو لے کر اسے ایک مؤثر اور طاقت ور ہتھیار کے طور پر استعمال کررہے ہیں۔

معاشرے کی بگاڑ میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا کردار

انٹرنیٹ کی دنیامیں اتنی وسعت ہے کہ یہاں اچھی اور بری تمام چیزیں موجود ہیں۔ فحش اور لادینی فاسد مواد کے ساتھ ساتھ بہت سی اچھی اور معلوماتی چیزیں بھی ہیں اور ان کو پھیلانے کے وسیع تر مواقع بھی ہیں۔ تو وہیں بگڑنے کے بھی کافی مواقع اور وسائل ہیں۔ وائی فائی اور 5 جی جیسی تیز ترین ٹیکنالوجی نے انٹرنیٹ سے استفادہ کو بہت آسان کر دیا ہے۔ چھوٹے بڑے، امیر غریب، بوڑھے، بچے، نوجوان، عورتیں سبھی کے ہاتھوں میں اسمارٹ فون اور ہائی سپیڈ موبائل ہے اور اس میں تیز رفتار نیٹ ورک بھی موجود ہے۔ ہر کسی کی رسائی انٹرنیٹ کی حشر سامانیوں تک ہے۔ یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹِک ٹاک، فیس بک، ٹوئٹر اور واٹس ایپ کی بے لگام دنیا نے انھیں اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ گلی کوچوں، چوراہوں، چائے کی دکانوں، بسوں اور ٹرینوں میں لوگ فل سپیڈ میں موبائل چلاتے اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال کرتے نظر آجائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ اور ابلاغ کے جدید ذرائع کا مثبت پہلو لے کر جہاں دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دیا جارہا ہے، وہیں مسموع، مقروء اور مرئی ذرائع ابلاغ کے فاسد مواد سے ذہن و دماغ کو بگاڑنے، عریانیت و بے حیائی کو عام کرنے اور لادینی فضا قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ اخبارات، رسائل و جرائد، ٹی وی چینل اور سوشل میڈیا فحاشی کے مواد سے بھرے پڑے ہیں، نیم عریاں تصاویر، بوس و کنار کے بے ہودہ مناظر اور عشق و محبت پر مشتمل فحش کہانیاں اور ڈرامے بڑی بے باکی کے ساتھ نشر کیے جاتے ہیں اور ہر کوئی ان کے استعمال کے لیے آزاد ہے۔

سینما، ٹیلی ویژن، وی سی آر، انٹرنیٹ پر پھیلی ہوئی آڈیو ویڈیو کلپس، ڈش انٹینا، سیٹلائٹ چینلوں، کیبل نیٹ ورک اور مخرب اخلاق رسائل و جرائد وغیرہ کے عریاں اور حیا سوز مواد دورِ حاضر کے بڑے فتنے اور معاشرے میں فحاشی پھیلانے کے بڑے ذرائع ہیں۔ ان کی وساطت سے اخلاق و کردار کو مجروح اور داغ دار کرنے والی چیزیں بڑے زور شور سے نشر کی جاتی ہیں، جن سے فسق و فجور، حرص و ہوس، زنا و

ہم جنس پرستی، جرائم اور منشیات کے استعمال کو بڑا فروغ ملتا ہے۔ نونہالوں کی اخلاقی خرابی میں اضافہ اور دین وایمان میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ سنِ بلوغ کو پہنچنے والے اناڑی بچے، بچیاں اور نوجوان نسل ان میں پیش کیے جانے والے فحش مناظر اور بے ہنگم پروگراموں سے متاثر ہوکر شہوانی جذبات کی تکمیل غیر فطری اور غیر شرعی راستوں سے کرنے لگتے ہیں، جس سے معاشرے میں بہت سی واضح اور پوشیدہ جنسی امراض پھیلتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایسی فضول کہانیاں، ڈرامے، فلمیں، گیت اور غزلیں پیش کی جاتی ہیں، جس سے دلوں میں کجی وروگ پیدا ہوتا ہے نیز موسیقی، مخلوط ڈانس، بوس وکنار اور لچر وسطحی حرکات وسکنات کے ایسے بے حیا مناظر ہوتے ہیں، جنھیں دیکھ کر بچے وقت سے قبل ہی درجۂ بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ضمیر فروش لوگ جنسی بے راہ روی کو بڑھاوا دینے کی خاطر تفریح کے طور پر اسے فن اور آرٹ اور بہت سے خوش نما نام دے کر بطور کاروبار زندہ کیے ہوئے ہیں، عورتوں کی مظلومی وکمزوری اور مجبوری وسادگی کا بے جا فائدہ اٹھا کر پردۂ سیمیں پر دوشیزاؤں کے ایسے واہیات مناظر پیش کیے جاتے ہیں کہ جس سے تہذیب سر پیٹتی ہے۔ زن وشو کے مخفی تعلقات اور بیڈ روم کی خفیہ باتیں عملی طور پر پیش کیے جاتے ہیں نیز ایسے واہیات مناظر فلمائے جاتے ہیں، جن میں عورت کی ران، پنڈلی، گردن، پیٹ، باہنیں، کمر، چہرہ، پیٹھ کا بالائی حصہ اور جسم کے نشیب وفراز نمایاں رہتے ہیں اور کبھی تو ان کے پورے جسم پر کپڑا برائے نام ہوتا ہے۔

انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور ٹی وی چینلوں پر پیش کیے جانے والے یہ سارے فحش مناظر انفرادی خرابی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور کم سن بچوں میں ابتدا ہی سے اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک کم عمر بچہ جب ان واہیات مناظر کو دیکھتا ہے تو انھیں عملی صورت میں بھی کر گزرنے کی کوشش کرتا ہے اور بہ تدریج رفتہ بہ رفتہ یہ باتیں اس کے صاف شفاف ذہن پر مرتسم ہو جاتی ہیں، وہ اسے خوب مزے سے دیکھتا اور عملی جامہ پہناتا ہے، بلکہ اسے زندگی کا لازمی عنصر تصور کرنے لگتا ہے۔ اباحیت پسند گندا ماحول اور اچھی

تربیت کے فقدان کی وجہ سے آج یہ کثافت ثقافت سمجھی جاتی ہے، یہ برائیاں تہذیب کا حصہ تصور کی جاتی ہیں اور تفریحِ طبع کی خاطر انھیں درست اور مباح خیال کیا جاتا ہے؛ حالاں کہ ان کے ذریعہ فحاشیت وعریانیت، الحاد ولادینیت اور کفرونفاق کو فروغ ملتا ہے۔

اس وقت بچوں کے لیے کارٹون اور بہت سے شارٹ فلم یوٹیوب وغیرہ پر بڑی وافر مقدار میں اپلوڈ کی جارہی ہیں، جس کے بیش تر مناظر اور مواد اسلامی تعلیمات کے منافی ہوتے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں کی بالادستی کی کہانی ہوتی ہے۔ جادو، طلسمات اور مافوق الفطرت باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ اخلاق وکردار کو بگاڑنے والے حیاباختہ مناظر دکھائے جاتے ہیں، جس کا منفی اثر بچوں پر پڑتا ہے۔ وہ بھی اس کی نقالی کرتے ہیں اور ابتدا ہی سے ان کا دین واخلاق خلفشار کا شکار ہوجاتا ہے۔ بہت سے لوگ ان میں موجود معمولی فوائد کو بھاری بھرکم الفاظ وتعبیرات کے ذریعہ اجاگر ونمایاں کرکے بزعمِ خود انھیں بہتر اور درست ٹھہراکر دلی تسلی وتسکین حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی دھوکا دیتے ہیں، جب کہ ان کی وجہ سے بیش تر مسلم بچے اور نوجوان ذکرواذکار اور تلاوتِ قرآن کریم سے دور ہوکر دیوی دیوتاؤں اور عشقیہ قسم کے فحش گانوں اور لچر گفتگو میں مصروف رہتے ہیں۔

حرمتِ خمر کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ اہم اصول بیان کردیا ہے کہ ہر بری چیز میں بظاہر کچھ فوائد تو ہوتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ جس کسی چیز میں معمولی سا فائدہ نظر آجائے تو اس کی وجہ سے وہ جائز قرار پاجائے گی، بلکہ اس کے فوائد اور نقصانات کا جائزہ لیا جائے گا کہ کس کا تناسب کم ہے اور کس کا زیادہ؟ اگر فائدے کا پہلو کم اور نقصان کا پہلو زیادہ ہو تو وہ درست نہیں قرار پائے گی۔ اور یہاں ان لغویات کے اندر وافر مقدار میں دین وایمان اور اخلاق وذہن کو بگاڑنے کا مواد پایا جاتا ہے پھر یہ کیسے جائز قرار پائیں گی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نبوی فرمان ہے:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيهِمْ – يَعْنِي

الْفَقِيرَ - لِحَاجَةٍ، فَيَقُولُوا: ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ''میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے، جو شرم گاہ (زنا) اور ریشم اور شراب اور باجوں کو حلال کر لیں گے اور کئی لوگ ایک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے، ان کے چرواہے شام کو ان کے چرنے والے مویشی لایا کریں گے، ان کے پاس فقیر اپنی حاجت کے لیے آئے گا، وہ کہیں گے: ہمارے پاس کل آنا، تو رات ہی کو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب بھیجے گا اور وہ پہاڑ ان پر گرادے گا اور کئی دوسروں کی شکلوں کو قیامت تک کے لیے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل دے گا۔''[1]

اور ابن ماجہ میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُعْزَفُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ، يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ)) ''میری امت کے کچھ لوگ شراب پییں گے، اس کے اصل نام کے بجائے اس کا کوئی اور نام رکھ لیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔''[2]

آج ہمارے معاشرے میں یہ ساری برائیاں بہ کثرت پائی جا رہی ہیں، ذرائع ابلاغ کے جدید آلات نے گھر گھر میں ان برائیوں کو عام کر دیا ہے۔ رقص و سرود کی محفلیں اور گانا بجانا کوئی معیوب بات نہیں رہی، زناکاری عام ہو چکی ہے، زنا تک پہنچانے والے ذرائع عروج پر ہیں، آزادی کے نام پر بہت ساری حرام چیزیں انسانوں کا بنیادی حق قرار پا چکی ہیں۔ حرام کاموں کا نام بدل کر یا ان پر خوش نما لیبل لگا کر درست مانا جا رہا ہے۔ اور ان ساری چیزوں کو ذرائع ابلاغ کے مضبوط ہتھکنڈوں کو استعمال میں لا کر عوام و خواص میں پھیلایا جا رہا ہے، جس کی پاداش میں لوگ آئے دن مختلف طرح کی مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں، طوفانوں اور زلزلوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ پھر بھی کم ہی لوگوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔

[1] صحیح بخاری: ۵۵۹۰

[2] سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۰، دیکھیے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۹۰

لہو الحدیث کی بہتات

زمانۂ نبوی میں نضر بن حارث نامی ایک شخص لوگوں کو آیاتِ الٰہی سے دور رکھنے اور دینی باتیں سننے سے باز رکھنے اور دینِ الٰہی سے برگشتہ کرنے کے لیے من گھڑت قصے اور کہانیاں سنایا کرتا تھا اور اپنی لونڈیوں کے ذریعہ رقص و سرود کی محفلیں گرم کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس طرح کے بدبخت لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے انھیں سخت رسواکن عذاب کی دھمکی دی اور فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو غافل کرنے والی بات مول لیتا ہے تاکہ جانے بغیر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔'' [لقمان:٦]

''لَهْو'' ہر اس بات یا کام کو کہتے ہیں جس سے کوئی ذہنی اور جسمانی فائدہ حاصل نہ ہو، بلکہ وہ انسان کو اس کے مقصد کی چیز سے غافل کر دے اور اس کے اہم کاموں سے توجہ ہٹا دے۔ اور ہر وہ چیز جس سے لذت اور فائدہ حاصل ہو اسے بھی لہو کہہ دیا جاتا ہے۔

لہو الحدیث سے مراد وہ تمام بے ہودہ اور فضول باتیں ہیں، جو انسان کو اللہ کی راہ سے غافل کر دیں۔ خواہ یہ غافل کرنے والی بات گانا اور موسیقی ہو، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس سے مراد گانا لیا ہے، یا دیگر فحش باتوں پر مشتمل جھوٹی کہانیاں، فلمیں، ڈرامے اور فحش ناول وغیرہ ہوں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اس سے مراد گانا، اس کا سننا اور اسی جیسی چیزیں لی ہیں۔ اس کے وسیع مفہوم میں گانا، بجانا، فحش ناول، ڈرامے، افسانے اور تمام طرح کی فحاشی شامل ہے، خواہ وہ تحریری شکل میں ہو یا وڈیو اور آواز کی صورت میں ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے لہو الحدیث سے متعلق مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ کو عام رکھنا ہی درست ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کسی چیز کی تخصیص

نہیں فرمائی ہے، لہٰذا اس سے مراد ہر وہ بات ہے جو اللہ کی راہ سے غافل کرنے والی ہو کہ جس کے سننے سے اللہ نے یا اس کے رسول نے روک دیا ہے۔[1] اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ: اس سے مراد ہر وہ چیز ہے، جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل کر دے۔[2] حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ "لہو الحدیث" کی تفسیر میں شیخ عبد الرحمان السعدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"﴿لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ ان باتوں کو [کہتے ہیں] جو دلوں کو غافل کر دینے والی اور عظیم مقصد سے روک دینے والی ہوتی ہیں۔ چناں چہ اس میں ہر حرام کلام، ہر باطل اور ایسے اقوال پر مشتمل ہر ہذیان داخل ہے، جو کفر، فسق اور معصیت کی رغبت پیدا کرے، وہ اقوال حق کو رد کرنے والے لوگوں کے ہوں، جو باطل کے ساتھ بحث کر کے حق کو زیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، غیبت، چغلی، جھوٹ اور گالی گلوچ کی صورت میں ہوں یا گانے، بجانے، شیطان کے باجوں اور غافل کر دینے والی داستانوں اور افسانوں کی صورت میں ہوں، جن کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہو نہ آخرت میں۔ تو لوگوں کی یہ قسم وہ ہے، جو ہدایت والی بات چھوڑ کر "لَھْو" والی بات خریدتی ہے۔"[3]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ "لہو الحدیث" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لہو الحدیث سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز و سامان اور آلات، ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دے۔ اس میں قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے اور جنسی اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچارک اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔ عہدِ رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اسی مقصد کے لیے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں تاکہ قرآن و اسلام سے وہ دور رہیں۔ اس اعتبار سے اس میں گلوکارائیں بھی آجاتی ہیں، جو آج کل فن کار، فلمی ستارہ اور ثقافتی سفیر اور پتہ نہیں کیسے کیسے مہذب، خوش نما اور دل

[1] عنى به كلّ ما كان من الحديث ملهيا عن سبيل الله مما نهى الله عن استماعه أو رسوله..... جامع البيان ۵۳۹/۱۸

[2] كل ما شغلك عن عباده الله وذكره..... روح المعانى للآلوسى ۶۲/۰۸ [3] تفسیر القرآن الکریم ۳/ ۵۱۴-۵۱۵

فریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔"[1]

آج ہمارے معاشرے میں بہت سے متصوفانہ مزاج رکھنے والے مُتدَیِّن لوگ بھی حرام عرس و سماع کی محفلیں سجاتے ہیں، جہاں حرام آلاتِ لہو و لعب کے ذریعہ شیطانی عمل رقص و سرود اور گانے بجانے کا دور چلتا ہے، مراہق قسم کی بچیاں اور اَمرد بچے ناچتے گاتے ہیں، مرد و زن کا بے باکانہ اختلاط ہوتا ہے، آپس میں ایک دوسرے پر فحش قسم کے جملے پھینکے جاتے ہیں، قابلِ نفریں ہنسی و مذاق ہوتا ہے، قوالیاں سنی سنائی جاتی ہیں، نشہ گانجا بھنگ کا دور چلتا ہے اور پھر اولیاء الشیاطین کو حال آتا ہے۔ افسوس صد افسوس! ان بے ہودہ، لغویات اور فواحش کو دین کا کام سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ ان کے حرام ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے صاحبزادے مولوی مصطفیٰ رضا قادری کی تصدیق شدہ، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی (۱۳۴۳ھ) سے مطبوع، محمد عرفان علی رضوی کی تصنیف "عرفان ہدایت" میں ہے کہ:

"حیف صد حیف کہ اس زمانہ میں اعراس یعنی عرسوں کا میلہ بنالیا گیا ہے۔ رنڈیوں کا ناچ ہوتا ہے۔ ڈھولکی، طبلہ کھڑکتا ہے۔ ہارمونیم بجتا ہے۔ اور طرہ یہ کہ ان افعال کو جائز بلکہ قرب الی اللہ کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔ منع کرنے والوں پر لعن طعن کی جاتی ہے۔ عوام تو عوام اچھے خاصے پڑھے لکھے بلکہ سجادگان درگاہ ان بلاؤں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ سماع مع مزامیر کے سننے سے انھیں پرہیز نہیں ہوتا، بلکہ شوق ہوتا ہے۔ حالاں کہ مزامیر حرام قطعی ہیں۔"[2]

گانا بجانا اور موسیقی

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ گانا بجانا، رقص و سرود اور موسیقی اسلامی شریعت میں ممنوع اور حرام ہیں۔ ائمہ کرام نے بالاتفاق اسے حرام قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں یہ ایک فن اور آرٹ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، انٹرنیٹ اور موبائل فون نے گھر گھر میں اس خبیث وبا کو پہنچا دیا ہے، بلکہ ٹِک ٹاک اور دیگر سوشل نیٹ ورک وغیرہ پر اچھے خاصے مسلم نوجوان اور دوشیزائیں ایک قدم آگے

[1] تفسیر احسن البیان ص: ۱۱۴۱ [2] بحوالہ: قبولیتِ عمل کے شرائط ص: ۳۳۶

بڑھ کر اس کا حصہ بن رہی ہیں۔ ان کے اندر گلوکار، موسیقار، سٹار اور اداکار بننے کا جنون سوار ہے اور انہی فلمی اداکاروں و اداکاراؤں کی نقالی میں مسلم نوجوان، بچے اور بچیاں عریاں و چست لباس، بالوں کی تراش خراش، گفتگو اور ڈائیلاگ، چلنے پھرنے کے انداز وغیرہ کو بڑے شوق سے اپنا رہے ہیں۔ اور ثقافتی کلچر کے نام پر معاشرے میں بھی ان واہیات کی خوب پذیرائی ہو رہی ہے۔

موجودہ دور میں چند ایسے دینی اسکالرز بھی وجود میں آچکے ہیں، جو منہجِ فہم سلف سے ہٹ کر ہمہ وقت شرعی احکام و مسائل کو عصرِ حاضر کے مطابق ڈھالنے کے لیے بے جا طور پر کوشاں رہتے ہیں اور اپنے اسی نظریہ کی وجہ سے بہت سارے دینی مسائل میں نرمی کا گوشہ رکھتے ہیں اور اپنی روشن خیالی کے چلتے بسا اوقات بعض دینی شعائر و مسلمات کا انکار بھی کر جاتے ہیں۔ اس حلقے کی جانب سے موسیقی کے متعلق بھی اسی طرح کا شوشہ چھوڑا گیا ہے اور چند بے بنیاد شبہات کا سہارا لے کر من مانی طور پر غنا اور موسیقی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس نظریے نے مسلم معاشرے کے اندر موسیقی کے پھیلاؤ میں خاصا کردار ادا کیا ہے۔

حمد و نعت اور اصلاحی قسم کی نظموں کو سریلی آواز میں پڑھنا ایک الگ چیز ہے، اسے موسیقی اور غنا کا نام دینا اور اس پر قیاس کر کے موسیقی کو جائز قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے۔ جب کہ کتاب و سنت میں موسیقی اور اس کے آلات کی حرمت پر صریح دلیلیں موجود ہیں اور لہو الحدیث کی عمومیت میں یہ داخل ہے، بلکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا مصداق غنا ہی کو قرار دیا ہے۔

اسی طرح شادی وغیرہ کے موقعے پر چھوٹی بچیوں یا لونڈیوں کا اخلاقی دائرے میں رہ کر اشعار پڑھنے اور دَف بجانے کا جواز بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ موسیقی اور آلاتِ موسیقی بھی جائز ہے، دونوں دو الگ الگ چیزیں ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ شریعتِ مطہرہ میں آلاتِ موسیقی کے ساتھ بچیوں کا اشعار پڑھنا بھی ثابت نہیں ہے، صرف شادی کے موقع پر لونڈی اور چھوٹی بچیوں کے دف بجانے کا ثبوت ملتا ہے اور وہ دف چلنی کے مانند ہوا کرتا تھا، جو صرف ایک طرف سے وہ بھی ہاتھ کے

ذریعہ بجائی جاتی تھی۔ ان چھوٹی بچیوں کا موازنہ دورِ جدید کی پیشہ ور مغنیات اور گلوکاراؤں سے کرنا قطعی ناانصافی، ظلم اور حرمت کے دلائل ہوتے ہوئے قیاس مع الفارق ہے۔

گانا بجانا اور موسیقی شیطانی افعال ہیں، اس سے دلوں میں نفاق پیدا ہوتا ہے اور روح پژمردہ ہوتی ہے، یہ دین سے دوری اور بے حیائی کا سبب بنتی ہے، اس سے شہوانی خواہشات بھڑکتے ہیں اور حیوانی جبلت کو جلا ملتی ہے، اس میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو کر لایعنی چیزوں میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرتا ہے، یہ وہ ہتھیار ہے، جس کے ذریعہ شیطان اچھے بھلے بندوں کو بے غیرت اور دیوث بنا کر گمراہ کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں:

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾

”اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا لے اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن اور انھیں وعدے دے اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں کوئی وعدہ نہیں دیتا۔“ [الإسراء:٦٤]

یہاں اس آیتِ کریمہ میں ﴿بِصَوْتِكَ﴾ یعنی شیطان کی آواز سے مراد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق: {كلّ داع دعا إلى معصية الله} ”ہر پکارنے والا جو اللہ کی معصیت کی طرف بلائے“، ہے۔ چناں چہ ہر وہ آواز جو اللہ کی نافرمانی کی دعوت دے، اس کا مصداق ہے اور اس میں گانا بجانا، موسیقی، گالی گلوچ، بدکاری اور ہر برے کام کی دعوت اور ہر وہ پکار جو اللہ کی یاد سے غافل کرنے والی ہو شامل ہے۔ اور مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ نے اس سے مراد لہو اور غنا لیا ہے۔[1]

ایک طرف موسیقی کے جواز کا فتویٰ ہے اور دوسری طرف شرعی دلائل اس کی حرمت پر دلالت

[1] دیکھیے: جامع البیان ۱۴/ ٦٥٧

[2] سنن ابو داود: ۴۹۲۴، مسند احمد: ۴۹٦۵، صحیح

کرتے ہیں۔ ہمارے اس ترقی یافتہ دور کے موسیقی اور آلاتِ موسیقی کی بات چھوڑیے عہد نبوی و صحابہ میں جو موسیقی رائج تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا اور ہمارے سلف نے نبوی ممانعت کی وجہ سے اسے سننا بھی گوارا نہیں کیا۔

مشہور ثقہ تابعی نافع رحمہ اللہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کہتے ہیں:

”سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا، قَالَ: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ، وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَقَالَ لِي: يَا نَافِعُ! هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا، فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا“

”ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ لیں اور راستے سے دور چلے گئے اور مجھ سے پوچھا: اے نافع! کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ تو میں نے کہا: نہیں۔ نافع کہتے ہیں: انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے اٹھالیں اور کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے اسی طرح کی آواز سنی تو آپ نے ایسے ہی کیا تھا۔“[1]

یہ حدیث صریح طور پر بانسری کی حرمت اور اس کی ناپسندیدگی پر دلالت کرتی ہے، جو موسیقی کا ایک لازمی جزو ہوتی ہے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے، مگر ان کا اس حدیث کو منکر قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ انھوں نے اس کے منکر ہونے کی کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے، جیسا کہ سنن ابو داود کے شارح علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے امام ابو داود رحمہ اللہ کے قول کی نفی کرتے ہوئے اس حدیث کی سند کو جید قوی قرار دیا ہے، شیخ شعیب ارناؤوط اور حافظ زبیر علی زئی رحمہما اللہ نے اس حدیث کو حسن اور شیخ احمد شاکر اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ غرض کہ مذکورہ بالا حدیث قابلِ استدلال اور لائقِ حجت ہے۔

در حقیقت ہم نبوی فرمان کے مطابق اس پُرفتن دور سے گزر رہے ہیں کہ جس میں زنا، شراب، ریشم، سود اور گانے بجانے و آلاتِ موسیقی کو مختلف حیلہ و بہانہ کے ساتھ، ان کا کچھ اور نام دے کر

[1] سنن ابو داود : ٤٩٢٤، مسند احمد : ٤٩٦٥، صحیح

حلال اور درست قرار دیا جا رہا ہے، جیسا کہ اوپر دورِ فتن کے سلسلے میں صحیح بخاری اور سنن ابن ماجہ کے حوالے سے حدیثِ نبوی ہم ذکر کر آئے ہیں۔ ایسی صورت میں گانے بجانے اور موسیقی کے رسیا لوگوں کو درج ذیل نبوی وعید پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کہیں وہ آندھی و طوفان اور زلزلوں کے ذریعہ زمین میں نہ دھنسا دیے جائیں یا ان پر پتھروں کی بارش نہ کر دی جائے یا ان کی صورت ہی مسخ نہ کر دی جائے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے کا ایک سبب آلاتِ موسیقی کا عام ہونا بھی ہے۔

جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَتَى ذَاكَ؟ قَالَ: ((إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ)) ”اس امت میں خسف، مسخ اور قذف * واقع ہوگا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے بجانے والیاں اور آلاتِ موسیقی عام ہو جائے گی اور شراب پی جائے گی۔“[1]

معلوم ہوا کہ آلاتِ موسیقی حرام ہیں، کیوں کہ اگر یہ حلال ہوتے تو ان کا عام ہونا نزولِ عذاب کا سبب نہیں بنتا، لہٰذا جو کام اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کے اترنے کا سبب بنے ہمیں اس کے قریب جانے سے بچنا چاہیے۔

جنسیات پر مشتمل فحش لٹریچر

ادب، آرٹ، سیکس ایجوکیشن، ترقی پسند ادب اور فن کے نام پر کتابی شکل میں بہت سارے فحش اور خام مواد بک اسٹالوں پر دستیاب ہیں ہی، مگر جدید ٹیکنالوجی کے دور میں انٹرنیٹ پر بھی ایسی فحش اور عریاں تحریریں کافی مقدار میں موجود ہیں، جو کہ حقیقت میں فحاشیت کا نمونہ اور جنسی بے راہ روی کو فروغ دینے کا ذریعہ ہیں۔ ایسی تحریریں اور کہانیاں بدکاری پر ابھارنے والی ہوتی ہیں، لڑکیوں اور

[1] جامع ترمذی:۲۲۱۲، سلسلۃ الصحیحۃ:۲۲۰۳ * **خَسْف :** زمین میں دھنسایا جانا، **مَسْخ :** چہروں کا مسخ ہونا، **قَذْف :** آسمان سے پتھروں کی بارش۔

لڑکوں میں مَن پسند شادی کو پروان چڑھانے اور عشق و محبت کے نام پر بغاوت کا عنصر پیدا کرتی ہیں، نام نہاد آزادی کے نام پر دین و مذہب سے بے زار کرنے والی ہوتی ہیں اور اخلاق و کردار پر منفی اثر ڈالتی ہیں۔سیکس ایجوکیشن کے نام پر بدکاری اور غیر فطری جنسی تکمیل پر ابھارتی ہیں، جنسی ہیجان اور تحریک پیدا کرتی ہیں اور ذہن و دماغ کو مختل کرتی ہیں۔ ایسی فحش اور عریاں تحریروں کا شمار بھی لہو الحدیث میں ہوتا ہے، لہٰذا ان سے دوری اختیار کرنا ضروری ہے۔

ساتھ ہی بچوں اور بچیوں کو ان کی استعداد اور عمر کے مطابق مناسب طریقے سے ان کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ جنسی تربیت پر بھی دھیان دیا جانا چاہیے، بڑھتی عمر کے ساتھ مرحلہ وار ان کی مناسب تربیت کی جائے، کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بچپن ہی سے ان کے لیے الگ بستروں کا انتظام کیا جائے، ستر و حجاب کے احکام بتلائے جائیں، ابتدائے عمر ہی سے ان کے اندر حیا اور عفت و پاک دامنی کی صفت پیدا کی جائے، بدنظری کے نقصانات، شرم گاہوں کی حفاظت، اور پردے کی اہمیت سے انھیں آگاہ کیا جائے۔ چھوٹے بڑے کا احترام اُن کے دل میں جاگزیں کیا جائے، بچوں اور بچیوں کے لباس میں تفریق کی جائے، بلوغت کی عمر کو پہنچنے پر بچوں کو بلوغت کے احکام بتائے جائیں اور بطور خاص مائیں اپنی بچیوں کو حیض و نفاس کے مسائل بتائیں، قریب البلوغ بچیوں کو پردہ کرنے کی ترغیب دلائیں اور دونوں صنفوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جائے کہ ہر ایک کے خاص مسائل ہیں اور ان کو اسی اعتبار سے رہنا ہے، وضو اور غسل کے احکام بتائے جائیں، جن چیزوں سے غسل واجب ہوتی ہے اور جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اسے بتایا جائے، دوستی کے تعلق سے ان پر نگاہ رکھی جائے کہ کہیں وہ غلط لوگوں کی صحبت نہ اختیار کرلیں، اسی طرح بلوغت کی عمر میں پہنچنے والے بچوں کو بتایا جائے کہ ان کے لیے لڑکیوں سے دوستی کرنا، اُن کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں کرنا ہرگز مناسب نہیں بلکہ حرام ہے اور نہ ہی بغیر نکاح کے کسی غیر سے مجامعت کرنا درست ہے۔ہاں جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے شریعت نے نکاح کا پاکیزہ راستہ متعیّن کیا ہے۔ اور بچیوں

کو بھی تاکید کی جائے کہ ان کے لیے لڑکوں سے دوستی کرنا، غیر محرم مردوں کے سامنے نسوانی حسن ظاہر کرنا اور ان سے کسی شدید ضرورت کے بغیر موبائل پر گفتگو کرنا قطعی زیب نہیں دیتا، ہر ایک کی دوستی ان کی اپنی ہی صنفوں کے ساتھ مناسب دائرے میں ہو۔ شادی کی عمر کو پہنچنے والے بچوں اور بچیوں کو مناسب ڈھنگ سے جنسیات سے متعلق دینی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ ساتھ ہی میاں بیوی یعنی والدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے سامنے آپس میں کسی بھی طرح کے جنسی مذاق اور جسمانی چھیڑ چھاڑ سے مکمل پرہیز کریں اور اس قبیل کا رویہ اختیار کرنے سے احتیاط برتیں۔

علاوہ ازیں بچوں پر حد سے زیادہ اعتماد نہ کیا جائے کہ ہمارا بچہ تو ابھی بہت نادان اور بھولا ہے وہ اخلاقی برائیوں کا شکار کیسے ہو سکتا ہے؟ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب ان سے ان کے بچوں سے متعلق کوئی شکایت کی جاتی ہے یا ان کی اخلاقی گراوٹ کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے تو وہ اس پر غور و فکر کرنے کے بجائے اپنے بچوں کو کم عمر، نادان اور بھولا کہہ کر تجاہلِ عارفانہ برتتے ہوئے ٹال جاتے ہیں اور نتیجتاً جب کوئی بڑا حادثہ پیش آتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور ایسا اکثر بچوں پر حد سے زیادہ اعتماد کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

بچوں کی جنسی تربیت کے سلسلے میں علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف (**آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ**) بڑی عمدہ کتاب ہے۔ فی الحال اس کا اردو ترجمہ (**سنتِ مطہرہ اور آدابِ مباشرت**) کے نام سے شائع ہو چکی ہے، اس کو انھیں مطالعہ کے لیے دیا جائے وغیرہ۔

اسی طرح بچوں اور بچیوں کو بلوغت کی عمر تک پہنچنے کے بعد جتنا جلدی ممکن ہو سکے ان کی شادی کا بندوبست کیا جائے، بلوغت کے بعد بلا وجہ شادی میں تاخیر نہ کی جائے ورنہ معاشرے میں بے حیائی اور زنا کاری عام ہوگی، لڑکے اور لڑکیاں بے حیائی کا عام مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی مرضی سے شادی کریں گے، گھریلو اور سماجی دباؤ کی صورت میں کورٹ میرج کریں گے، لڑکیاں اہلِ خانہ سے بغاوت کر کے گھروں سے فرار ہوں گی، عزتیں لُٹیں گی، نسلیں برباد ہوں گی، اسقاطِ حمل کی شرح میں اضافہ ہوگا

اور زنا بالجبر کے واقعات میں روز افزوں ترقی ہوگی۔ جس سے سماج و معاشرے اور سوسائٹی کا اخلاقی نظام بگڑے گا اور خاندان و قبائل کے درمیان رسہ کشی عام ہوگی اور آپسی خانہ جنگی جیسا ماحول ہوگا۔

مذکورہ بالا سارے جتن اس لیے بھی ضروری ہیں تاکہ نوجوان نسل کو سیکس ایجوکیشن پر مشتمل حیا سوز فحش لٹریچر اور فحش ویڈیوز کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہی نہ پڑے، لہذا اگر ہم بچوں کو ان کی بڑھتی عمر کے ساتھ مناسب جنسی تربیت نہیں کریں گے تو لامحالہ وہ غلط راستوں کا انتخاب کریں گے اور بے راہ روی کا شکار ہوں گے۔

فحش ویڈیوز کا بڑھتا ہوا سیلاب

مختلف سوشل ویب سائٹس کی وجہ سے بہت سی ایسی ویڈیوز تک نوجوانوں کی پہنچ آسان ہوگئی ہے، جس سے جنسی بے راہ روی کو کافی بڑھاوا ملا ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود مختلف سروے سے ماخوذ معلومات کے مطابق پورنوگرافی پر مشتمل ان ویب سائٹس کے ناظرین کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ بیش تر نوجوان جنسی جذبات کی تسکین کے لیے ان فحش ویب سائٹس کا رخ کرتے ہیں اور اس وبائے ہولناک کا شکار ہو کر اپنا اخلاق و کردار بگاڑ رہے ہیں اور ان کے ذریعہ غیر فطری ڈھنگ سے اپنے جنسی خواہشات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ بچوں کی پہنچ بھی اب اِن ویب سائٹس تک بآسانی ہو جاتی ہے، جس سے ان میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور قبل از وقت وہ بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہیں اور خود وہ بھی آئے دن جنسی استحصال کا شکار ہو رہے ہیں۔ معاشرے میں جنسی بے راہ روی اور ریپ کا بڑھتا ہوا رجحان، مرد و زن کے بے باکانہ اختلاط اور جنسی آزادی کے ساتھ ساتھ جنسیات کی اِنھیں آزاد ویب سائٹس کا بدنما ثمرہ ہے، بلکہ انسانیت سے گری ہوئی قحبہ گری کا پیشہ بھی مختلف ویب سائٹس کے ذریعہ آن لائن چلایا جاتا ہے، جو جنسی انحراف کے لیے ایک وسیع میدان ہموار کرتا ہے۔

۲۰۱۳ء میں شائع شدہ بی بی سی اردو کی ایک رپورٹ کے مطابق مختلف ویب سائٹوں پر پورن یا فحش مواد

اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ ایک سروے کے مطابق زیادہ تر بچے گیارہ سال کی عمر تک اس سے کسی نہ کسی صورت میں متعارف ہو چکے ہوتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر ہونے والی سرچ یا تلاش میں سے پچیس فیصد مواد پورن سے متعلق ہوتے ہیں اور ہر سیکنڈ میں کم سے کم تیس ہزار لوگ اس طرح کی سائٹ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔[1]

۲۰۱۵ء کی گوگل رپورٹ کے مطابق ہمارے ملک ہندوستان میں روزانہ چھ کروڑ لوگ فحش مواد پر مشتمل ویب سائٹس کا وزٹ کرتے ہیں، جب کہ عام صارفین سے فحش مواد کا آپسی تبادلہ کرنے اور گوگل وغیرہ پر اشتہاری فحش تصاویر کے دیکھنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ اِدھر کئی سالوں سے موبائل، ٹیبلٹ اور اسمارٹ فون وغیرہ کی کثرت اور ڈاٹا پیک کی قیمتوں میں گراوٹ اور انٹرنیٹ کی رفتار میں بڑھوتری کی وجہ سے یہ وبا بہت عام ہو گئی ہے اور لوگوں کی پہنچ فحش مواد تک انتہائی آسان ہو چکی ہے۔

اس وقت ایک اندازے کے مطابق تقریبًا اَسّی فیصد اسمارٹ فون کے ناظرین پورن گرافی پر مشتمل فحش ویب سائٹس کا وزٹ کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ تقریبًا زیادہ تر مفید اور معلوماتی ویب سائٹس پر فحش ویڈیوز پر مشتمل ویب سائٹس کا لنک اور ان کے اشتہار گردش کرتے رہتے ہیں، بالخصوص یوٹیوب وغیرہ پر بہ کثرت ان کا اشتہار آتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے نوجوان نسل کیا ہر عمر کے زیادہ تر وزیٹرس ان کے دامِ فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں پورن ویڈیوز کی فلم بندی اور تشہیر صرف تفریحِ طبع کے طور پر نہیں کی جاتی ہے، بلکہ یہ جدید دنیا کا ایک بڑا اور نامی کاروبار ہے۔ اس وقت مختلف سروے کے مطابق انٹرنیٹ کی دنیا میں تقریبًا سب سے زیادہ کمائی پورن انڈسٹری کے ذریعہ کی جاتی ہے اور دنیا بھر میں اس کے ناظرین بھی سب سے زیادہ ہیں۔

تحقیقات کے مطابق اگرچہ باقاعدہ پہلی پورن فلم ۱۸۹۵ء میں ریلیز ہوئی تھی، جس کا دورانیہ سولہ منٹ تھا اور یہ کافی منافع بخش بھی رہی تھی، مگر پورنوگرافی کی تاریخ کافی قدیم ہے، معاشرے کی اخلاقی

[1] دیکھیے : https://www.bbc.com/urdu/india/2013/04/130415_web_porn_sc_notice_mb

قدروں کو گرانے اور فری سیکس کے رجحان کو عام کرنے کے لیے اس کا استعمال مختلف طرح سے کیا جاتا رہا ہے، کہیں فن اور آرٹ کے نام سے تو کہیں تفریحِ طبع کی خاطر اس طرح کے فحش مناظر کی عکس بندی کی جاتی رہی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور سے پہلے یہ پیڑوں، پودوں اور پتھروں وغیرہ پر عکس سازی تک محدود تھی اور اب ترقی کے نئے منازل طے کر رہی ہے۔ کیمرا اور ویڈیو گرافی کے دور کے بعد انٹرنیٹ نے اس کی محدود دنیا کو وسیع تر کر دیا ہے۔ پورن انڈسٹری والوں نے بھی اپنے منافع کو بڑھانے کے لیے اس عمل میں نئی نئی جدت طرازیاں کی ہیں اور سیکس کو مختلف کیٹگریز میں تقسیم کر دیا ہے، جس سے ان ویڈیوز کے ناظرین میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ اس وقت پورن انڈسٹری ایک منافع بخش پروڈکٹ کے روپ میں جانی جاتی ہے اور انٹرنیٹ کی آن لائن مارکیٹنگ نے اس کی تشہیر اور کمائی میں کافی اضافہ کیا ہے۔[1]

آج لوگوں میں جنسی تکمیل کے جو غیر فطری اور وحشیانہ طریقے رائج ہو رہے ہیں، آئے دن معصوم اور نوخیز بچوں اور بچیوں کے ساتھ زنا بالجبر اور گینگ ریپ کے جو دلدوز اور وحشت ناک حادثے پیش آرہے ہیں، آزادانہ ماحول، بُری صحبت، غلط تربیت اور اِنھیں فحش ویب سائٹس پر موجود غلط ویڈیوز کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

کسی بھی معاشرے کی تباہی کے لیے سب سے بڑا ہتھیار وہاں کے لوگوں میں جنسی تحریک و ہیجان پیدا کر کے ان کی اخلاقی حالت پست کر دینا ہے۔ جنسی کج روی کی تاریخ یہود و نصاریٰ سے ملتی ہے، یہی اس کے سب سے زیادہ شکار رہے ہیں اور ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ اپنے علاوہ دیگر لوگوں کو زیر کرنے کے لیے انھوں نے اسے بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔ کبھی اس جنسی تحریک کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا گیا تھا تاکہ انھیں اخلاقی اعتبار سے پژمردہ بنا دیا جائے، مگر اس وقت پوری دنیا اس

[1] فحش مواد کے پھیلاؤ اور اس کے اثراتِ بد سے متعلق جان کاری کے لیے درج ذیل ویب سائٹس لنک پر موجود مضامین دیکھیے:
(1) http://democracy.paknovels.com/2017/05/blog-post_24.html (2) https://jang.com.pk/news/289159-todays-print
(3) http://www.fikrokhabar.com/ur/content-details/1182/essays/porn-filmaun-ka-kala-karobar-nayi-nasl-ko-karraha-hai-bekar-news.html

بے حیائی کے لپیٹ میں ہے۔

یہ صرف مسلمانوں کے لیے ضرر کا باعث نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعہ پوری نئی نسل اور پوری انسانیت کا جنازہ نکالا جا رہا ہے اور اس بے حیائی کے عام ہونے کی وجہ سے پوری انسانیت تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت یورپی ممالک اس بے حیائی کے برے نتائج کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔

ہماری اس صدی میں انٹرنیٹ اور موبائلوں کے بہ کثرت استعمال نے اس بے حیائی کو تقریباً بیش تر گھروں میں پہنچا دیا ہے اور چھوٹے بڑے سبھی اس کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں خود موبائل فون وغیرہ کا استعمال مثبت سوچ لے کر اس کے افادی پہلوؤں کے مطابق کرنا چاہیے، اپنے آپ کو اس کی ہلاکت خیزیوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور اپنے اہلِ خانہ سمیت دیگر متعلقین کو بھی اس کے مثبت و مفید استعمال کی ترغیب دلانی چاہیے اور آنے والی نسلوں کو بھی ان میں موجود خرافات سے بچانے کی منظم کوشش اور لائحۂ عمل بنانا چاہیے۔

سوشل میڈیا پر جہاں لہو الحدیث کی قبیل سے بہت سی عریاں تصویریں اور فحش ویڈیوز اور مناظر پائے جاتے ہیں، وہیں لوگ اس طرح کی چیزوں کو بڑی کثرت سے شیئر بھی کرتے ہیں، دوست احباب کے پاس بھی بھیجتے ہیں اور مزید جھوٹی و فحش خبروں کی نشر و اشاعت میں بھی خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، جب کہ ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اس لیے اس طرح کی حرکتوں سے بچنا ضروری ہے۔ ورنہ یاد رکھیں! انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر اَپ لوڈ یا شیئر کی گئی چیزیں انمٹ ہوتی ہیں، آگے چل کر کتنے ہاتھوں میں وہ مواد پہنچے گا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح دیکھنے والوں میں سے ہر ایک کے گناہوں میں آپ بھی شریک ہوں گے اور موت کے بعد بھی گناہوں کا یہ سلسلہ معلوم نہیں کب تک رواں دواں رہے گا اور مسلسل آپ کا اعمال نامہ گناہوں سے آلودہ ہو کر سیاہ ہوتا رہے گا۔ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ [النور:۱۹]

موجودہ دور میں فحش کاموں، فحاشی کی افواہوں اور الزام تراشیوں کی تشہیر و اشاعت کا دائرۂ اثر بہت وسیع ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے اخلاقی انارکی پھیل رہی ہے، زنا اور اس کا تذکرہ عام ہو رہا ہے، نئی نسل کے نوجوان فحش کاموں کو انجام دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور زیادہ تر لوگ ترسیل و ابلاغ کے جدید وسائل کے ذریعہ فحش کاموں اور فحاشی کی افواہوں کے پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ نتیجتاً پوری دنیا مختلف طرح کی وباؤں، آفتوں، نت نئی بیماریوں نیز خوف و ہراس، بدامنی اور آپسی قتل و خوں ریزی کی صورت میں اللہ کے عذابِ الیم کا سامنا کر رہی ہے اور آخرت کا عذابِ الیم تو ابھی باقی ہے۔ اللہ ہم سب کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تنہائی کے لمحات میں گناہوں کا صدور

جو لوگ تنہائی میں اللہ کو یاد کرنے کے بجائے مختلف فحش اور غلط ویب سائٹس کا وزٹ کرتے ہیں، اپنا بیش قیمت وقت لایعنی چیزوں کے پڑھنے اور فحش ویڈیو کے دیکھنے میں صرف کرتے ہیں، انھیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے۔ آخر معصیتِ الٰہی میں وقت ضائع کرنے سے انھیں سوائے خسارہ کے کیا ملتا ہے؟ لوگوں کی نگاہوں سے تو وہ بچے رہتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور مراقبے سے کیسے بچیں گے؟

یاد رکھیں! تنہائی میں فحش و عریاں مناظر کے ذریعہ نگاہوں کو آلودہ کرنے والے یہ رنگین لمحات وقتی اور عارضی طور پر تو فرحت بخش ہوتے ہیں، مگر دیکھنے والوں کی بداعمالی میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں، نگاہیں حرام کاموں کی مرتکب ہوتی ہیں، آنکھوں کا زنا یہی تو ہے کہ ہم اسے حرام کاری میں

استعمال کریں اور فحش مناظر سے لطف اندوز ہوں۔

ذرا سوچیں! ہماری یہی نگاہیں جب ہمارے خلاف گواہی دیں گی تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ ہم جن کی تسکین کے لیے راتوں کی نیندیں حرام کیے رہتے ہیں وہ ہمارے خلاف گواہی دیں گی تو وہ منظر کتنا الم ناک اور تکلیف دِہ ہوگا؟ ابھی وقت ہے، اپنا جائزہ لیں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور ان لایعنی چیزوں کو ترک کرکے اللہ رب العزت کے حضور آنسو بہا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، توبہ واستغفار کریں، اور آیندہ اپنی خلوت میں کسی طرح کا گناہ انجام نہ دینے کا پختہ عہد کریں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَٰرُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۞ وَقَالُوا۟ لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا۟ أَنطَقَنَا ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

”یہاں تک کہ جب وہ سب وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گے، جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گے، ہمیں اسی اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے، جس نے ہر چیز کو قوتِ گویائی بخشی۔ اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف تم واپس لائے جارہے ہو۔“ [فصلت:۲۰-۲۱]

یاد رکھیں! ہم بظاہر چاہے جتنی نیکیاں کرلیں، اگر اپنی تنہائی میں حرام امور کا ارتکاب کریں گے تو ہمارے نیک اعمال کے ذخیرے فضا میں اڑنے والے ذرات کی شکل میں تبدیل کردیے جائیں گے یعنی پہاڑ جیسے کیے ہوئے اعمال کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہوگی۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي، يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ، بِيضًا، فَيَجْعَلُهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا. قَالَ ثَوْبَانُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! صِفْهُمْ

لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا؛ أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ. قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ، وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ، وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوهَا)) ”میں اپنی امت میں سے ان لوگوں کو ضرور جان لوں گا جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں جیسی سفید نیکیاں لے کر آئیں گے تو اللہ عزوجل ان نیکیوں کو بکھرے ہوئے ذرات میں بدل دے گا۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے ان کی صفات بیان فرما دیجیے! ہمارے لیے ان کے حالات کھول دیجیے! کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان میں سے ہو جائیں اور ہمیں علم بھی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: وہ تمھارے بھائیوں میں سے ہوں گے اور تمھاری قوم میں سے ہوں گے اور وہ لوگ رات کا کچھ حصہ عبادت کے لیے لیں گے، جس طرح تم کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ جب انھیں تنہائی میں اللہ کی حرام کی ہوئی گناہوں کا موقع ملے گا تو وہ ان کاموں کا ارتکاب کریں گے۔“[1]

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے تو نیک بنے رہیں گے، تقویٰ بگھاریں گے، خود کو نیک باز ظاہر کریں گے اور راتوں کا کچھ حصہ عبادت میں گزاریں گے یعنی تہجد بھی پڑھیں گے، لیکن جب انھیں کوئی دیکھنے والا نہیں رہے گا تو گناہوں سے باز نہیں رہیں گے، تنہائی کو گناہوں سے آلودہ کریں گے، گناہ کا موقع ملنے پر اپنے داؤ سے نہیں چوکیں گے۔ ایسے لوگوں کی نیکیوں کو اللہ گرد و غبار میں تبدیل کر دے گا، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی یعنی اللہ انھیں قبول نہیں فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں سے چھپ کر تنہائی میں کیا جانے والا گناہ نیکیوں کو ضائع کرنے والا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی تنہائیوں کو گناہوں سے بچائیں اور لایعنی چیزوں میں ضائع نہ کریں، جہاں کہیں رہیں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا کامل یقین رکھیں۔ یاد رکھیں! ہمارا کوئی کام اللہ تعالیٰ سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ لوگوں کی نگاہوں سے چھپا کر ہم اللہ سے نہیں چھپا سکتے ہیں۔ وہ تو ہمارے سارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ رب العزت فرما رہا ہے:

[1] سنن ابن ماجہ: ۴۲۴۵، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۵۰۵

﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾ ''وہ لوگوں سے چھپانا چاہتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپاتے، حالاں کہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جب وہ رات کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں ہوتا، مشورہ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ ہمیشہ سے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' [النساء:۱۰۸]

جاہل مفتیوں کی بھرمار

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی آزاد فضا میں بہت سے کم علم اور نادان لوگ دینی مسائل پر بھی بحث و مباحثہ کرتے ہیں، بدزبانی اور فحش کلامی کا سہارا لے کر لوگوں کو سب وشتم سے نوازتے ہیں، بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نہ جانتے ہوئے بھی بہت سے مسائل میں فتویٰ بازی کرتے نظر آتے ہیں، اہلِ علم کی اہم تحقیقات کو کھلا چیلنج دے کر سرِعام اس کا انکار کرتے ہیں، ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کی بنیاد پر ان کی پوری خدمات کو پیچھے ڈال دیتے ہیں، کسی مسئلے میں بحث و مباحثہ کرتے ہوئے فریقِ مخالف کو گالی گلوچ اور سخت بدکلامی کا نشانہ بناتے ہیں، حالاں کہ مسائل پر بحث کرنے کے لیے وہ قطعی طور پر اہل نہیں ہوتے ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگ علما اور محققین کی آڑ لے کر دین کی مسلمات کا استخفاف اور انکار کرتے ہیں۔ اور پھر بھٹکتوں کی ایک بھیڑ ان کی تعریف و ستائش کرتی نظر آتی ہے۔ علم و جان کاری کے بغیر فتویٰ بازی کرنا، دینی مسائل میں اپنی رائے رکھنا اور ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ)) ''عنقریب لوگوں پر مکر و فریب والے سال آئیں گے، ان میں جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی اور سچے کو

جھوٹا قرار دیا جائے گا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا، اور اس دور میں "رویبضة" بات کرے گا۔ پوچھا گیا: "رویبضة" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کے معاملات میں رائے دینے والا بے وقوف اور عیب دار آدمی۔"[1]

واقعہ یہ ہے کہ بہت سارے افراد جو عصری علوم سے تو بہرہ ور ہوتے ہیں تاہم دینی تفقہ کے لیے نہ تو باقاعدہ کسی دینی ادارہ میں رہ کر کتاب و سنت کی فہم حاصل کرتے اور نہ کسی مستند عالم دین کی صحبت میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں، عربی زبان و ادب یا اس کے مزاج سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، محض ذاتی محنت و کوشش سے چند کتابوں کا مطالعہ کرکے، تراجمِ قرآن اور تراجمِ حدیث سے استفادہ کرکے دین کے سب سے بڑے ٹھیکیدار بن جاتے ہیں، خود ساختہ طور پر دین کی تشریح و توضیح کرتے ہیں، قرآن مجید کی من مانی تفسیر کرتے ہیں، احادیث کی جس طرح چاہتے ہیں مطلب نکال کر بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا)) "اللہ علم کو بندوں سے یک بیک نہیں چھینے گا، لیکن علما کو قبض کرکے علم کو اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ ان سے مسئلہ پوچھا جائے گا اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"[2]

انٹرنیٹ اور یوٹیوب وغیرہ پر اس طرح کے بہت سارے لوگ فتویٰ بازی کرکے فتنہ انگیزی کر رہے ہیں، جہاں ایک طرف علمائے متقدمین کو بے جا تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، وہیں علمائے متاخرین کو بھی اپنی کم علمی کے ذریعے چیلنج کرتے ہیں، افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے فیض یافتگان کا حلقہ بھی

[1] سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۶، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ: ۱۸۸۷ [2] صحیح بخاری: ۱۰۰، صحیح مسلم: ۲۶۷۳

کافی وسیع ہوتا ہے، یہ لوگ قرآن و حدیث کا حوالہ دے کر سادہ لوح عوام کو اپنے قابو میں کرتے ہیں اور پھر جس طرح چاہتے ہیں دین کے مسائل سے آگاہ کرتے ہیں، دین میں آسانی اور سہولت کے نام پر دین کا تیاپانچہ کرتے ہیں، علما کو برا بھلا کہتے ہیں، انھیں دقیانوسیت اور فرسودہ خیالی کا طعنہ دیتے ہیں، مختلف فیہ مسائل چھیڑ کر اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو بھی گمراہ کرتے ہیں، ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور عوام الناس کو چاہیے کہ انھی علمائے ربانیین سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں، جنھیں دینی مسائل پر گہرا ادرک حاصل ہو اور جن کی گرفت شرعی علوم پر مضبوط ہو۔

سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے مثبت اور افادی پہلو

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو اور بالخصوص انسانوں کو مختلف قسم کے ایسے انعامات و اعزازات سے نوازا ہے، جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ابلاغ اور میڈیا کے یہ جدید وسائل بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہیں، لہٰذا ان کا استعمال اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کرنے کے بجائے اس کی شکر گزاری کے طور پر کرنا چاہیے۔ ان پر فقط ضرورت کے مطابق ہی وقت صرف کرنا چاہیے۔ بلا مقصد صرف ذہنی لذت و تسکین اور فقط وقت گزاری کے لیے ان کا استعمال ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ ان کے استعمال کے وقت ہمیشہ یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ جس طرح اور دیگر نعمتوں سے متعلق باز پرس ہوگی بعینہ اسی طرح ان کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا کہ ہم نے انھیں کس طرح اور کن کاموں میں استعمال کیا؟

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا وغیرہ کو اس کی نوعیت کے اعتبار سے اچھا یا برا نہیں کہا جا سکتا ہے، بلکہ اس کے اچھا یا برا ہونے کا دار و مدار اس کے استعمال پر منحصر ہے۔ اگر ہم اسے اچھے مصرف میں لاتے ہیں تو ہمارے لیے ہمارے بہت سے کاموں میں آسانی کا ذریعہ اور کافی فائدہ مند ہے اور اگر اس کا غلط استعمال کرتے ہیں تو مستقبل میں ہمارے لیے انتہائی ضرر رساں ثابت ہوگا اور ہمارے

نامۂ اعمال کی سیاہی کا بھی سبب بنے گا۔

ابلاغ کے جدید ذرائع انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا وغیرہ کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مختلف حیثیت سے آج یہ انسانی ضرورت کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ تجارت، معیشت، صنعت و حرفت، روزگار، اسفار، تشہیر، افکار و نظریات کی تحقیق و تدوین، نئی نئی چیزوں کی ریسرچ اور تعلیم کے بہتیرے مسائل ان سے وابستہ ہیں۔ ان جدید وسائل کے آنے سے ہمارے لیے بہت سی چیزیں آسان ہو گئی ہیں اور دنیا ایک گلوبل گاؤں کی مانند ہو گئی ہے۔ اس طرح ہم ان وسائل کی مدد سے اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کو پوری دنیا کے سامنے صحیح ڈھنگ سے پیش کر سکتے ہیں، اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب بروقت دے سکتے ہیں، دینی مسائل کو اچھی طرح عام کر سکتے ہیں، اپنے دینی افکار و نظریات کی تشہیر و اشاعت تحریری شکل میں، ویڈیو اور آڈیو کی شکل میں کر سکتے ہیں۔

ابھی تک میڈیا اور ابلاغ کے ذرائع پر اعدائے اسلام کا مکمل قبضہ تھا، مگر جدید وسائل نے ہماری شمولیت کو بھی آسان کر دیا ہے، ہم بہتر اور منظم ڈھنگ سے اسے اپنے حق میں استعمال کر سکتے ہیں اور اپنے دینی پیغام کو انتہائی منظم ڈھنگ سے دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

کتبِ تفاسیر و احادیث نیز متعدّد معلوماتی، دینی، فقہی اور تاریخی کتابوں تک ہماری رسائی نہایت آسان ہو گئی ہے، کسی بھی مسئلے کے بارے میں ہم آن لائن جان کاری حاصل کر سکتے ہیں، دل نشین اور روح پرور لب و لہجے میں مختلف ماہر قاریوں کی تلاوتِ قرآن پاک سن سکتے ہیں، علما کے بیانات ویڈیو اور آڈیو کی شکل میں دیکھ اور سن سکتے ہیں، کسی بھی حدیث کے بارے میں علمائے فن کی رائے بآسانی جان سکتے ہیں، اس کی تشریح و توضیح دیکھ سکتے ہیں، مرجع کی بیش تر کتابیں آن لائن کر دی گئی ہیں کسی بھی وقت ان سے استفادہ کر سکتے ہیں اور دیگر بہتیری مفید چیزیں انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ بس شرط یہ ہے کہ جدید وسائل کا استعمال ہم دینی مزاج رکھ کر کریں اور لایعنی چیزوں میں غرق ہونے کے

بجائے فقط فائدے کی چیزوں تک محدود رہیں۔

جدید ٹیکنالوجی نے فاصلوں کو ختم کر دیا ہے اور دوریوں کو نزدیکی میں تبدیل کر دیا ہے، ہم جب اور جن سے چاہیں رابطہ کر سکتے ہیں، عزیز و اقارب اور دوست و احباب سے دوریوں کے باوجود ان کے نزدیک رہ سکتے ہیں، ان سے روبرو گفتگو کر سکتے ہیں، کسی بھی وقت ان کے حال احوال کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

اس وقت ہمارے لیے ضروری ہے کہ ابلاغ کے جدید وسائل کا استعمال مثبت اور دینی طرزِ فکر رکھ کر کریں، اس کے افادی پہلوؤں سے فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنیں، غلط افکار و نظریات کی تشہیر، جھوٹی خبروں کی نشر و اشاعت، فحش و لایعنی مواد کے پھیلاؤ سے بچیں اور بچوں کو بھی ان کے منفی اثرات سے بچائیں، اہلِ خانہ کو وقت دیں، خصوصاً اپنے بچوں پر گہری نظر رکھیں، ان کی مصروفیات کا جائزہ لیتے رہیں، ان کی اصلاح و تربیت کریں، ان کا مزاج دینی بنائیں، بلاضرورت انھیں موبائل، کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ وغیرہ کے قریب نہ جانے دیں اور اگر انھیں ان سے استفادہ کی ضرورت ہے تو اس کے افادی پہلوؤں سے روشناس کرائیں اور منفی اثرات سے چوکنا رکھیں، اس معاملے میں انھیں آزاد نہ چھوڑیں، بلکہ قدم قدم پر ان کی رہنمائی کریں، ان کے لیے اچھے دوستوں کا اہتمام کریں، بسا اوقات ان کی آئی ڈی اور نیٹ پر ان کی مصروفیات کا جائزہ لیتے رہیں اور غلط روی کی صورت میں ان کی مناسب تربیت کریں، نیز اس سلسلے میں لڑکا اور لڑکی کے درمیان کوئی تفریق روا نہ رکھیں، جیسا کہ موجودہ دور میں ہمارے مسلم معاشرے میں بھی یہ بات عام ہوتی جا رہی ہے کہ بہت سے لوگ لڑکیوں کے تئیں تو بہت حساس ہوتے ہیں اور ان کی بے راہ روی اور جنسی انحراف پر کڑی نظر رکھتے ہیں، مگر لڑکوں کے تئیں ذرا غفلت سے کام لیتے ہیں اور ان کی بے راہ روی پر کان نہیں دھرتے ہیں۔ چناں چہ لڑکوں کو تو کھلی چھوٹ دے دی جاتی ہے اور صرف لڑکیوں پر تیز نگاہ رکھی جاتی ہے، جب کہ دونوں پر کڑی نظر رکھنا اور ان کی مصروفیات کا جائزہ لیتے رہنا ضروری ہے۔ جنسی انحرافات، عریانیت اور اباحیت سے متعلق تحریری شکل میں اور ویڈیو و آڈیو کی صورت میں انٹرنیٹ پر کافی مواد موجود ہے، خود بھی ان

واہیات سے بچیں اور ہر ممکن طریقے سے اپنی اولاد کو بھی ان سے دور رکھیں۔

بہر حال اگر ان جدید وسائل کا استعمال دینی حدود میں رہ کر انسانیت کے حق میں کیا جائے تو یہ ہمارے لیے بہت مفید، سود مند اور مختلف میدانوں میں انتہائی آسانی کا باعث ہوگا اور اگر ہم سود و زیاں کا احساس کیے بغیر بے محابا ان کو استعمال میں لاتے ہیں تو وقت کے ضیاع اور دنیا و آخرت کی بربادی کے سوا ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

اس وقت کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی دنیا اتنی وسیع ہو گئی ہے کہ مدارس اور تعلیم گاہوں میں طلبہ و طالبات کے لیے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی تعلیم کا بندوبست کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، انھیں بدلتے ادوار کو اپنے ہاتھوں میں لینا اور دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے جدید وسائل کا سہارا لینا ضروری ہے تاکہ وہ بڑھتی ہوئی الحادی فضا اور بدلتے ہوئے اقدار کے ماحول میں اپنی تہذیب و ثقافت کا انمٹ نقوش دنیا والوں پر چھوڑ سکیں۔ ترقی کے منازل طے کر سکیں اور مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خود ان کی سائنسی برتری کو چیلنج کر سکیں۔ کسی سے متاثر ہو کر گمراہ اور بد دین ہونے کے بجائے خود اثر انداز ہوں اور اپنے افکار و نظریات کو جدید وسائل کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا سکیں اور پوری دنیا کے سامنے خود انھیں کے طرز اور انھیں کی زبان میں اسلام کی آفاقی تعلیمات کو عام کر سکیں۔ بہت کم مدارس ایسے ہیں جہاں جدید چیلنجوں سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی انتظام ہے۔ انٹرنیٹ کی حشر سامانیوں کے شکوہ کناں سب ہیں، اس کی زہرناکیوں سے گلہ سب کو ہے، مگر اسی ہتھیار سے ان حشر سامانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے ہاں کوئی بہتر انتظام اور عمدہ لائحۂ عمل نہیں ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین!

خاتمہ

(فواحش سے بچاؤ کی احتیاطی اور انسدادی تدابیر)

گذشتہ صفحات میں فواحش اور معاشرے میں پھیلے مظاہرِ فواحش پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ فواحش سے بچنا بے حد ضروری ہے، ان سے اجتناب و دوری اختیار کیے بغیر مکارمِ اخلاق کی تکمیل نہیں ہو سکتی ہے اور نہ انسان انسانیت کی معراج کو پا سکتا ہے۔ یہ افراد کے ذہن و دماغ کو مختل اور خراب کر دیتی ہیں اور معاشرے کو رذائل، شر و فساد اور فتنہ و برائی کی آماج گاہ بنا دیتی ہیں۔ ان پر پابندی اور قدغن لگائے بغیر پاکیزہ اور صالح معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا ہے۔ اور نہ ہی آیندہ نسل کی صحیح تعلیم و تربیت ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں تمام افرادِ معاشرہ کو غور و خوض کرنا چاہیے اور معاشرے کو ان برائیوں سے پاک و صاف کرنے کے لیے کسی تساہل کے بغیر پہلے خود اپنی ذاتی و گھریلو زندگی میں سدھار پیدا کرنی چاہیے اور پھر دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہیے۔ یاد رکھیے! فواحش سے دوری اختیار کیے بغیر نہ ہم دنیوی زندگی کو پُر سکون بنا سکتے ہیں اور نہ اُخروی نعمتوں کے حق دار بن سکتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم فواحش سے خود بھی بچیں اور اپنے اہل و عیال اور دیگر مسلمانوں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ دنیوی لذتوں کے بالمقابل اپنے پاس موجود بہتر اور پائدار نعمتوں کے مستحقین کا تذکرہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾ ”پس جو چیز بھی تم لوگوں کو دی گئی ہے وہ محض دنیوی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اُن لوگوں کے لیے ہے، جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ

جو بڑے بڑے گناہوں اور فواحش سے بچتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔" [الشوریٰ:۳۶-۳۷]

کبائر یعنی بڑے بڑے گناہ، اس کی عمومیت میں فواحش یعنی بے حیائی کے کام آجاتے ہیں، مگر بطور خاص فواحش کا ذکر کر کے اس سے نفرت دلائی گئی ہے اور جو اہلِ ایمان اللہ پر توکل رکھتے ہوئے کبائر و فواحش سے بچتے ہیں اور غصہ کے وقت درگزر سے کام لیتے ہیں، ان کے لیے بہتر اور لازوال نعمت کی بشارت دی گئی ہے، لہٰذا ان نعمتوں کو پانے کے لیے فواحش سے بچنا اور نیک اعمال انجام دینا بے حد ضروری ہے۔

دورِ حاضر میں جگہ جگہ شیطانی جال پھیلے ہوئے ہیں، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی شکل میں اشاعتِ فواحش کا دائرہ وسیع تر ہے اور پھر انسان کا اپنا نفس بھی فواحش کا حصہ بننے پر ابھارتا ہے۔ اس لیے فواحش اور شرم ناک افعال سے پاک وصاف رہنے کے لیے درج ذیل احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لانا ضروری ہے:

❶ کتاب وسنت کی پیروی

زندگی کے تمام معاملات میں کتاب وسنت کی پیروی کی جائے اور آپسی اختلافات کی صورت میں انھیں اپنا فیصل مانا جائے، کیوں کہ یہی دونوں شریعت کا منبع و مصدر اور سرچشمۂ ہدایت ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ کے لیے ان میں رہنمائی پائی جاتی ہے، ان سے شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔ انسان اگر اُن دونوں کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرلے تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ "اے لوگو! یقیناً تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور سینوں میں موجود (بیماریوں) کے لیے شفا اور سراپا ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے آگئی ہے۔" [یونس:۵۷]

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابَ اللَّهِ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ))

''میں نے تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے: ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے نبی کی سنت۔''[1]

❷ نمازوں کی پابندی اور ذکر و اذکار کا اہتمام

سنتِ نبوی کے مطابق ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کی جائے، پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام اور اس پر مداومت کی جائے نیز کثرت سے ذکر و اذکار کیے جائیں۔ اس لیے کہ اگر انسان شب و روز پانچ مختلف اوقات میں خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوگا، اپنی پیشانی جھکائے گا اور اس کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے برائیوں سے دور رہنے کا عہد کرے گا تو پھر ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ فواحش اور بے حیائی کے کاموں کا مرتکب ہو۔ اسی طرح ذکرِ الٰہی یعنی نماز، تحمید و تسبیح، تہلیل و تکبیر، دعا و مناجات اور تلاوتِ قرآن وغیرہ فواحش سے بچاؤ کے لیے بہت بڑے ڈھال ہیں، اس سے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت و سکینت کی برکھا ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

- ﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾

''(اے نبی) تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔'' [العنکبوت:۴۵]

- ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ

[1] موطأ امام مالک:۲۶۱۸

کی یاد سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے۔" [الرعد:۲۸]

یاد رکھیں! ذکرِ الٰہی سے منہ پھیرنا بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اور معاشرے میں برائیوں کے پھیلاؤ کا ایک اہم سبب ذکرِ الٰہی سے غفلت برتنا ہے، کیوں کہ ذکرِ الٰہی سے غفلت برتنے والوں پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾

"اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جائے، ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اُس کا رفیق بن جاتا ہے۔" [الزخرف:۳۶]

❸ اخلاص ولِلّٰہیت اور تقویٰ شعاری

تمام طرح کی عبادتوں کی بجا آوری میں اخلاص اور للّٰہیت پیدا کی جائے۔ اس لیے کہ اللہ اپنے مخلص اور چنندہ بندوں سے فواحش کو دور فرما دیتا ہے۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو ورغلایا اور کھلی بے حیائی کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص اور برگزیدگی کی وجہ سے انھیں اس برائی سے بچا لیا اور وہ تھے ہی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے خالص برگزیدہ بندے۔ اس واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾

"اور اس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھا اسے اس کے نفس سے پھسلایا اور دروازے مضبوطی سے بند کر لیے اور کہنے لگی جلدی آؤ۔ اس نے کہا اللہ کی پناہ بے شک وہ میرا رب ہے، اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ بخشا۔ بلاشبہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے اور بلاشبہ اس عورت نے اس کا ارادہ کر

لیا اور اس (یوسف) نے اس (کی مزاحمت) کا ارادہ کیا۔ اگر اس نے اپنے رب کی برہان نہ دیکھی ہوتی۔ اسی طرح ہوا، تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔" [یوسف:۲۳-۲۴]

شیطان جب راندۂ درگاہ ہوا تو اللہ سے مہلت مانگی اور کہا کہ میں گناہوں کو مزین کر کے تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا سوائے مخلصین، چیدہ اور پسندیدہ لوگوں کے۔ اللہ نے اس کی توثیق فرمائی کہ ہمارے مخلص بندے تیرے بہکاوے میں نہیں آئیں گے۔ قرآن میں اس کا بیان اس طرح ہوا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۞ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۞ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۞ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾

"اس نے کہا: اے میرے رب! چوں کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ان کے لیے زمین میں (گناہوں کو) مزین کروں گا اور سب کو گمراہ کر دوں گا۔ سوائے تیرے چن لیے گئے بندوں کے۔ فرمایا یہی (اخلاص) کا راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔ بے شک میرے (ان مخلص) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا، مگر گمراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چلے۔" [الحجر:۳۰-۴۲]

بہر صورت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ شعاری اختیار کی جائے۔ اس لیے کہ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ایک ایسا وصف ہے، جو صاحبِ تقویٰ کو ہر طرح کی معصیات سے دور رہنے پر ابھارتا ہے۔ بندہ جب بھی فواحش اور شرم ناک افعال کے قریب جائے گا تو اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوگی، وہ چوکنا ہو جائے گا، اس کا نفس اسے متنبہ کرے گا اور خشیتِ الٰہی اسے ایسا کرنے سے باز رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ "یقیناً اللہ سے ڈرنے والوں کو جب کوئی (برا) خیال شیطان کی طرف سے چھوتا

ہے تو وہ چونک جاتے ہیں اور وہ اچانک بصیرت والے بن جاتے ہیں۔" [الأعراف:۲۰۱]

ایک اور جگہ متقین اہلِ جنت کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ "اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کر جائیں یا اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور کون ہے اللہ کے سوا گناہوں کو بخشنے والا؟ اور وہ لوگ اپنے کیے ہوئے پر جانتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔" [آل عمران:۱۳۵]

اس لیے جب بھی جانے انجانے میں کسی بے حیائی کا صدور ہو یا کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فی الفور اللہ کی مغفرت طلب کی جائے، توبہ اور رجوع الی اللہ کی راہ اپنائی جائے اور اس برائی کو ترک کر کے نیکو کاری اختیار کی جائے، کیوں کہ خالص توبہ اور نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں اور انسان برائیوں کا عادی ہونے سے بچ جاتا ہے۔

4 اچھوں کی قربت اور بُروں سے کِنارہ کشی

مغربی تہذیب کے گرویدہ، برائیوں کے رسیا، بدخوئی اور حرام کاری کے خوگر اور فواحش کے دل دادہ لوگوں کی مصاحبت اور ہم نشینی سے دوری اختیار کی جائے اور نیک و صالح لوگوں کی رفاقت اور مجالست اختیار کی جائے، اس لیے کہ انسانی زندگی میں مصاحبت اور ہم نشینی کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ چناں چہ اچھے لوگوں کی صحبت میں رہنے سے بلند فکری، نیکی کی خو، مزاج کی ستھرائی اور مسرت و شادمانی حاصل ہوتی ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت بد خصلتی، ذہنی پراگندگی، تذبذب و اضطراب، دینی بگاڑ اور ندامت و افسوس کا باعث بنتی ہے۔ غرض کہ انسان اپنے ساتھی، ہم نشین اور مصاحب کے اندر پائی جانے والی خوبیوں یا برائیوں سے ضرور متاثر ہوتا ہے اور لوگ آپس میں ملنے والوں پر اپنی شخصیت کا گہرا چھاپ چھوڑتے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيثَةً)) ''نیک اور برے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور بھٹی دھوکنے والے کی سی ہے۔ پس مشک فروش یا تو تمھیں بطور ہدیہ کچھ دے گا یا پھر تم اس سے خریدو گے اور یا تو تم اس کی عمدہ خوشبو پاؤ گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا اور یا تو تم اس کی بری بو پاؤ گے۔''[1]

نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ)) ''آدمی اپنے دوست کے دین (طریقے) پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔''[2]

انفرادی طور پر فواحش سے بچاؤ کی یہ چند احتیاطی تدابیر ہیں جنھیں اپنا کر ہم ذاتی طور پر فواحش و منکرات اور دیگر معصیات سے بچ سکتے ہیں۔ مذکورہ وسائل کو بروئے کار لانا اور انھیں اپنی زندگی میں داخل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

انسدادِ فواحش کی تدابیر

علاوہ ازیں معاشرے میں فواحش کی روک تھام کے لیے درج ذیل چار قسم کی انسدادی تدابیر کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے:

- ایک یہ کہ تعلیم و تربیت کے ذریعے سے افراد کی ذہنیت درست کی جائے اور ان کے نفس کی اس حد تک اصلاح کر دی جائے کہ وہ خود اس فعل سے نفرت کرنے لگیں، اسے گناہ سمجھیں اور ان کا اپنا اخلاقی وِجدان انھیں اس کے ارتکاب سے باز رکھے۔

---

[1] صحیح بخاری: ۵۵۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۲۸

[2] سنن ابو داود: ۴۸۳۳، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ رقم: ۹۲۷

● دوسرے یہ کہ جماعتی اخلاق اور رائے عام کو اس گناہ یا جرم کے خلاف اس حد تک تیار کر دیا جائے کہ عام لوگ اسے عیب اور لائقِ شرم فعل سمجھنے اور اس کے مرتکب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں تاکہ جن افراد کی تربیت ناقص رہ گئی ہو یا جن کا اخلاقی وجدان کمزور ہو انھیں رائے عامہ کی طاقت ارتکابِ جرم سے باز رکھے۔

● تیسرے یہ کہ نظامِ تمدن میں ایسے تمام اسباب کا انسداد کر دیا جائے، جو اس جرم کی تحریک کرنے والے اور اس کی طرف ترغیب و تحریص دلانے والے ہوں اور اس کے ساتھ ہی ان اسباب کو بھی حتی الامکان دور کیا جائے، جو افراد کو اس فعل پر مجبور کرنے والے ہوں۔

● چوتھے یہ کہ تمدنی زندگی میں ایسی رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کر دی جائیں کہ اگر کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرنا بھی چاہے تو آسانی سے نہ کر سکے۔[2]

رب العالمین! ہمیں نیکو کار بنا، فواحش و منکرات سے دور رہنے کی توفیق دے، دینی احکامات پر عمل کرنے کا جذبۂ صادق عطا فرما، بے شک تو ہی ہمارا حامی و ناصر اور معین و مددگار ہے اور تو ہی توفیق دینے والا ہے۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ : عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمُ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا. اللَّهُمَّ أرِنَا الْحَقَّ حَقّاً وَارْزُقْنَا إتّبَاعَهُ وَأرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا إجْتِنَابَهُ. آمين تقبل يا رب العالمين!

والحمد لله رب العالمين وصلي الله علىٰ نبيه الكريم محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين.

•·····•• ✦ ✿ ✿ ✦ ••·····•

[2] ماخوذ از پردہ ص:۱۲۲

MUASHRE ME PHAILE FAWAHISH
EK JAYZAH

زیرِ نظر کتاب کے اندر سماج و معاشرے میں پھیلے فواحش سے متعلق شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے اور فواحش کی مختلف صورتوں کا بہ نظر غائر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں فواحش و منکرات کی تفصیلی وضاحت کے بعد سب سے بڑی بے حیائی اور گناہِ عظیم شرک کی شناعت و قباحت اور اس کی ہلاکت و سنگینی کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز معاشرے میں شرک اور بدکاری کے فروغ کی قبیح صورتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی عریانیت و بے حجابی مرد و عورت کے آزادانہ میل جول اور دور جدید کی بے حیا کثافتوں پر بھی سیر حاصل گفتگو شامل ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مثبت و منفی پہلوؤں اور سماج پر اس کے برے اثرات پر بھی گراں قدر مواد موجود ہے۔ کتاب کے آخر میں فواحش سے بچاؤ کی احتیاطی اور انسدادی تدابیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مذکورہ کتاب ہر عمر کے افراد کے لیے مفید اور لائقِ مطالعہ ہے، بالخصوص نوجوان نسل کی اصلاح و تربیت کے لیے نہایت قیمتی اور نادر علمی تحفہ ہے۔

Published By:

MAKTABA AL-SALAM

Antari Bazar, Shohratgarh, Siddharth Nagar, U.P., INDIA-272205

+91-9628953010 / +91-6393225101

maktabsalam2@gmail.com/ mahboobsalafi@gmail.com